فنِ ترجمہ نگاری
لغاتِ ترجمہ
ساقی اربابِ ذوق
0305 6406067
PDF Book Company
تحقیق:
خالد محمود خان

فن ترجمہ نگاری

لُغاتِ ترجمہ

تحقیق:

خالد محمود خان

جُملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب : لُغاتِ ترجمہ

مصنف : خالد محمود خان

اشاعت : ای بُکس

کمپوزنگ : راشد علی شاکر

سرورق : راشد علی شاکر

سال : 2023

قیمت : فری ۔ڈاؤن لوڈ

رابطہ، حوالہ : ای میل: khalidmk8@gmail.com

فیس بک لنک

https://www.facebook.com/profile.php?id=100077741072875

یوٹیوب؛ عوام کا پاکستان

https://www.youtube.com/channel/UCovN_TsX74wlSqGLuoZ690w

ٹوِٹر: Awamkapakistan8

انسٹاگرام: ------

ویب سائٹ ------

وِکّی پیڈیا ------

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

فن ترجمہ نگاری: اصطلاحاتِ ترجمہ

انتساب

گجرات یونیورسٹی کے نام

جس میں

پاکستان کا پہلا علمِ ترجمہ کا شعبہ

قائم کیا گیا

Saqi Arbab e Zauq
0305-6406067

ترتیب

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

Saqi Arbab e Zauq
0305-6406067

لُغاتِ ترجمہ

میں گزشتہ تیس برس سے تعلیم و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوں۔ تعلیمی ادارے دراصل تحقیقی ادارے ہوتے ہیں۔ ایسے اداروں میں اُستاد اور محقق بھی ہوتے ہیں اور اُن سے سیکھنے والے شاگرد بچے بھی۔ اگر ان دونوں کی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جائے تو ہر تعلیمی ادارہ، ملک، معاشرہ انسانیت کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ مختلف ادارے جنگ اور مکمل تباہی کے آلات پیدا کر سکتے ہیں، سازش اور مکاری پر مبنی خارجہ پالیسیاں بنا سکتے ہیں، طالبان، داعش اور بوکوحرام جیسی تنظیمیں وجود میں آسکتی ہیں تو انسان کی اُنہی صلاحیتوں سے تعمیری کام کیوں نہیں ہو سکتے۔ اس تحریر کا مقصد ملکی، معاشرتی اور بین الاقوامی مسائل اور سازشوں کا رونا دھونا نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹی سی مسرت اور خوشی کا اظہار ہے۔

زیرِ نظر کتاب علمِ ترجمہ کی اصطلاحات پر مبنی ہے۔ یہ تحقیق اِس سے قبل اصطلاحاتِ ترجمہ کے عنوان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس موضوع پر میں نے اپنی تدریسی زندگی میں کوئی تحریک نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ کوئی چھوٹا موٹا غیر رسمی کام بھی نظر نہیں آیا۔ اس میں میرا بے پناہ تاسف بھی ہے اور یہ احساس بھی کہ میں نے اس موضوع پر خود بھی کوئی کام نہ کیا۔ مگر یہ فطرت کی کیا حسین عطا ہے کہ جس کام کی طرف کسی کی توجہ نہ گئی، بشمول میرے وہ کام اسی معاشرے کا کوئی آدمی کر رہا تھا۔ میری آرزو ہے کہ یہ آدمی بہت سے آدمیوں کے کام کرنے کا باعث بن جائے؛ اُن کے لیے مثال بن جائے اور آنے والی نسلوں کے لیے اقدار پر مبنی علم کا اثاثہ چھوڑ جائے۔ اس طرح کے عظیم علمی اثاثے مغربی قوموں نے نہ صرف مکمل کیے بلکہ ہر لمحہ آنے والے زمانوں کے لیے اُن کی تکمیل اور تجدید کرتے رہتے ہیں۔ میں بھی اپنے وطن، اپنے عوام اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے

ایسی ہی آرزوئیں رکھتا ہوں۔

علمِ ترجمہ پر بہت ہی ابتدائی کام ڈاکٹر مرزا حامد بیگ صاحب کا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اعجاز راہی اور دوسرے بہت سے لوگوں نے اپنا اپنا حصہ ڈالا۔ مگر پاکستان میں جدید لسانیات کی روشنی میں ترجمہ کی سائنس کا تصور ہمارے دوست خالد محمود خان نے پہلی بار پیش کیا ہے۔ اس نے اصطلاحات کی ترتیب انگریزی حروفِ تہجی کے حساب سے پیش کی ہے۔ اُس نے سب سے پہلے ''فنِ ترجمہ نگاری: نظریات'' میں لسانیات کی روشنی میں ترجمے کے نظریات کو پیش کیا۔ یہ مطالعہ یا تحقیق خالصتاً سائنٹیفک اصولوں کے مطابق پیش کی گئی۔ اس نے پہلی بار ترجمہ کے نظریات کو اردو زبان میں سائنسی انداز میں دکھایا ہے۔ اردو ادب میں یہ پہلا اضافہ ہے۔ اس کے بعد ''فنِ ترجمہ نگاری: لفظوں کی ثقافت کا نظریہ اور ترجمہ کامل'' پر بہت ہی وقیع اور بسیط تحقیق پیش کی گئی ہے۔ ترجمہ کے متعلق اس سائنسی تحقیق میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر لفظ اپنی ثقافت رکھتا ہے اور اگر ترجمہ نگار لفظوں کی ثقافت کو سمجھتا ہے تو وہ ترجمہ کو کامل بنا سکتا ہے۔ ترجمہ میں ''ترجمۂ کامل'' کا تصور اس سے پہلے کبھی مطالعہ میں نہیں آیا۔

اس تحقیق میں لفظوں کی ثقافت کے نظریہ کا اطلاق شمس الرحمٰن فاروقی کے ترجمہ "The Mirror of Beauty" پر کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ اُنہی کے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' پر مبنی ہے۔ اس ترجمہ میں ایسے موضوعات اور اُن کی لغت کو نمایاں کر کے اُن کی وضاحت کی گئی ہے جو عام طور پر قابلِ ترجمہ نہیں سمجھی جاتی یا قابلِ ترجمہ نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر، ''شجرۂ نسب'' بہت مقامی اور علاقائی یا قبائلی موضوع ہے اور اس کی لغت کا ترجمہ ناممکنات کے قریب تر ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی جس قدر اردو زبان کے ماہر ہیں اُس سے زیادہ دسترس انگریزی زبان میں رکھتے ہیں۔ اس لیے اُن کا زیرِ بحث ترجمہ کسی تکمیل سے کم نہیں ہے اور خالد محمود خان نے لفظوں کی ثقافت کے نظریہ کے اطلاق کے نتیجہ میں اس ترجمہ کو ''ترجمۂ کامل'' ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تحقیق زیرِ طبع ہے اور جلد ہی منظرِ عام پر آنے والی ہے۔ خالد نے اس تحقیق میں اردو ادب میں پہلی دفعہ سائنسی تجربات بھی کیے ہیں جو ''گنا'' اور ''گائے'' کے لفظوں کی ثقافت پر مشتمل ہیں۔

فکشن کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ یہ ناقابلِ اختتام بحث ہے۔ خالد محمود خان نے مغربی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے ''فکشن کا اسلوب'' کے نام سے بہت ہی معنی خیز تحقیق پیش کی

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

ہے۔اس تحقیق کی یہ اہمیت تو اپنی جگہ بجا ہے کہ فکشن کے اسلوب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اضافی قدر یہ ہے کہ اس تحقیق میں بہت ہی مفصل اور مدلل بحث کے نتیجے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''اسلوب Style'' ہوتا کیا ہے۔اُس نے اسلوب سے متعلق کافی سوال اٹھائے ہیں اور اُن سے زیادہ شافی جواب دیے ہیں۔اُس کی اس کوشش پر ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ اور ڈاکٹر طارق ہاشمی کے بسیط تحقیقی مضامین کتاب میں شامل ہیں۔

ہم عملی زندگی میں اپنے کمرے، گھر، عمارت، محل اور قلعے کی تالہ بندیوں کو چابیوں سے کھولتے ہیں۔کار، جیپ، بس، ریل گاڑی، ہوائی جہاز یا بحری جہاز چلنے کے لیے ایک مختصر سی چابی کے محتاج ہوتے ہیں۔اتنی بڑی عمارت کے کھلنے کا انحصار چابی کے مختصر سے وجود پر ہوتا ہے۔ اصطلاح Term کسی علم کے خاص موضوع کی چابی ہوتی ہے۔اُس کے سیکھنے والے جب اس کلید کو حاصل کر لیتے ہیں اور اس کا استعمال سیکھ لیتے ہیں تو پھر اُن پر نہ کسی محل کا دروازہ بند رہ سکتا ہے اور نہ کوئی تالہ بندی کر سکتا ہے اور نہ قلعہ بندی۔

اصطلاح مخصوص معنویت پر مشتمل تصور ہوتا ہے اور ہر علم کی اصطلاحات کی معنویت یا موضوعات، اجزا وغیرہ دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔علمِ کیمیا کی اصطلاحات کسی بھی شکل میں علمِ عمرانیات کی طرح نہیں ہوسکتیں۔ہاں! یہ ممکن ہے کہ دونوں علوم کی اصطلاحات کی لغت ایک جیسی ہو مگر ان کی معنوی تخصیص بالکل مختلف ہوتی ہے۔فرض کریں علمِ کیمیا کے مطابق دو کیمیائی اجزا آپس میں تفاعل Interaction کرتے ہیں تو تفاعل کی اصطلاح کی خاص معنویت کو سمجھنے کی ضرورت ہوگی۔اس کے برعکس علمِ عمرانیات میں جب دو یا دو سے زیادہ افراد آپس میں تفاعل Interaction کرتے ہیں تو اس اصطلاح کی معنویت علمِ کیمیا کی اصطلاح سے یکسر مختلف ہوگی۔پہلی اصطلاح کی معنویت میں کیمیائی ماہیت ہوگی اور علمِ عمرانیات میں سماجی عمل نمایاں ہوگا۔ہر علم کی اصطلاحات اُسی علم تک محدود ہوتی ہیں اور دوسرے علم کی اصطلاحات اُس کی اپنی حد تک محدود ہوتی ہیں۔

علمِ ترجمہ کی اصطلاحات پر اُردو کے محققین نے انفرادی طور پر بہت اچھی کوششیں کی ہیں۔وہ قابلِ قدر ہیں۔ہم نے اور ہمارے بچوں نے اُن سے رہنمائی حاصل کی۔زیرِ نظر کتاب ترجمہ کی سائنس پر اصطلاحات کا مکمل مجموعہ ہے جس کو لسانیات کے اصولوں کی رہنمائی میں ترتیب

و تشریح کیا گیا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ خالد محمود خان نے یہ سارے تصورات خود اپنی تحقیق سے وضع Devise یا اختراع کیے ہیں بلکہ واضح طور پر مغربی لسانیات سے استفادہ کیا گیا ہے۔علمِ ترجمہ کے متعلق علمِ لسانیات کی بہت سی ایسی تحقیقی کتابیں مل جاتی ہیں جن میں علمِ ترجمہ کی اصطلاحات پیش کی جاتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کی اصطلاحات جسّی پی پالمبو Giuseppe Palumbo کی کتاب "Key Terms in Translation Studies" سے استفادہ کی گئی ہیں۔میری نظر میں یہ بہت ہی احسن کوشش ہے کیوں کہ جو کام آپ خود نہیں کر سکتے وہ کسی اور سے سیکھ لیں۔خالد محمود خان نے ایسا ہی کیا ہے۔اُس کی کاوش کو کسی حال میں بھی کم نظری سے نہیں دیکھا جا سکتا کیوں کہ اُس نے یہ کام کر تو دکھایا جو اُردو ادب میں اب تک کبھی نہیں ہوا تھا۔اس میں محقق نے ایک درس بھی دیا ہے کہ تحقیق اگر آپ خود نہیں کر سکتے تو دنیا کی بہترین موجودہ تحقیق سے استفادہ کی صلاحیت اور توفیق ہی پیدا کر لیں۔اس میں درس بھی ہے اور یہ امید بھی کہ ہم خود بھی ایسے کام سرانجام دے سکتے ہیں۔وہ جہاں جہاں مغربی ماہرین و مفکرین کی تحریروں کو ادق سمجھتا ہے اُن کی وضاحت کے لیے مقامی، ادبی مثالیں پیش کر کے اُس تصور کو آسان تر کر دیتا ہے۔

فنِ ترجمہ نگاری کی تحقیق اور پیش کاری قاری میں ترجمہ کی تاریخ کا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔میری خواہش ہے کہ خالد محمود خان ایسا کام بھی ہمارے لیے کر ہی دیں۔اردو ادب میں ترجمہ اور تراجم تو موجود ہیں مگر ترجمہ کی تاریخ منضبط اور سائنسی انداز میں کہیں نظر نہیں آتی اور اس کی اردو ادب کو شدید ضرورت بھی ہے۔

اس محقق نے تراجم سے کام شروع کیا تھا۔اس کے تراجم میں نیلسن منڈیلا کی خودنوشت سوانح عمری "Long Walk to Freedom" کا ترجمہ ''آزادی کا طویل سفر'' سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اُس کے بعد پائیلو کوہیلو کے مشہورِ زمانہ آفاقی ناول "Alchemist" کا ترجمہ ''کیمیا گر'' کے عنوان سے کیا جو بعد میں ''الکیمسٹ'' کے نام سے بھی شائع ہوا۔اس ناول کی وہ خوبی ابھی تک دریافت نہیں ہوسکی جس کی وجہ سے اردو زبان میں اس کے کم و بیش چھ سے آٹھ تراجم ہو چکے ہوں گے۔تاہم یہ میرا اندازہ ہے اگرچہ بہت ہی محتاط۔

ہٹلر کی دوست ایوا براان کی ڈائری کا ترجمہ بھی اردو ادب میں اہم اضافہ ہے۔وہ

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

دونوں کردار علامتی طور پر تباہی اور بربادی کا باعث بھی تھے اور بے حد منفرد اور پُر اسرار بھی۔ خالد محمود خان نے ایوا براون کی ڈائری کے ترجمہ کے ساتھ کوئی بارہ تحقیقی مضامین کا تعارف اور اضافہ بھی پیش کیا ہے۔

اُس کے افسانے ''تیری کہانی میری'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں اور ایک غیر مطبوعہ ڈرامہ ''ورق شاپ'' کے عنوان سے بھی لکھا گیا ہے۔ ''یادِ یارِ مہرباں'' کے نام سے اپنے مرحوم دوست جمیل احمد قاسمی کی شخصیت، اُس کا معاشرتی ماحول اور اُس عہد کی خانگی اقدار کا ذکر کیا ہے۔

میری خواہش تھی کہ میں خالد محمود خان کی فنِ ترجمہ نگاری پر تمام تر تحقیق کا ازخود تحقیقی تجزیہ پیش کرتا مگر کتابوں کے تعارف اور تحقیقی مقالہ جات کی اپنی اپنی حدود و قیود ہوتی ہیں اور مجھے اُن سے باہر نہیں جانا۔ ''فنِ ترجمہ نگاری: اصطلاحاتِ ترجمہ'' کا تعارف ہی کرانا ہے۔

خالد محمود خان اور اُس کے خاندان سے بلکہ آباؤ اجداد سے میرا اور میرے آباؤ اجداد کا بہت ہی گہرا رشتہ ہے۔ ہوسکتا ہے اس رشتہ میں وقت کی عمر تیس پینتیس برس ہو مگر اُس کی گہرائی صدیوں سے زیادہ ہے۔ وہ دوست کی حیثیت سے مجھے بے حد عزیز ہے مگر اُس کے تحقیقی کام میں، میں اُس کے لیے رعایت کا کوئی جذبہ نہیں رکھتا۔ محبتوں میں تحقیق کی رعایتیں نہیں دی جاسکتیں۔ ہاں! البتہ تحقیق میں محبت سے تحسین کی عطا پیش کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں اردو جملوں کی ساخت میں خاصی بغاوتیں کرتا ہے اور وہ معنی خیز بھی ہوتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ روایت کے خلاف ہوتی ہیں۔ میرے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ میں سمجھوں کہ روایت کے احترام سے آگے اختراع اور ایجاد اور دریافت کی دنیا بے حد وسیع اور معنی خیز ہے۔ اس علمی اصول کے نتیجے میں اُس کی بغاوتیں اردو زبان میں وسعت کا باعث ہوسکتی ہیں۔ خاص طور سے اردو لغت کے خزانے میں سے عربی اور فارسی کی لغت کا اخراج، ہندی کی علاحدگی اور مقامی زبانوں کی لاتعلقی سے اردو زبان پر تحدید Limitations کے منحوس سائے، مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس پس منظر میں خالد کے جملوں کی ساختیں، افعال سازی اور مرکب سازی مجھے کوئی تکلیف نہیں دیتی۔ ہاں! البتہ پروفیسر انوار احمد، شعبۂ اردو گورنمنٹ بوائز کالج اسلام آباد اس موضوع پر بڑی نفاست سے بھرپور رائے دیتے ہیں:

''خالد جو سلوک زبان کے ساتھ کرتا ہے اس کا جوابدہ وہ خود ہے۔ مستقبل کا محقق، استاد اور شاگرد اُس کے کام کی اقدار کا تعین کریں گے۔''

اس سب تنقید کے باوجود مجھے دعویٰ ہے کہ اُس کی تحقیقی عبارتوں میں ادب کا تخلیقی رنگ وخوشبو اور ذائقہ موجود رہتے ہیں۔

میری آرزو ہے کہ وہ فنِ ترجمہ کے مختلف موضوعات پر تحقیق جاری رکھے۔ اردو ادب میں یہ اُس کا ذاتی حصہ ہے اور بہت ہی معنی خیز اور احسن ہے۔ میں اُسے اس کاوش پر خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں مگر وہ تحسین تو بے شمار لوگوں سے وصول کرتا ہے اور ''خراج'' میں ادا نہیں کرسکتا۔

ڈاکٹر محمد ساجد خان
شعبۂ اردو
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
۴؍ جولائی ۲۰۱۵ء

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ میں حکمت عملی Strategy:

ذریعہ کے متن سے معنویت کو ترجمہ کی زبان اور ترجمہ کے متن میں منتقل کرنا اس وقت زیادہ مشکل ہو جاتا ہے جب ذریعہ کے متن کی پیچیدگیاں ترجمہ نہ ہو سکیں۔ اس کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ متن کا موضوع، خیالات، لغت، واقعاتی مظاہر وغیرہ سے ترجمہ کے عمل میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس طرح کی دشواریاں ناگزیر ہوں تو ترجمہ نگار اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے اپنے تجربے اور علم کے مطابق اس مسئلہ کے حل کی حکمت عملی تیار کرتا ہے۔ یہ عمل بے لگام، بے مہار اور مکمل طور پر آزادانہ نہیں ہوتا۔ ترجمہ نگار کو ایسی صورتحال میں ذریعہ کے متن کے موضوعات کو سمجھنا اور پیش کرنا ہوتا ہے۔ متن کی مشکلات کے باوجود ترجمہ کے عمومی اصولوں سے ہٹ کر اسے کوئی طریقہ کار وضع کرنا ہوتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ترجمہ کے عمومی اصولوں کے نہ تو متضاد ہوتا ہے اور نہ ہی ان سے مکمل طور پر آزاد۔ ترجمہ کی سائنس انسانی رویوں کی سائنس Behavioural Science ہے، اس لیے اس کے اطلاق کے دوران لفظ لفظ، اور معنی معنی کے مراحل میں تغیر آتا رہتا ہے۔ اس تغیر کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اور ترجمہ نگار اپنی مہارت کے مطابق تغیر کی وسعتوں میں سے اپنی ضرورت اور اہمیت کی چیزیں تلاش لاتا ہے۔ تلاش یا انتخاب کے اس عمل کو علم ترجمہ کی زبان میں حکمت عملی Strategy کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرۃ العین حیدر اپنے تراجم میں اس طریقہ کار کا بہت اچھا استعمال کرتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے اپنی طبع زاد تحریروں کے انگریزی تراجم کیے۔ ان کی تحریریں بہت ہی گہری نفسیاتی نوعیت کی ہوتی ہیں اس لیے ان کے ترجمہ پر ترجمہ کے سادہ ترین اصولوں کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اس دشواری کا حل ترجمہ میں اپنی حکمت عملی کے تعین سے کرتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ متن میں اسی طرح کی دشواریوں سے شمس الرحمٰن فاروقی کا واسطہ بھی ہوتا ہے۔ بلکہ یہ مشاہدہ بے جا نہ ہوگا کہ شمس الرحمٰن فاروقی کا اردو متن قرۃ العین حیدر کے اردو متن سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ فاروقی اپنے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' کے ترجمہ "The Mirror Of Beauty" کے ترجمہ میں

ترجمہ کے عمومی اصولوں کے اندر رہ کر ابلاغ کرتے ہیں اور انھیں کسی خاص حکمت عملی کی ضرورت پیش نہیں آتی مگر یہ دونوں ترجمہ نگار اپنی ہی طبع زاد تحریروں کے ترجمہ نگار ہیں۔ دونوں اپنی اپنی تحریروں کی مناسبت سے حکمت عملی کا انتخاب کرتے ہیں۔ حکمت عملی کا زیادہ تر انتخاب ان ترجمہ نگاروں کو کرنا پڑتا ہے جو اپنی تحریروں کے علاوہ دیگر مصنفین کی تحریروں کے تراجم کرتے ہیں۔ دشوار متن میں ترجمہ نگار کی حکمت عملی غیر احسن انتخاب اور اقدام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ وہ اگر ایسا نہ کرے تو ترجمہ کا عمل مکمل نہیں کر سکتا۔

ترجمہ میں تخمینہ لگانا Assessment

ذریعہ کے متن مختلف اقسام کے ہو سکتے ہیں۔ جیسے ادبی اور سائنسی وغیرہ۔ ایسے متون ترجمہ کے لیے جو دشواریاں پیدا کرتے ہیں ان کے حل کے لیے ماہرین لسانیات مختلف طریق پیش کرتے ہیں۔ عام طور پر تخمینہ سے مراد قیمت کا اندازہ لگانا یا محصولات کا تعین کرنا ہوتا ہے، مگر ترجمہ کی زبان میں اس سے مراد متن کی کلی معنویت کا اندازہ، پیمائش، جانچ وغیرہ ہوتا ہے۔ ترجمہ نگار ذریعہ کے متن کی مجموعی معنویت اور اقدار کا اندازہ لگاتا ہے اور ترجمہ کی زبان اور متن میں استعمال کرتا ہے۔ اس طریقہ کار سے ترجمہ نگار ترجمہ کی معنویت کو ذریعہ کے متن کی معنویت اور اقدار کے قریب تر لے جاتا ہے۔

ترجمہ میں کفایت Adequacy

ترجمہ کے عمل کے دوران اچھا ترجمہ نگار ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کے متن کو بہت اچھی طرح فہم کرتا ہے۔ وہ ذریعہ کے متن میں معنوی اور فنی معمولات Norms کا ادراک کرتا ہے۔ ترجمہ کے عمل کے دوران ان اقدار کی پیش کاری کرتا ہے اور اس طرح ترجمہ کا متن ذریعہ کے متن کے قریب تر ہو سکتا ہے۔ یہ بات ترجمہ نگار کی مہارت پر منحصر ہے کہ وہ ذریعہ کے متن کا ادراک کس حد تک تسلی بخش کر سکتا ہے۔ ترجمہ میں کفایت کے تصور سے ابلاغ کامیابی کے قریب تر پہنچ سکتا ہے۔ ترجمہ نگار ذریعہ کے متن میں لفظوں کی ثقافت کا جتنا گہرا ادراک رکھتا ہوگا وہ کفایت کے عمل سے اسی قدر زیادہ استفادہ کر سکتا ہے۔ اس اصطلاح سے مراد ترجمہ میں اقدار کا ''کافی'' ہونا ہے اور ''کفایت شعار'' ہونا نہیں۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ میں ترجمانی Agency

عام طور پر ادبی اور معاشرتی علوم اجتماعی معنویت کے حامل ہوتے ہیں ۔معاشرتی خیالات، عادات، اقدار اجتماعی اہمیت رکھتے ہیں ۔اس قسم کے متون کے ترجمہ کے عمل میں ترجمہ نگار معنویت کو معاشرتی سیاق وسباق کے حوالے سے پیش کرتا ہے ۔اس طرح ترجمہ نگار مصنف اور معاشرے کے درمیان ترجمان Agent کا کردار ادا کرتا ہے۔ بظاہر یہ سادہ سا عمل ہوتا ہے مگر ترجمہ نگار سے بہت ہی زیادہ وسعت نظر، ادراک اور پیش کاری کے وسیلوں کا تقاضا کرتا ہے۔

ترجمہ میں آفاقیت Globalization

یہ بات تو طے ہے کہ ترجمہ کے ذریعے ایک زبان، اور علاقہ کے خیالات دنیا کے دیگر علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ ترجمہ کا ثمر ہوتا ہے جو ہر حال میں دنیا بھر کا سفر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کے علاوہ ترجمہ کے اندر ایسی اقدار ہوتی ہیں جو مصنف کی ذات سے پھیل کر دنیا بھر میں شناخت پیدا کر سکتی ہیں۔عہد جدید میں کمپیوٹر، ویب سائٹس، انٹرنیٹ کی سہولتوں نے ترجمہ کی آفاقیت کو آسان تر کر دیا ہے۔دنیا بھر کے علوم تک کمپیوٹر کے کی بورڈ Keyboard کو حرکت دینے سے دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔ وائی فائی Wifi کی سہولت نے انٹرنیٹ کو بغیر تاروں Cables کے گھر گھر اور جگہ جگہ پہنچا دیا ہے۔ یہ بات بھی اب نئی رہ گئی کہ بسوں، ریل گاڑیوں، حتیٰ کہ ذاتی ذرائع آمدورفت یعنی جیپ، کار وغیرہ میں بھی یہ متحرک سہولت مل جاتی ہے۔

ترجمہ میں خطا Translation Error

ذریعہ کی زبان اور اسی زبان میں اس کا متن کسی قسم کے نقص سے پاک ہو سکتا ہے، مگر وہی متن جب ترجمہ کے متن میں پیش کیا جاتا ہے تو مختلف لسانی Linguistic دشواریوں کی وجہ سے ترجمہ کے متن میں غلطی کی گنجائش رہ جاتی ہے۔علم ترجمہ میں اس طرح کی خطا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہے ۔ترجمہ میں معنویت کی پیش کاری، لغت کا انتخاب، ایسے عوامل ہیں جن میں غلطی کی کافی گنجائش نکل آتی ہے۔خاص طور پر پیشہ ورانہ ترجمہ نگاری، کاروباری، تجارتی اور دیگر مقاصد کے لیے جب تراجم کیے جاتے ہیں تو ان میں مناسبت Accuracy کا معیار نسبتاً کم ہوتا ہے اور اسی کمی میں ترجمہ میں خطا کو اصطلاح کے طور پر پیش اور قبول کیا جاتا ہے۔

ترجمہ میں اختصاریہ Translation Brief

بہت سے متن ایسے ہوتے ہیں جن کا اصل مقصد ترجمہ نہیں ہوتا۔ وہ خاص مقاصد کے لیے لکھے جاتے ہیں اور ان کے ترجمہ میں ترجمہ کی اقدار کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا۔ پیشہ ورانہ اور کاروباری تحریروں میں ذریعہ کے متن کو کسی دوسری زبان کے مختصر متن میں پیش کیا جاتا ہے۔اس عمل کا اصل مقصد ذریعہ کے متن میں مرکزی خیال کا ابلاغ ہوتا ہے نہ کہ فن ترجمہ نگاری کی اقدار کا تحفظ۔ تاہم اصل پیغام کو ترجمہ کے مختصر متن میں پیش کر کے ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ میں مہارت Competence

ترجمہ نگار ذریعہ کی زبان، ذریعہ کا متن، اس کے لفظوں کی ثقافت میں اپنی سمجھ بوجھ کی گہرائی پیدا کرتا ہے ۔اسی طرح ترجمہ کی زبان، ترجمہ کا متن اور ترجمہ کی زبان کے لفظوں کی ثقافت کا ادراک کرتا ہے۔ دونوں زبانوں کے اصول وقواعد اور گرائمر میں دسترس حاصل کرتا ہے۔ اس تربیت اور ریاضت سے وہ اپنی ترجمہ نگاری کی صلاحیت کو نکھارتا ہے اور اس کے فن میں مہارت کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔مہارت کا نتیجہ ترجمہ میں پیغام کے ابلاغ سے لے کر ترجمہ کامل تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔

صوتی ترجمہ Audio Translation

جب مختلف زبانیں بولنے والے لوگ کسی خاص مقصد کے لیے ملتے ہیں تو ان کی بات چیت تو اپنی اپنی زبان میں ہوتی ہے مگر ان کے ساتھ مترجم بھی ہوتے ہیں جو کہ صاحب کلام کی بات کا ترجمہ گفتگو میں شامل دوسرے آدمی کو سناتے ہیں۔اس کی آسان مثال یہ ہے کہ جاپان اور پاکستان کے دو سفارت کار باہم بات چیت کریں تو دونوں کے اپنے اپنے ترجمان ہوں گے جو جاپانی بات چیت کو اردو میں اور اردو میں ہونے والی گفتگو کو جاپانی زبان میں پیش کریں گے۔ بین الاقوامی سطح پر بڑے بڑے کاروباری ادارے، سفارت کار، اقوام متحدہ کے نمائندے اس طرح کا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار بے حد پرانا بھی ہے اور عہد جدید میں اتنا ہی قابل عمل بھی۔

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

سمعی بصری ترجمہ Audiovisual Translation

عہد جدید میں ابلاغ کے نئے نئے ذرائع اختراع ہو چکے ہیں اور مزید ترقی کرتے رہیں گے۔ تاہم کمپیوٹر کی مدد سے مختلف زبانوں کی تحریریں اور بات چیت کمپیوٹر اور اس سے متعلقہ آلات Gadgets کے ذریعے ایک ہی وقت میں دو زبانوں میں پیغامات کو دو زبانوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر پروجیکٹر Projector کے ذریعے سامنے کے پردے Screen پر دو زبانیں اپنے تراجم کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہیں۔ عہد جدید میں یہ طریقہ کار بہت ہی مقبول ہے بلکہ اب تو کمپیوٹر کے رابطے Vider Link کی تکنیک کے ذریعے دور دراز کے علاقوں میں بیٹھ کر نہ صرف گفتگو کی جاسکتی ہے بلکہ سیمینار اور کانفرنسیں بھی منعقد کی جاتی ہیں۔ ترجمہ کی اس شکل کو سمعی بصری ترجمہ کہا جاتا ہے کیونکہ ایک ہی وقت میں اسے سنا بھی جاتا ہے اور اسے دیکھا بھی جاتا ہے۔

الٹا ترجمہ Back Translation

یہ مشکل اصطلاح بہت ہی سادہ معنویت کی حامل ہے۔ اس سے مراد کم وبیش لفظی ترجمہ ہے مگر اس کا طریق ذرا سا مختلف ہے۔ ذریعہ کے زبان کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ اور وہ بھی جملے میں جس جگہ موجود ہو اسی جگہ پر۔ اس طرح کا ترجمہ کی زبان اور متن میں الٹا لگتا ہے۔ مثال کے طور پر:

Barking dogs seldom bite

بھونکتے ہوئے کتے کبھی کبھار ہی کاٹتے ہیں۔

اردو زبان میں اس انگریزی مقولہ Saying کا متبادل ''جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں'' ہے۔ درج بالا اردو ترجمہ لفظ بہ لفظ انگریزی کے مطابق ہے۔ اس میں ابلاغ کی بجائے ترجمہ کی زبان میں انگریزی لفظوں کے عین مطابق کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ انگریزی لفظوں کی ترتیب کو بھی تبدیل نہیں کی گئی۔ بلکہ جوں کا توں پیش کر دیا گیا ہے۔ اتفاقاً مثال کے اردو ترجمہ میں انگریزی جملے کے معانی بھی ابلاغ ہو جاتے ہیں مگر اصطلاحاً اس طرح کے ترجمہ کو الٹا ترجمہ کہا جاتا ہے۔ ہاں البتہ یہ نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ کتوں کے بھونکنے کے تصور کا بارش برسنے کے کیا تعلق ہے۔ یہ عدم تعلق الٹا ترجمہ کی مثال ہے۔

ترجمہ میں بلیک باکس کی مثال Black Box analogy

فضا میں اڑنے والے جہاز، طیارے، ہیلی کاپٹر اور اس طرح کی دوسری اڑنے والی مشینوں میں بلیک باکس کا آلہ لگایا جاتا ہے۔ یہ آلہ بے حد مضبوط اور محفوظ ہوتا ہے۔ پرواز سے پہلے، دوران پرواز اور بعداز پرواز ہونے والا تمام ابلاغ یا پیغامات اس کے اندر محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر ناگہانی وجوہات کی بنیاد کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ آلہ ضائع نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ گم ہوسکتا ہے جیسے سمندر، جنگل یا پہاڑ وغیرہ میں۔ ترجمہ کی سائنس میں یہ اصطلاح ترجمہ نگار کے دماغ کے اظہار کے لیے اپنائی گئی ہے۔ علم لسانیات میں ترجمہ نگار کا دماغ بلیک باکس کی طرح ہوتا ہے۔ ترجمہ کا مطالعہ کرنے والے لوگ ترجمہ نگار کے ذہن کا مطالعہ بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ عمل بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے بلیک باکس کا مطالعہ۔ ترجمہ کا قاری ترجمہ نگار کے اسلوب، لغت، جملے کی ترتیب، لفظوں کی ثقافت جیسے عوامل کو بالواسطہ طور پر ترجمہ نگار کے ذہن میں جھانکتا اور پڑھتا رہتا ہے۔

مثال کے طور پر منزہ احتشام لکھتی ہیں:

''احساس کے دکھتے بدن پر بے رخی کے تازیانے لگتے ہیں۔''

محسوس کرنے کی صلاحیت اس قدر طاقتور ہے کہ شاعرہ احساس کو بدن کی لغت عطا کرتی ہے، مگر اس کے احساس کو توجہ کے قابل نہیں سمجھا جاتا ہے اور بے رخی اختیار کی جاتی ہے۔ شاعرہ کے ذہن میں بے رخی کا رویہ تازیانوں کی طرح ہے۔ شاعرہ نے احساس کو محض اس لیے بدن کیا ہے کہ بے رخی کو تازیانہ کی لغت میں پیش کر سکے۔ شاعرہ کا ذہن درد والم، کرب سے بھرپور ہے۔ بطور قاری ہم نے یہ نتیجہ بلیک باکس کی اصطلاح کے تصور سے حاصل کیا ہے۔ اسی طرح شکیب جلالی کہہ گزرے:

اے گورکنوں جلد میری قبر بناؤ
احساس کی چیلوں نے مجھے نوچ لیا ہے

درج بالا مثالوں میں شعرائے کرام کے احساس کی شدت کا مطالعہ قاری بلیک باکس کے تصور کر سکتا ہے۔ یہ مثالیں تراجم تو نہیں ہیں بلکہ طبع زاد شاعری ہیں۔ تاہم بلیک باکس کے تصور

Saqi Arbab e Zaidi 0305-6406067

کی بہت ہی تکمیل سے اطلاقی تشریح کرتی ہیں۔

ترجمہ میں ادھار کے لفظ Borrowing

ترجمہ کے عمل میں اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ذریعہ کی زبان کے لفظوں کے ترجمہ کی زبان میں متبادل الفاظ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات لازمی طور پر ہو بھی نہیں سکتے۔ اس طرح کی صورت حال میں متن کی زبان کے لفظ ادھار لے لیے جاتے ہیں۔ اس سے ترجمہ میں ابلاغ کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر گھروں میں استعمال ہونے والی چیزیں؛ ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون اور دیگر بہت سی چیزوں کے نام اصل زبان سے ادھار لے کر اپنا لیے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے عمل میں ایسا اس لیے کیا جاتا ہے کہ ذریعہ کا پیغام اصل اور مکمل حالت میں ابلاغ ہو جائے۔ اس کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ ترجمہ کے سامعین کے لیے مقبول لغت کی سہولت پیدا کی جائے۔ مثال کے طور کو ٹیلی ویژن کو آلہ بصری تو کہا جا سکتا ہے مگر ٹیلی ویژن کا تصور سننے والوں تک پیغام نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ میں آدم خوری Cannibalism

ترجمہ نگار کو لسانیات کی زبان میں آدم خور بھی کہا جاتا ہے۔ وہ ذریعہ کی زبان اکٹھی کر کے متن کو کھا جاتا ہے۔ وہ ترجمہ کی لغت جمع کر کے ترجمہ کے متن کو ہضم کر جاتا ہے۔ اس طرح ذریعہ کے متن سے ترجمہ کے متن تک کا سفر مکمل کر لیتا ہے۔ اس عمل میں ذریعہ کی زبان سے وہ فہم و ادراک کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کا مقصد ذریعہ کی زبان کی معنویت کو ترجمہ کی زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ یہ سارا عمل وہ اس انداز میں سرانجام دیتا ہے جیسے وہ ذریعہ کے متن کے مصنف کو نگل کر ہضم کر جائے۔ یہ تصور برازیل کے شاعروں اور ترجمہ نگار آگسٹو Augusto اور ہیرالڈو ڈی کیمپوس Haroldo de campos نے پیش کیا تھا۔ آدم خوری کے اس تصور پر اچھی خاصی تنقید پیش کی جا سکتی ہے۔ ترجمہ نگار ذریعہ کے متن کے مصنف اور متن کو کھا نہیں جاتا بلکہ فہم کرتا ہے۔ Cannibalism عام زبان میں ہم جنس خوری کو کہتے ہیں۔ سانپوں اور مچھلیوں کی کچھ اقسام اپنی نسل کے جانداروں کو کھا جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے جاندار ایسا کرتے ہیں۔ انسان کے انسان کو کھا جانے کے عمل کو Cerial Killing کہا جاتا ہے نہ کہ آدم خوری۔ تاہم جزوی طور پر اس اصطلاح کی صداقت کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

کیٹیگری شفٹ Category shift

ترجمہ کے علم اور عمل میں یہ مخصوص تبدیلی ہوتی ہے اور عمومی نہیں۔ عام طور پر کسی جملے، مرکب الفاظ اور لفظوں کے مجموعے جب کسی ایک لفظ یا مرکب تبدیل کر دیے جاتے ہیں تو علم ترجمہ میں اس طرح کے عمل کو کیٹیگری شفٹ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے دہشت گردی ہونے سے پہلے دفاعی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک طویل جملہ ہے اور اس سے بھی زیادہ اس کی معنویت ہے۔ مگر کیٹیگری شفٹ کے سیاق و سباق میں Pre-emption کہتے ہیں۔ اردو لغت میں اس کا مناسب اور مکمل متبادل موجود نہیں ہے۔ تاہم ''حفظِ ماتقدم'' کے مرکب سے مناسب ابلاغ تو ہو ہی جاتا ہے۔ اس اصطلاح کو اردو اور انگریزی کے تضاد میں سمجھنے کی بجائے بالکل ایسے ہی سمجھنا چاہیے جو اس کی معنویت ہے۔ ایسا نہ کرنے سے اس تصور میں گمراہ کن ابہام پیدا ہو سکتا ہے۔

ترجمہ میں ارتباط Coherence

علم ترجمہ کی یہ سادہ ترین اصطلاح ہے۔ کسی قسم کا متن ہو تو اس کا انحصار لفظوں، مرکبات، محاورات، مقولہ جات اور ضرب الامثال پر ہوتا ہے۔ یہ سارے عناصر کسی خاص ترتیب سے کوئی معنویت ترکیب دیتے ہیں۔ اس ترکیب کا انحصار ان عناصر کے باہمی ربط پر ہے۔ یہ امر اچھے متن کی بنیادی شرط ہیں، خواہ وہ ذریعہ کا متن ہو یا ترجمہ کا۔ عناصر کی اس ترتیب سے جملہ جنم لیتا ہے اور دوسروں جملوں سے ربط پیدا کرتا ہے۔ جملوں کا باہم ربط بھی اسی اصطلاح کے تحت مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح جملے کے عناصر آپس میں مربوط ہو کر خاص معنویت ابلاغ کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر متن میں جملے ایک دوسرے سے ربط پیدا کر کے ابلاغ کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

ترجمہ میں انضباط Cohesion

ترجمہ میں ربط اور ضبط Coherence & Cohesion باہم گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ لفظوں اور جملوں کا ربط معنویت میں ارتکاز پیدا کرتا ہے۔ پورا متن بہت سے لفظوں اور جملوں

Sadiq Arbab e Zauq 0305-6406067

سے ساخت ہوتا ہے۔ چونکہ ان کے درمیان ترجمہ نگار خصوصی ربط کا اہتمام کرتا ہے اس لیے پورا متن ایک ہی معنویت کی مرکزیت Centrality پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ مرکزیت متن کا انضباط ہوتا ہے۔ اس کا مرکزی خیال ہوتا ہے۔ کلی معنویت کا ہر پہلو ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہوتا ہے اور ایک ہی مرکز پر مرکوز ہو چلا جاتا ہے۔

صوتی انضباط Collocation

بعض مصنف بڑے فنکارانہ انداز میں ہم صوت لفظ اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ نہ تو ان کی معنویت میں ابہام پیدا ہوتا ہے اور نہ ربط کا فقدان ہوتا ہے۔ ترجمہ کے عمل میں اس اصطلاح کے اطلاق کو جمالیاتی قدر Aesthetic Values کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

"Develop syntactical relationship amongst synoymy, hyponymy, meronymy and antonymy."

انگریزی کا یہ جملہ اصطلاح کا سائنسی اظہار ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کی مثالوں کی کمی نہیں۔ مثال کے طور پر:

”بوڑھا گاہک چیزوں کو جانچتا کھانستا، کڑھتا لڑھکتا دوکان سے باہر نکل گیا۔“

اردو جملے کی مثال میں بوڑھا گاہک چیزوں کو خریدنے کی خواہش سے دیکھتا ہے اور کسی وجہ سے نہیں خرید سکتا۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ دوکان میں چیزیں اس کی قوت خرید سے باہر تھیں لہٰذا وہ ان کی قیمتوں کا اندازہ لگاتا تھا اور بے بسی میں کھانسنے لگتا تھا۔ اس کی ذہنی کیفیت، بے بسی اور کرب کی تھی اور وہ کچھ خریدے بغیر دوکان میں سے کڑھتا ہوا نکل گیا۔ اس کے نکل جانے کے عمل کو لڑھک جانے کی لغت میں پیش کر کے زیر بحث اصطلاح کا اطلاق کیا گیا ہے۔ زیر بحث اصطلاح کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کمپیوٹر کے برقیاتی نظام میں مختلف زبانیں اور ان کی لغت ڈال دی جاتی ہے۔ زبانوں کے اس برقیاتی نظام میں یہ گنجائش ہوتی ہے کہ اگر ایک لفظ لکھا جائے تو اس سے متعلق دوسرا لفظ از خود کمپیوٹر کی سکرین پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: گرما گرم گفتگو، زوردار گفتگو، گرم و سرد گفتگو۔ ان تمام مثالوں میں اسم صفت کے لفظوں میں گفتگو کا لفظ از خود انسان کے ذہن میں یا کمپیوٹر کے سسٹم میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ ایسے لفظوں کا جوڑ، ربط اور تقاضا جمالیاتی

بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی۔

گرائمری انضباط Colligation

اس اصطلاح میں الفاظ اپنا معنوی کردار گرائمر کی علامتوں اور لفظوں سے کرتے ہیں۔ محض لفظوں کی ترکیب و ترتیب مکمل معنی ابلاغ نہیں کرتی بلکہ اس کی تکمیل کے لیے گرائمر کی علامتیں اور الفاظ معنوی تکمیل کا باعث بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ مختصر جملہ زیر بحث اصطلاح کی جامع تشریح کرتا ہے:

”تو اور تیرا نمک حرام نواب دونوں ہماری ٹھوکر میں ہیں۔“

درج بالا جملہ گیارہ (۱۱) لسانی کرداروں پر مشتمل ہے۔

- سب سے پہلے حرف ندا، ! خطاب و اعلان کی دعوت دیتا ہے۔
- نمک حرام، کی لغت معاشرتی اعمال میں اسم صفت کا منفی استعمال ہے۔
- نواب، معاشرے میں بلند منصب کی لغت ہے۔
- دونوں، عددیت یا شمار کی لغت ہیں۔
- ہماری، سے مراد جمع متکلم کے صیغہ کا کوئی فعل سرانجام دینا ہے۔۔
- ٹھوکر، سے مراد ضرب اور ذلت کا کسی پر نازل کرنا ہے۔
- میں، حرف جار ہے جو جملہ کے مختلف اجزا کو باہم ملاتا ہے۔
- ہیں، فعل حال جاری اور صیغہ جمع متکلم کا اظہار ہے۔ یہ صیغہ جمع غائب بھی ہو سکتا ہے۔

ابلاغی ترجمہ Communicative Translation

ترجمہ کی اس قسم میں ذریعہ کے متن کی حتیٰ الامکان تمام تر اقدار ترجمہ کے متن میں پیش کی جاتی ہیں۔ ذریعہ کے متن کے مصنف اور قاری اس تحریر کے متعلق جو کچھ سمجھتے ہیں وہ سب کچھ ترجمہ کے متن میں شامل بھی کیا جاتا ہے اور ترجمہ کے قاری کو منتقل بھی۔ اس کی سادہ سی عمومی تعریف تو یہی ہو سکتی ہے کہ کسی تحریر کے معنی ترجمہ کی تحریر میں ابلاغ کر دیے جائیں، مگر یہ تشریح غیر مکمل اور غیر سائنسی ہے۔ اس کا عمومی پن اس کے اجزا کی وضاحت نہیں کرتا۔ اجزا سے مراد مصنف، قاری، ذریعہ کی زبان، ذریعہ کا متن اور اس متن کی معنویت ہے۔ اسی طرح ترجمہ نگار، ترجمہ کا قاری، ترجمہ کی زبان

،ترجمہ کا متن اور اس کی معنویت ترجمہ کے اجزا ہیں۔ ذریعہ اور ترجمہ دونوں کے اجزا کا انفرادی مطالعہ علم ترجمہ کا سائنسی مطالعہ ہوسکتا ہے۔ یہ عمومی تصورات سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔

ترجمہ میں تلافی Compensation

نثر ہو یا نظم ترجمہ کے عمل میں ان کی دشواریاں ترجمہ نگار کو پیش آتی رہتی ہیں۔ ذریعہ کی زبان میں ذریعہ کا متن میں ایسے اجزا ہو سکتے ہیں جو قابل ترجمہ نہ ہوں۔ اس مجبوری کے باوجود ترجمہ نگار ترجمہ کی زبان سے ترجمہ کے متن میں ایسی لغت کا استعمال کرتا ہے جو اصل متن کے لفظوں کے متبادل تو نہیں ہوتی مگر معنویت کا ابلاغ تو کر جاتی ہے۔ مثال کے طور پر شمس الرحمٰن فاروقی اپنے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' میں لکھتے ہیں:

''جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔''

اسی تصور کو وہ ناول کے ترجمہ The Mirror Of Beauty میں اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

"Who can harm,whom God desires."

درج بالا مثالوں دو مختلف مثالوں کی لغت اور پیش کاری کے انداز کا فرق ہے جس کی ناول نگار مترجم نے بڑے سلیقے سے تلافی کر دی ہے۔ خاص طور سے رکھے، چکھے۔ کو Harm اور Desire کی لغت علم ترجمہ میں تلافی کا عمل ہے۔ جہاں واقعتاً ضرورت ہو اس سہولت سے استفادہ بہت ہی احسن سمجھا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مترجم اس سہولت کی وجہ سے نا قابل ترجمہ متن کو قابل ترجمہ بنا دیتا ہے اور ابلاغ کا عمل جاری رہتا ہے۔

اجزا کا تجزیہ Componential Ananlysis

کسی مخصوص لفظ کے معنوی اجزا کو اجزا کا تجزیہ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر لباس کے اجزا میں کپڑا دھاگہ سلائی کٹائی مشین اور درزی کے علاوہ بٹن وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جب بھی کسی متن کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس کے اجزا کے تجزیہ سے ترجمہ میں ابلاغ کامل کا معیار حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ تجزیہ ایک چیز کے تجزیہ سے دوسری چیز کے تجزیہ تک مختلف ہوسکتا ہے۔ اس کا انحصار زیر تجزیہ متن کا سیاق وسباق ہے۔ مثال کے طور پر گھر کے سیاق وسباق میں دروازہ سے مراد گھر کا

دروازہ ہوسکتا ہے اور ہوائی جہاز کے دروازہ سے مراد ہوائی جہاز کا دروازہ ہوسکتا ہے۔

لفظوں کی ثقافت Culture of words

جس طرح کسی آبادی میں معاشرتی ثقافت لازمی جزو ہوتی ہے اسی طرح ہر زبان میں ہر لفظ کی ثقافت لازم ہوتی ہے۔ اس اصطلاح کا تعلق درج بالا اصطلاح کے ساتھ بھی جوڑا جاسکتا ہے۔ تاہم درج بالا تصور جزو کاری کے سادہ ترین تصور پر مبنی ہے جبکہ لفظوں کی ثقافت مجموعی سیاق و سباق میں عملی انداز میں پیچیدہ لگتی ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اردو، ہندی اور فارسی کے لفظ گاؤ کی ثقافت کا تعین ہزاروں لاکھوں لفظوں میں یا متغیروں Variables میں کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر گوالا، گئوتر، گوبر، گامن اور بے شمار ثقافتی متغیرے لفظوں کی ثقافت کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ راقم الحروف کی زیر طبع کتاب ''فنِ ترجمہ نگاری: لفظوں کی ثقافت کا نظریہ اور ترجمہ کامل'' پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی ابواب میں لفظ گنا اور گائے پر ''لفظوں کی ثقافت کا نظریہ'' کے تجربات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ تاہم یہ تو مستقبل اور ماہرین کا کام ہے کہ وہ اس کاوش کو مانتے ہیں یا ردّ کرنے کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ کچھ بھی ہو اس موضوع پر علمی بحث ضرور رہے گی۔

کمپیوٹر کے تراجم Computer assisted translation

انسانی ترجمہ اور مشینی ترجمہ مختلف ہوتے ہیں۔ دونوں طرح کے تراجم کا مقصد ترجمہ ہی ہوتا ہے۔ انسانی ترجمہ انسانی جذبات واحساسات اور جمالیات کی وجہ سے پیچیدہ Complex ہوسکتا ہے۔ ادب میں پیچیدہ کی اصطلاح ہرگز منفی معنویت نہیں رکھتی بلکہ اس سے مراد ان گنت نقوش اور بے شمار رنگ اور متن کے اجزا ہوتے ہیں۔ اس کے موازنہ میں مشینی ترجمہ معین Fixed ہوتا ہے۔ اس ترجمہ کو انسان ہی معین کرتے ہیں اور از خود اس میں لچک کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اس طرح کے تراجم دور دراز کے لوگوں کے لیے ہوتے ہیں تاکہ وہ اگر مکمل طور پر نہیں تو جزوی طور پر ابلاغ سے استفادہ ہوں۔ مشینی تراجم طبعی علوم Physical Sciences کے لیے زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ جبکہ فنون لطیفہ میں ان کی افادیت مدد کرنے کی حد تک تو درست ثابت ہوسکتی ہے مگر اس کا کلی جذباتی ،نفسیاتی اور جمالیاتی ابلاغ ممکن نہیں ہوسکتا۔

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

اشتقاقی معنویت Connotative Meaning

فطرت کے دامن میں جب کوئی مظہر ہر وقوع پذیر ہوتا ہے تو نہ صرف وہ اپنی لغت تعبیر کرنے کا تقاضا کرتا ہے بلکہ اس کی توسیع کی بھی۔ مثال کے طور پر چاند مہینے کے کچھ دنوں میں ظاہر ہوتا ہے اور دیگر۔ کچھ دنوں میں مسلسل بڑا ہوتا رہتا ہے اور پھر گھٹتا رہتا ہے۔ یہ مکمل طور پر ایک آسمانی Celestial عمل ہے مگر انسان زمین پر اس کا مشاہدہ مختلف انداز میں کرتے ہیں۔ طبعی سائنس میں مطالعہ کی نوعیت خالصتاً طبعی یا حقیقی ہوتی ہے۔ علم نجوم کے لوگوں کے لیے اس کی تشریحات بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ فنون لطیفہ میں تو اشتقاقی معنویت کا بہت ہی عمل دخل ہوتا ہے۔ خاص طور سے شعری اور نثری ادب میں تو چاند محبوب ترین کردار کا روپ بھی دھار لیتا ہے اور تشبیہ واستعارہ کی اقدار بھی حاصل کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر احمد ندیم قاسمی رقم طراز ہیں:

چاند جب دور افق میں ڈوبا
تیرے لہجے کی تھکن یاد آئی

سیاق وسباق Context

عمومی زبان میں لفظوں کے معنی بھی عمومی General نوعیت کے ہوتے ہیں مگر جب وہ کسی خاص علم کی شاخ سے متعلق مخصوص ہو جاتے ہیں تو ایسے لفظوں کو اصطلاحات کہا جاتا ہے۔ علم ترجمہ میں سیاق وسباق سے مراد وہ ماحول اور اسباب ہیں جو کسی خاص واقعہ، معنی یا مظہر کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کشتی کے سیاق وسباق میں دریا کا دامن اور پانی کا بہاؤ شامل ہے۔ اسی طرح دروازہ کے سیاق وسباق میں گھر، ریل گاڑی، بس، جیپ کار اور ہوائی جہاز شامل ہیں۔ اگر چہ سیاق وسباق کسی اصطلاح کے معنی کا تعین نہیں کرتے پھر بھی اس کا تعلق سیاق وسباق سے قائم رہتا ہے۔ سیاق وسباق تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور یہ متعین یا معین نہیں ہو سکتے۔ البتہ ابلاغ کے جس مقصد کے لیے لکھا جائے اسی کیلئے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ دروازہ ہی کی مثال کو لے لیجیے تو کہا جا سکتا ہے کہ میرے دل کے دروازے آپ کے لیے کھلے ہیں۔ اس جملہ میں سیاق وسباق عمارتوں اور مشینوں کے سیاق وسباق سے بدل کر رہ گیا ہے۔ مثال کے طور پر حال گیا احوال گیا دل کا نہ خیال گیا۔ اس جملہ میں حماقت، بے پروائی، لاغرضی، خودغرضی، کاہلی، سستی وغیرہ کسی کی

بربادی کے سیاق وسباق ہیں۔ کسی کا کچھ بھی نہ رہا مگر پھر بھی دل ہی کی حماقتوں کے لیے اس کا کہا مانا۔

معنوی برابری Equivalence

جب ترجمہ کار ذریعہ کی زبان میں ذریعہ کے متن کو مکمل طور پر فہم کر کے ترجمہ کی زبان اور ترجمہ کے متن میں اسی طرح پیش کر دیتا ہے تو اسے معنوی برابری کہتے ہیں۔ دراصل یہ تصور لسانیات کی اصطلاح ہے اور ترجمہ کے سیاق وسباق میں اس تصور پر بہت زیادہ تحقیق کی جا چکی ہے۔ خاص طور سے ماہرِ لسانیات مفکر ساسر Sassure، جیکب سن رومن Jakobson Roman، یوجین نیڈا Eugine Nida نے ان تصورات پر سیر حاصل تحقیق پیش کی جو جدید لسانیات میں نظریات کے طور پر مطالعہ کیے جاتے ہیں۔ راقم الحروف کی کتاب ''فن ترجمہ نگاری: نظریات'' میں گیارھواں باب اسی موضوع پر ہے۔ اس باب کا عنوان ترجمہ میں متن کے مساوی معنویت ہے۔ ساسر کا خیال تھا کہ ایک زبان کے لفظوں کی ساخت اور اس کے جملوں کی ساخت کو پیش نظر رکھ کر اگر ترجمہ کیا جائے تو ترجمہ اصل متن کے قریب تر پہنچ سکتا ہے۔ ہم اسے ذریعہ کے متن میں معنوی برابری یا مساوی معنویت کا نام دے سکتے ہیں۔ جیکب سن نے دریافت کیا کہ اصل متن اور ترجمہ کی معنویت میں ترجمہ نگار کو برابری کا معیار قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح دو زبانوں کے لفظوں اور جملوں کی ساخت کے علاوہ ایک زبان کے پیغام کو دوسری زبان میں مکمل پیغام کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو مرکب ''قصہ کوتاہ'' کو انگریزی زبان کے ترجمہ میں Precisely Speaking کی لغت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ زیر بحث اصطلاح کے مطابق اردو اور انگریزی مرکبات معنوی برابری کے مکمل اصولوں پر پورا اترتے ہیں۔

ترجمہ میں موازنہ، مقابلہ کا تجزیہ Contrastive analysis

علم ترجمہ میں یہ بہت ہی دلچسپ اصطلاح ہے۔ بظاہر تو لگتا ہے کہ ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن میں مختلف اجزا تلاش کیے جاتے ہیں۔ یہ بات درست ہے مگر یہ صرف طریقہ کار ہے۔ یہ طریقہ کار کا نتیجہ ہے۔ اس مشکل بات کو سمجھنے کے لیے آسان ترین مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر انگریز شاعر الیگزنڈر پوپ کہتا ہے

Thus let me live,unseen,unknown

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

Thus unlamendted let me die

Steal from the word, and not a stone

Tell where i lie

درج بالا سطروں کا ترجمہ کسی نامعلوم شاعر نے اردو میں یوں کیا ہے:

چاہتا ہوں زندگی ایسی ہو میری بسر
رنج کی کچھ فکر ہو مجھ کو، نہ راحت کی خبر
یونہی خاموشی سے بے نام ونشاں مرجاؤں میں
قبر ہی کوئی نہ ہو میری، جہاں مر جاؤ میں

اردو اور انگریزی متن کے لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی کے بعض لفظوں کے معنی، اردو کے لفظوں کے معنی سے مختلف ہیں۔ان کا مختلف ہونا اصطلاحاً موازنہ اور مقابلہ کا عمل ہے۔مختلف معنی کے لفظوں کو جملوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن میں کوئی فرق نظر نہ آئے۔ذریعہ کے متن کا معنی ترجمہ کے متن میں ابلاغ ہو جاتے ہیں۔دو زبانوں کے لفظوں کی معنویت کا فرق متن میں مفہوم میں فرق کا باعث نہیں بنتا۔مرزا اسد اللہ خان غالب ترجمہ نگار تو نہیں تھے مگر انھوں نے اسی موضوع اور مفہوم پر اشعار کہے ہیں۔

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

موازنہ اور مقابلہ کے تجزیہ میں لفظوں کے معنوی فرق کے باوجود ترجمہ کے متن میں ذریعہ کے متن کے مفہوم کو پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ترجمہ میں روایت کا تسلسل Conventionalization

روایت سے عام طور پر مراد کوئی لگے بندھے اصول، رسوم ورواج وغیرہ ہوتے ہیں۔ انھیں غیر لچک دار اصول سمجھتا جاتا ہے۔ان سے روگردانی کو ناپسند کیا جاتا ہے۔علم عمرانیات Sociology میں اس کا بطور خاص مطالعہ کیا جاتا ہے۔مگر یہ تصور یا اصطلاح ہر قسم کے علوم میں استعمال ہوتی ہے۔انگریزی ادب میں ٹی۔ایس۔ایلیٹ نے انگریزی میں روایت کے ادبی تصور کی وضاحت کی۔بظاہر تو یہ لگتا ہے کہ روایت تو ناقابل تغیر اکائی ہوتی ہے اور اس سے روگردانی کو بغاوت تصور کیا جاتا ہے مگر یہ معاشرتی تصور اور رویہ ہے۔جبکہ سائنسی سیاق وسباق میں روایت سے ایسی مراد نہیں ہے۔ہر روایت کسی دوسری روایت سے جڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے بعد تیسری چوتھی۔اس طرح روایات کے درجات آپس میں مربوط ہوتے ہیں۔گویا روایت کسی سوچ کا تسلسل ہوتا ہے جو کسی خاص انداز میں جاری رہتا ہے۔مثال کے طور پر دنیا بھر کی زبانوں میں مضمون نویسی ایک مستند روایت ہے۔مگر یہ ساری دنیا میں ایک ہی طرح کی ہے۔لغت کا انتخاب، مصنف کا اسلوب، جملوں کی ساخت، موضوعات اور مضمون کا مزاج ایک دوسرے سے مختلف تو ہو سکتے ہیں مگر مضمون کی روایت اس کا تسلسل ہے جو صدیوں سے جاری ہے اور پوری دنیا میں قابل عمل رہتا ہے۔اسی طرح ادب میں شاعری یا تنقیدی روایات تصورات کے تسلسل کو جاری رکھتی ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ جزوی طور پر ان میں تبدیلیاں بھی آتی رہتی ہیں۔پرانی روایات منسوخ بھی ہو جاتی ہیں اور نئی روایات کے خلاف مزاحمت کا سامنا بھی ہوسکتا ہے۔

ترجمہ میں معاون اصول Cooperative Principle

علم ترجمہ میں لسانیاتی تحقیق کے نتیجہ میں بہت سے معاون اصول دریافت کیے گئے ہیں۔یہ اصول ترجمہ کے عمل میں بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔ترجمہ میں ان کی وجہ سے ذریعہ کے متن کا پیغام صحت مندانہ انداز میں ابلاغ کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر درج ذیل چند ایک اصول مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔

- ☆ ترجمہ کے متن میں سکوپوس کے رجحان سے مقصد اور مفہوم کو واضح کیا جاتا ہے۔
- ☆ ترجمہ کا متن اطلاع کی پیش کش ہوتی ہے۔

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

☆ ترجمہ کا متن اطلاع کی پیش کش کو کبھی بھی قابل واپسی انداز میں پیش نہیں کرنا چاہیے۔

☆ ترجمہ کا متن اپنے دروں میں بہت ہی مربوط اور منضبط ہوتا ہے۔

☆ ترجمہ کے متن کو ذریعہ کے متن کے ساتھ بہت ہی مربوط ہونا چاہیے۔

درج بالا پانچ اصول اپنی درجہ بندی کے مطابق موجود ہیں اور ان پر سکوپوس اصولوں کا برتر اطلاق ہے۔

☆ ذریعہ کے متن میں اطلاع ترجمہ نگار تک پہنچ جائے۔

☆ ترجمہ نگار اس اطلاع کی توضیح اور تشریح کرے۔

ترجمہ کے متن میں وہ اطلاع پیش کی جا سکے۔

حصہ دار متن Cotext

علم ترجمہ کی یہ اصطلاح بہت ہی معنی خیز ہے۔ اس سے مراد متن کے ایک حصے کے ساتھ کوئی دوسرا حصہ جڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں اس سے ایک ہی وقت میں ایک کا مقصد کا ابلاغ کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں متن علیحدہ علیحدہ اپنی شناخت قائم رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔

اس جملہ کا متن بہت ہی سادہ ہے۔ کسی کو بتایا جاتا ہے کہ اس کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی پر طنز کیا گیا ہو۔ غصہ کے انداز میں کہا ہوا یہ جملہ گالی کی طرح ہے۔ اس سے سننے والے کو تکلیف میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔ اس کا حصہ دار متن یوں ہوسکتا ہے:

''ڈاکٹر کے پاس جاؤ!''

مثال کے یہ دونوں جملے ایک پیغام کا ابلاغ کرتے ہیں اور دونوں اپنی اپنی انفرادیت بھی برقرار رکھتے ہیں۔ ولیم شیکسپیئر اس صنعت کا اپنے ڈراموں میں کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ ان کے مکالموں میں کردار معنوی گہرائی اور تنوع پیدا کرنے کے لیے متن کی اس صنعت کا استعمال کرتے ہیں۔ ڈرامہ ہیملٹ میں ہیرو کہتا ہے کہ

Why would thou be breeder of sinners?

ہیملٹ درج بالا جملہ کو اس جملہ سے Co-text کرتا ہے

Get thee to a nunnery.

درج بالا مثال میں ہیملٹ کسی کردار پر طنز کرتا ہے کہ وہ گناہوں کی اولاد کیوں پیدا کرے گا۔ دوسرے جملہ کو ہیملٹ پہلے جملہ کے ساتھ Co-text کرتا ہے۔ اگرچہ پہلا جملہ مکمل معنویت رکھتا ہے مگر دوسرے جملہ میں اس سے تعلق پیدا کر دیا ہے۔ چونکہ ہیملٹ پہلے جملہ میں کسی پر طنز کرتا ہے لہٰذا دوسرے جملہ Co-text میں اس کا طنزیہ حل بھی پیش کرتا ہے۔ یعنی اسے چرچ کے خدمت گاروں میں شامل ہو کر گناہوں کی اولاد پیدا کرنے کی بجائے نیکی کے کام سیکھنے چاہیے۔

ترجمہ میں پوشیدہ غلطی Covert error

ترجمہ کار ترجمہ کے عمل سے پہلے تیاری کرتا ہے وہ ذریعہ کی زبان Source Language، ترجمہ کی زبان Target Language کا مطالعہ اور موازنہ کرتا ہے۔ وہ دونوں زبانوں اور ثقافتوں کی مماثلت، تمیز و تفریق اور امتیاز کی پیمائش کرتا ہے۔ اس عمل کو ترجمہ کی زبان میں ترجمہ کا طریقہ کار Translation Strategy کہتے ہیں۔ دراصل اس پیچیدہ عمل کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ ذریعہ کی زبان SL اور ترجمہ کی زبان TL میں دستیاب لغت اپنی معنوی اور ثقافتی لغت میں فرق کی وجہ سے پیغام ابلاغ کر دیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ ترجمہ کار دانستہ طور پر ترجمہ میں بہت ہی باریک بینی سے نازک Subtle سی غلطی کا ارتکاب کر جاتا ہے۔ ایسا اس کی بے بسی کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ دنیا کی ساری زبانیں اور ثقافتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں جبکہ خیالات میں ایک جیسا پن پیدا کر کے انھیں ساری دنیا میں ابلاغ کیا جاتا ہے۔ تاہم ترجمہ کار اس طرح کی غلطی کا ارتکاب اتنی نفاست اور مہارت سے کرتا ہے کہ عام قاری کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ دراصل علم ترجمہ میں اس غلطی کا ارتکاب مجبوری کے عالم میں جائز گناہ ہے۔ اس کا جواز یہ ہوتا ہے کہ علم یا پیغام رک نہ جائے بلکہ تھوڑی بہت لسانی گمراہی کے باوجود علم کی افادیت سے لوگ محروم نہ ہو جائیں۔ درج بالا تشریح کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ ترجمہ میں پوشیدہ غلطی Covert error ترجمہ کے عمل میں رکاوٹ اور پیچیدگی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس اصطلاح کو آلہ

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کار Instrument سمجھتا جاتا ہے۔مثال کے طور پر جنوبی افریقہ کے آنجہانی عظیم لیڈر نیلسن منڈیلا کی خودنوشت آزادی کا طویل سفر Long Walk to Freedom میں شجرۂ نسب کا باب اس اصطلاح کی سہولت اور استعمال کا تقاضا کرتا ہے۔راقم الحروف نے زیر حوالہ کتاب میں شجرہ نسب کے باب کے ترجمہ میں Covert error کا دانستہ استعمال کیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ افریقہ کے پسماندہ قبائلی نظام میں شجرہ نسب کی لغت بہت ہی مقامی Parochial ہے اور عالمی سطح پر اس کا ابلاغ بے حد دشوار ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' میں متعدد ابواب میں شجرہ نسب پیش کیا ہے۔اسی ناول کا ترجمہ انھوں نے The Mirror of Beauty کے عنوان سے کیا ہے۔اس طرح موضوعات کے تراجم کے دوران انھوں نے بھی اس جائز غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔مگر یہ جائز غلطی ترجمہ کا بہت ہی اہم آلہ کار Instrument ہے۔اس سہولت کا استعمال خاص وجوہات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور بلا وجہ تو بالکل نہیں۔ہاں البتہ علم لسانیات ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن کے درمیان Covert error کے لیے خاص لسانیاتی لغت، علامات اور اصطلاحات پیش کرتا ہے۔

براہ راست ترجمہ Covert Translation

براہ راست ترجمہ کے تصور سے تو یہ لگتا ہے کہ اس ابلاغ بالکل سیدھا سادہ اور بلا واسطہ ہوتا ہے۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ درج بالا اصطلاح کے تصور سے متضاد ہے۔ Covert error اگر ترجمہ میں پوشیدہ غلطی ہوتی ہے تو براہ راست ترجمہ میں خفیہ پن کا کیا تعلق ہے۔ان دونوں تصورات کا یہ تضاد بالکل ظاہری اور بے معنی ہے۔ہوتا یہ ہے کہ ذریعہ کے متن میں بعض اوقات پیغام بہت ہی باریک، نفیس، پیچیدہ، ناقابل تبدل وغیرہ ہوتا ہے۔ذریعہ کے متن میں یہ خصوصیات معنویت کا پوشیدہ پن پیدا کرتی ہیں۔اس پوشیدگی کا شکار معنویت کا براہ راست اظہار Covert Translation کہلاتا ہے۔ہاں البتہ جب ذریعہ کے متن کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس باریک، نفیس، پیچیدہ، ناقابل تبدل لغت کو ابلاغ کرنے کے لیے جائز اختیار اور آزادی حاصل کی جاتی ہے۔علم ترجمہ میں ترجمہ کار کی خود حاصل کردہ آزادی اور اختیار علم ترجمہ کا فراہم کردہ اصول ہے۔اردو زبان وادب میں ان تصورات کی عدم موجودگی نے فن ترجمہ نگاری کے متعلق ایسے ابہام

پیدا کیے ہیں کہ جس سے قارئین کے تصورات مسخ ہو کر رہ جاتے ہیں۔مغرب کے لسانیات کے تحقیق کاروں نے اپنی لسانیاتی تحقیق گاہوں میں تصورات پر تجربات کر کے علم ترجمہ کو نہ صرف سائنس بنا دیا ہے بلکہ رویوں پر مبنی متون کو شفاف تر انداز میں سمجھنے کا اہتمام کیا ہے۔یہ بہت ہی قابل قدر عمل ہے۔مثال کے طور پر لباس نگاری ایک ایسا موضوع ہے جو ہر ملک قوم اور ثقافت میں مختلف ہوتا ہے۔لباس نگاری کی اقدار ساری دنیا میں ایک جیسی ہو ہی نہیں سکتیں۔مگر ہندستان اور پاکستان میں خواتین کے دوپٹہ یا ساڑھی کا تصور پیش کرنے کے لیے Covert Translation کی سہولت سے افادہ کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ اگر اسی سیاق وسباق میں تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت حال میں ذریعہ کی زبان کے لفظوں کو ترجمہ کی زبان میں قبول اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔تاہم اس قسم کے تراجم سائنسی علوم، سائنسی تحقیق، معاشی تحقیق، تجارتی تحقیق، مالیاتی معاملات اور کاروباری سرگرمیوں کے تراجم زیر بحث تصور کے تحت ہو سکتے ہیں۔ان کے اختصاریے Briefs، لیف لیٹس Leaflets اور اشتہاری مواد ترجمہ کے زیر بحث اصول کے تحت ہی کیا جا سکتا ہے۔یہ مکمل طور پر وظائفی Functional متون کے لیے سہولت کار رہتا ہے۔

ترجمہ میں تخلیق Creativity

ترجمہ کی سائنس میں یہ بہت ہی دلچسپ تصور ہے۔اس کی مناسبت اور صداقت کو جانچ پرکھ کرنے کے لیے ترجمہ کی تحقیق گاہوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔اردو زبان میں ترجمہ کے متعلق دستیاب تصورات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔مگر یہ غلط ہے۔ترجمہ کی سائنس میں جس قدر تحقیق ہوتی چلی جاتی ہے اس سب کا مقصد ذریعہ کے متن کی معنویت کا کامل ابلاغ ہے۔ابلاغ اگر کامل ہو سکتا ہے تو اسے تخلیقی کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ہاں یہ درست ہے کہ شاعری کا ترجمہ بے حد مشکل ہوتا ہے۔یہ اس لیے مشکل ہوتا ہے کہ شاعر کا احساس، خیال، لغت کا انتخاب اور صنائع اور بدائع کا استعمال مکمل طور پر موضوعی Subjective ہوتا ہے۔یوں بھی معروضیت Objectivity کا شاعری جیسی مزاجی Tempramental صنف سے کوئی تعلق نہیں۔مگر علم اور اس کی مہارت اور ریاضت ترجمہ نگار میں تخلیقی صلاحیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ ذریعہ کے متن کا تخلیقی جوہر ترجمہ کے متن میں پیش کر دے۔انگریز ادیب، شاعر اور نقاد جان ڈرائیڈن John Dryden نے

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ کے اس موضوع پر بہت ہی عملی کام کیا ہے۔احمد علی کا ناول Twilight in Dehli کہانی کی اقدار اور جمالیات ونفسیات کو بہت ہی تکمیل کے ساتھ لے چلتا ہے۔اس ناول کا ترجمہ ان کہ اہلیہ بلقیس جہاں نے بڑی تکمیل سے کیا ہے۔درج ذیل انگریزی متن احمد علی کی تحریر ہے:

> The stars shine in clusters, so many of them ever so many, little bunches of light,twinkling away with a white radiance,holding court as it were. There are big stars and small stars, stars shining with a lonely lustre and stars glowing in bunches like pearls strung together in a necklace or like the forhead ornament of a beautiful brow. There are bunches of them shaped like a semi-curcular purse, and a stars shaped like a noise -ring studded on a delicate nostril. And there are stars and stars , and inside the stars are cool, green worlds, and every star in lovely maid.

احمد علی کی اہلیہ بلقیس جہاں بذات خود بہت اچھی ادیبہ تھیں۔احمد علی کے ناول Twilight of Dehli کا ترجمہ بلقیس جہاں نے کیا۔ان کے اس ترجمہ کو تخلیقی ترجمہ کے مثال کے طور پر بڑے ہی اعتماد اور سند کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ میں ثقافتی نقطہ نظر Cultural Studies Approaches

اچھا ترجمہ نگار ذریعہ کی زبان اور متن کے پس منظر میں ثقافت کا اچھا ادراک رکھتا ہے۔اسی طرح ترجمہ کی زبان اور ترجمہ کے متن میں اس ثقافت کو پیش کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔مثال کے طور پر ہندوستان میں موسم بہار کے بعد گرمیوں کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔اس موسم میں بہت سے تہوار منائے جاتے تھے اور اب بھی ان میں چند ایک کا مشاہدہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔اس کا ثقافتی سبب یہ ہے کہ سرزمین ہند جسے ہم اب پاکستان اور بھارت کی شناخت

سے پہچانتے ہیں، میں گرمیوں کا موسم فصلوں اور پھلوں کے پکنے کا موسم ہوتا ہے۔اس کی آمد کی خوشی میں میلے ٹھیلے لگائے جاتے ہیں اور تہوار منائے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر ملتانی زبان میں ''پیلھوں پکیاں وے آچنوں رل یار'' خالصتاً موسم کا ثقافتی گیت ہے۔ملتانی زبان کو سرائیکی زبان بھی کہا جاتا ہے بلکہ سرائیکی زیادہ مقبول نام ہے۔مثال کے گیت میں موسم ،روزی رزق یعنی کھانے پینے کی تمنائیں اطمینان کے ساتھ ساتھ ایک بہت ہی فطری اور سادہ ترین رومانوی فضا بھی قائم رہتی ہے۔ترجمہ میں اس طرح کی پیش کاری ثقافتی نقطہ نظر کو پیش نظر رکھ کر ہی کی جا سکتی ہے۔اردو ادب میں نظیر اکبر آبادی کی شاعری اس ضمن میں بہت ہی معنی خیز مثالیں پیش کرتی ہے۔ برسات کے بارے میں فرماتے ہیں:

کہتا ہے کوئی پیاری جو کچھ کہو سو لا دیں
زردوزی ٹاٹ بافی جوتا کہو پہنا دیں
پیڑا جلیبی لڈو جو کھاؤ سو منگا دیں
چیرا دوپٹہ جامہ جیسا کہو رنگا دیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ذریعہ کے اس متن کے ترجمہ کے لیے متعلقہ ثقافت کا نقطہ نظر، انداز، رجحان اور طریق کا سمجھنا از حد ضروری ہوتا ہے۔عہد جدید میں الیکٹرانک میڈیا یعنی کمپیوٹر انٹرنیٹ موبائل فون اور دیگر بہت سے برقیاتی سہولتوں کی وجہ سے نا صرف ثقافت میں بہت تیزی سے تبدیلیاں آ رہی ہیں بلکہ ثقافتی نقطہ نظر بھی اپنی شکلیں بدلتا نظر آتا ہے۔ثقافت چونکہ معاشرے کے ہر پہلو کے متعلق ہوتی ہے، لہٰذا معاشرے کی ہر طرح کی اقدار بنتی ٹوٹتی اور تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ترجمہ کے عمل میں زیر بحث طریق نازک، دشوار اور پیچیدہ بھی ہو سکتا ہے۔مگر یہ سب عمل علم ترجمہ کا حصہ ہے اور ترجمہ کاری کی تکمیل کے لیے ہر دشوار قدم پر کوئی نہ کوئی حل تلاش کر لینا چاہیے۔زیر بحث تصور میں لفظوں کی ثقافت کا گہرا ادراک اور اچھی پیش کاری بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔

ترجمہ میں ثقافتی رُخ Cultural Turn

علم سماجیات Sociology میں ثقافت کی اصطلاح بہت ہی اہم ، وسیع ، بسیط اور ہمہ

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

جہت ہے۔علم ترجمہ میں اس کے سیاق وسباق میں کام کرتے ہوئے بہت ہی دشواری پیش آسکتی ہے۔حوالہ کے طور پر نظیر اکبرآبادی کے درج بالا اشعار کو لے لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ثقافتی ترجمہ کاری پر ترجمہ کاری کے عمومی اصول اطلاق پذیر نہیں ہو سکتے۔جدید عہد میں لسانیات اور علم ترجمہ کے ماہرین نے اس طرح کی بندگلی کی صورت حال سے نکلنے کے راستے بھی سجھائے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں علم البشریات Anthropology، سماجیات اور دیگر بہت سے علوم کی اصطلاحات کو ترجمہ کو آلات کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ماہر لسانیات بیس نیٹ Bassnett اور لیف وَر Lefevere نے اس موضوع پر قابل قدر کام کیا ہے۔دراصل ثقافتی گہرائیوں پر مبنی متن ترجمہ کاری کے دوران روائتی طریقہ کار سے باہر لے جانا پڑتا ہے، مگر یہ ترجمہ نہ بددیانتی ہوتا ہے اور نہ بغاوت۔یہ سیدھی سی بات متن کی ترجمانی ہے جس میں ترجمہ کار اپنے انداز اور ترجمہ کے آلات اور لغت کا انتخاب کرتا ہے۔مشکل صورت حال میں اس انتخاب کو ترجمہ کار کی آزادی بھی کہہ سکتے ہیں۔تاہم یہ آزادی نہ بے مہار ہوتی ہے نہ بے لگام اور نہ بے سمت۔ متن کی اقدار کو ترجمہ کے متن میں لے چلتے Carry کرتے ہیں۔اس طرح کے طریقہ کار کو کثیر نظامی نظریہ Polysystem Theory بھی کہتے ہیں۔ترجمہ میں اس کے رخ کی تبدیلی ترجمہ نہ کرسکنے کی مشکل کا حل ہے نہ کہ اس میں بددیانتی یا بغاوت۔جرمن ماہرین لسانیات ہینز۔جے۔ ورمیر Hans. J. Vermeer نے اس طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے لسانیات کے خاص اصول وضع کیے۔ان اصولوں کے سکوپوس Skopos اصول کہا جاتا ہے۔ورمیر کے ساتھ کیتھرین ریس Katherine Reiss نے ان اصولوں کی پیش کاری میں برابر کا حصہ لیا۔

ثقافت Culture

علم سماجیات میں ثقافت سے مراد اشیا اقدار افراد کردار کے ساتھ ساتھ سماج کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔معاشرے میں مختلف مذاہب، نسلیں، زبانیں، طبقات کی اپنی اپنی اقدار ہوتی ہیں۔ان کے اپنے اپنے افعال اور وظائف Functions ہوتے ہیں۔سب کی اپنی اپنی توقعات ہوتی ہیں۔مختلف نظریات ہوتے ہیں۔ثقافتی مطالعہ میں سماج کے اندر ہم آہنگی کی فضا کے علاوہ تصادم Conflict کی صورت حال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس سیاق وسباق میں ترجمہ

کے اصول وضع کرتے ہوئے ترجمہ کے روایتی تصورات کے علاوہ تصورات کی نئی دریافت کی ضرورت ہوتی ہے۔ثقافتی پیچیدگی Cultural Complexity علم ترجمہ میں پیش آنے والی مشکلات کے حل کے لیے مختلف طریقے پیش کیے گئے ہیں۔اس طرح کی پیچیدگی میں ترجمہ کی سمت مختلف تو ہوسکتی ہے مگر متن کی اقدار سے لاتعلق نہیں۔اسی طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے علم لسانیات کے اصولوں کے اطلاق پذیری کے نتیجہ میں حل تلاش کیے جاتے ہیں۔ثقافتی مطالعہ کے نقطہ نظر Cultural Studies Approaches کا اطلاق کرنے سے ترجمہ میں دشواریاں حل ہو جاتی ہیں یا کم از کم۔اس عمل میں ثقافتی معمولات Cultural Norms کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔اس طرح ثقافتی مظاہر، علامات، رویے اور اقدار ترجمہ کے متن میں دکھائی سنائی دیتی رہتی ہیں۔اس ثقافتی عمل کو جدید لسانیات کی اصطلاح Habitus کا نام دیا جاتا ہے۔

مخصوص ثقافتی اصطلاحات Culture bound terms

ثقافت کا یہ پہلو اپنی تمام تر پیچیدگیوں کے باوجود بہت ہی سادہ ہے۔اس کی سادگی تک دسترس حاصل کرنے کے لیے کچھ ریاضت لازم ہے۔یہ ریاضت ذریعہ کی زبان، ذریعہ کا متن اور ذریعہ کی ثقافت کے فہم وادراک سے حاصل ہوسکتی ہے۔مگر یہ یک طرفہ عمل نہیں ہوسکتا۔اس کا دوسرا پہلو بھی اتنا ہی اہم ہے۔ترجمہ کی زبان، ترجمہ کا متن اور ترجمہ کی زبان و متن کی ثقافت کی سمجھ بوجھ بہت ضروری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس کی پیش کاری کی صلاحیت کا استعمال کرنے سے مخصوص ثقافتی اصطلاحات کا ابلاغ ممکن ہوسکتا ہے۔امیر خسرو کا یہ شعر زیر بحث اصطلاح کی وضاحت کے لیے بہت ہی جامع مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

خطبہ قدس ست بہ ملک قدیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درج بالا مثال ثقافتی لحاظ سے ایک مسلمان صوفی شاعر کا کلام ہے۔اس کے جملوں میں مذہبیت Religiousity ہو نہ ہو، مخصوص اصطلاح کا سہارا ضرور لیا گیا ہے۔اصطلاحاً ایسی لغت کو تلمیح بھی کہا جاتا ہے۔اس سے مراد ہے کہ شاعر کا مقصد تبلیغ اسلام نہیں۔وہ درج بالا لغت کے فیضان یعنی معنوی گہرائی اور پاکیزگی کا ابلاغ چاہتا ہے۔یہ بہت پرانی بات ہے کہ جو امیر

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

خسرو کے عہد میں نئی تھی اور آج بھی۔ یہ ایسا سچ ہے جو ہمیشہ سے سچ تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اچھے کلمات سے بات آغاز کرنا اور خیر خواہی کا پیغام پہنچانا ہمیشہ کا سچ ہے۔ مخصوص ثقافتی اصطلاحات کی ترجمہ میں پیش کاری کے تقاضے مختلف ہو جاتے ہیں۔ درج بالا مثال مخصوص ثقافتی اصطلاح کی بہترین مثال ہے مگر ترجمہ کاری میں اس کے مفہوم کا ابلاغ کے لیے پیغام کی نئی لغت کا انتخاب کرنے سے ہوسکتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں:

''قدیم زمانے سے پاکیزہ کلام ہے کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت ہی مہربان ہے۔''

امکانی حد تک مخصوص ثقافتی اصطلاحات کو پیغام کی شکل میں ابلاغ کیا جاسکتا ہے اور ترجمہ کاری کے مخصوص روایتی اصولوں سے ہٹ کر پیغام کو ابلاغ کیا گیا ہے۔

لفظی معنویت Connnotative Meanings

اس بات کی وضاحت بہت اہم نہیں ہے کہ لفظوں کے معنی ہوتے ہیں۔ ہم اپنے پیغام کے ابلاغ کے لیے ترجمہ کاری میں مناسب لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ ''مرکب Compound'' کے معنی پیچیدہ کے ہیں۔ ہم انھیں کثیر جہتی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح لفظ ''لغات Dictionary'' لفظوں اور ان کے معانی کے مجموعوں کو کہا جاتا ہے۔ علم ترجمہ میں لفظی معنویت قدیم ترین اور آسان ترین تصور ہے۔ ویسے بھی یہ تہذیبی دریافت اور حقیقت ہے کہ سب سے پہلے انسان سادہ ترین مظاہر کی سمجھ بوجھ پیدا کرتا ہے۔ ہندوستان میں جب انسانوں نے بندر کو دیکھا تو اس کی ذہانت، چالاکی، تغیر پسندی اور ایجادی Innovative رویوں کی وجہ سے اسے انسانوں سے بالا اور اعلیٰ حیثیت تسلیم کر لیا گیا۔ اسے دیوتا مانا گیا اور اس کے اظہار کے لیے ''ہنومان'' کی لغت پیش کی گئی۔

حوالہ کی معنویت Denotative Meaning

ذریعہ کی زبان اور ترجمہ کی زبان میں بہت سی لغت حوالہ کی ہوتی ہے۔ یہ براہ راست اس معنویت کو نمایاں نہیں کرتی جس کو ابلاغ کیا جاتا ہے۔ اس عمل کے لیے بالواسطہ طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ "وقت Time" کا ذکر کرتے ہی " گھڑی Watch" کا خیال ذہن میں آتا ہے۔

" کتاب Book" کا خیال آتے ہی انسان کی توجہ پڑھنے لکھنے کے عمل کی طرف چلی جاتی ہے۔ اسی طرح رات کے تصور کے ساتھ اندھیرا اور صبح کے تصور کے ساتھ روشنی حوالہ کی معنویت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ معنویت لفظوں کی معنویت Connotative Meaning سے مختلف ہوتی ہے۔

وضاحتی ترجمہ کاری Descriptive Translation Studies

علم ترجمہ کی درج بالا اصطلاح بہت ہی سادہ معنویت رکھتی ہے۔ جب کسی ایسی زبان سے ترجمہ کرنا مقصود ہو جس کی ثقافت سے ترجمہ کار مانوس نہ ہو تو وضاحتی ترجمہ کاری کا سہارا لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان کے طالب علم لاطینی، عبرانی یا سنسکرت کا ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ کے مروجہ اصولوں کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ لامحالہ وہ ذریعہ کی زبان اور اس کے متن میں موجود معنویت کو سمجھ کر اپنے انداز اور اپنی لغت میں پیش کر دیں گے۔ دراصل زیر بحث تصور کا تعلق ترجمہ میں معنویت یا پیغام کے ابلاغ کی اہمیت سے ہے نہ کہ ذریعہ کی زبان اور اس کے متن سے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں امریکی ادیب ایذرا پاؤنڈ Ezrapound چینی زبان کے تراجم کر رہا تھا۔ وہ چینی زبان و ثقافت میں برائے نام دسترس رکھتا تھا۔ وہ چینی زبان کے متن میں پیغام کو اٹھا لیتا تھا اور انگریزی زبان میں اپنی مرضی کے انداز میں پیش کر دیتا تھا۔ وہ اس آزادی کا استعمال اس لیے کرتا تھا کہ چینی زبان میں اس کی دسترس مجبوری کی حد تک کم تھی۔ مگر چینی زبان و ثقافت میں پیش کیے گئے فن پارے اس کے لیے اتنے اہم تھے کہ وہ انھیں پیغام کرنے کے لیے سب بغاوتیں کر گزرا۔ عہد جدید میں لسانیات کے بہت سے ماہرین اس طرح کی مجبوری کی صورت حال میں ترجمہ کار کو ایسی آزادیوں کی سہولت پیش کرتے ہیں۔ اس تصور کا مرکزی نقطہ نظر یہ ہے کہ ترجمہ میں ذریعہ کے متن کا پیغام ہو جائے۔ ذرا سی ناجائز آزادی کا استعمال کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وضاحتی ترجمہ؛ ترجمہ کار کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ ترجمہ کار مجبوری کے عالم میں آزادی اور انتخاب کے طریق اختیار کرتا ہے تاکہ اصل متن کی معنویت ابلاغ کر سکے۔ اس موضوع پر لسانیات پر بہت سے ماہرین نے کام کیا جن میں جیمز ایس ہومز James S. Holmes کا نام سرفہرست آتا ہے۔ اس کے بعد جیڈن ٹوری Gideon Toury، ایتا مار ایون زوہر Itamar Even-Zohar۔ اینٹن پوپووچ Anton Popovich اور آندرے لیف ور

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

Andre Lefevere نے اس موضوع پر بہت ہی معنی خیز تحقیق پیش کی۔

غیر افعالی ترجمہ Deverbalization

کوئی ترجمہ بغیر افعال کے استعمال کے نہیں ہوسکتا۔ ہر متن لفظوں اور افعال پر مبنی ہوتا ہے۔ زیرِ نظر اصطلاح میں اس سے مراد مختلف ہے۔ ایک زبان کے افعال دوسری زبان میں استعمال کرنا لازم نہیں۔ ذریعہ کی زبان کے لفظوں اور افعال کے مکمل متبادل تلاش کرنا بھی ضروری نہیں۔ متن کے افعال اور لفظوں کے نقطہ نظر کو سمجھتے ہوئے ان کی معنویت کو ترجمہ کی زبان میں پیش کر دینا غیر افعالی ترجمہ Deverbalization کہلاتا ہے۔ اس تصور کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کا متن، ترجمہ کے پیغام میں کوئی مداخلت اور رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔ ذریعہ کی زبان کے قواعد وضوابط اور متن کا رسمی پن ترجمہ کے متن پر اثر انداز نہ ہو۔ یہ تصور دبستان پیرس Paris School Of Thoughts کے مفکر اور محقق ڈینی کا سیلس کو وچ Danica Seleskovitch نے سب سے زیادہ اعتماد اور اعتبار سے پیش کیا۔ علم ترجمہ کے اس بہت ہی غیر روایتی تصور کا مرکزی نقطہ نظر یہ ہے کہ ذریعہ کے متن کے افعال اور ان کی ترکیب، جملوں کی ساخت، ترجمہ کے متن میں مخل نہ ہوں اور اصل متن کا پیغام یا معنویت براہ راست ابلاغ ہو جائے۔ تہہ لفظ مقصود یہ ہے کہ ذریعہ کی زبان کے افعال میں اس کا پیغام یا معنویت قید نہ ہو جائے بلکہ قید کرنے والے عوامل کو نظر انداز کرتے ہوئے ترجمہ میں پیغام کو آزاد کر دیا جائے۔

ترجمہ میں دشواری Difficulty

ترجمہ میں دشواری سے مراد سادہ سی بات ہے کہ اس عمل میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ذریعہ کے متن میں معنی کے بہت سے پہلو پیش نہیں کیے جا سکتے۔ بہت سے ایسے عوامل ہوتے ہیں جو اصل متن اور ترجمہ کے متن میں مختلف ہی رہتے ہیں، وہ متبادل بھی نہیں ہو سکتے اور مماثل بھی نہیں ہو سکتے۔ اس طرح کے مسائل کو ترجمہ کے مسائل بھی کہا جاتا ہے۔ دو زبانوں کی گرائمر مختلف ہوتی ہے۔ حروف جار اور حروف عطف مختلف ہوتے ہیں اس کے علاوہ دیگر گرائمری آلات Instruments بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسم ضمیر کا استعمال، تذکیر

وتانیث، واحد جمع، اسم صفت کی اقسام، اسم فاعل، اسم عدد، فاعل اور مفعول کا استعمال، مصدر، اشتقاقات، سابقے، لاحقے، حروف کی اقسام اور دو زبانوں کے صنائع بدائع ایسی دشواریاں ہیں جو کہ ترجمہ کے عمل میں ہمیشہ پیش آتی ہیں۔ دو زبانوں کے درمیان ابلاغ کے انقلاب کے عمل میں خلا پیدا ہوتے ہیں جو کو ترجمہ کار ذریعہ کے متن کے پس منظر کے فہم وفراست سے پر کرتا ہے۔ زبان کے افعال، گرائمر اور دیگر قواعد وضوابط کے فرق کے علاوہ دو زبانوں کی ثقافت کا فرق بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ تاہم اس طرح کی دشواری کا تدارک ترجمہ نگار ترجمہ کے متن میں جامعیت سے کرتا ہے۔ ترجمہ میں یہ مسائل موضوعی Subjective اور معروضی Objective بھی ہو سکتے ہیں۔ موضوعی مسائل کے ساتھ ترجمہ نگار اپنی طبیعت، تربیت اور مہارت کے زور پر نمٹ لیتا ہے۔ معروضی Objective دشواریوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کی جا سکتا بلکہ یا تو ترجمہ کی زبان میں اس کے متبادلات تلاش کیے جاتے ہیں، یا ایجاد کیے جاتے ہیں یا پھر متن کی زبان ہی کی لغت کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

عہد جدید میں نہ تو ایسی دشواریوں کے کمی ہے اور نہ ان کے حل کی۔ یہ دشواریاں بڑھتی رہیں گی اور اپنے حل کو وسعت دیتی رہیں گی۔ جدید ایجادات اور دریافتیں ترجمہ کے اس تصور کا تقاضا کریں گے تاکہ وہ سب ذریعہ کے متن میں قید ہو کر نہ رہ جائیں۔ جب کوئی معنی لمبے عرصے تک کسی متن میں قید رہتا ہے تو اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ وہ انسانی یادداشتوں سے محو بھی ہو سکتا ہے۔ وہ غیر تحریر شدہ تاریخ کی گرد میں دفن بھی ہو سکتا ہے اور اس کے مدفن کا کوئی نشان بھی کسی کو نہ ملے، ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال کے اپنے تقاضے، توقعات اور حل ہیں۔

ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ ٹوکیو یونیورسٹی میں مدرس ہیں۔ ان کی کتاب ''بنیادی اردو قواعد'' زیر بحث جدید دشواریوں سے نمٹنے کے لیے بہترین معاونت اور راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس جدید گرائمری کتاب کی اشاعت مقتدرہ قومی زبان نے افتخار عارف کی سرپرستی میں اسلام آباد پاکستان سے شائع کی۔ تاہم سہیل بلوچ کو ڈاکٹر انوار احمد کی رہنمائی اور ہدایت کی عطا تھی جس کے نتیجے میں وہ یہ کام کر گزرا۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ میں سمت Directionality

ہر ترجمہ کا متن دو زبانوں کی اولاد ہوتا ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ ذریعہ کی زبان ترجمہ کا باپ ہوتا ہے اور ترجمہ کی زبان، ترجمہ کی ماں ہوتی ہے۔ یہ بات پھر سے کہی جاسکتی ہے کہ ترجمہ دو زبانوں کی اولاد ہوتا ہے۔ایک زبان ترجمہ نگار کی اپنی ہوتی ہے اور دوسری زبان کوئی غیر، غیرملکی Foreign یا ثانوی Secondary ہوتی ہے۔دونوں زبانیں ترجمہ میں معنویت اور پیغام کی ترسیل کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ان سب کی سمت ترجمہ میں معنویت یا پیغام ہی ہوتا ہے۔عہد جدید میں مادری زبانوں میں تراجم کے امکانات بہت ہی کم رہ گئے ہیں۔کثیر ترین تراجم غیر مادری زبانوں سے اور غیر مادری کے علاوہ ہی کیے جاتے ہیں۔خاص طور پر جدید کاروبار، تجارت، بینکاری، درآمدات و برآمدات، کثیر قومی تجارتی ادارے اس طرح کے تراجم کا تقاضا کرتے ہیں اور اسی سے یہی اس ترجمہ کی سمت کا تعین ہوتا ہے۔

دستاویزاتی ترجمہ Documentary Translation

تحقیقی مضامین، تاریخی اور تجزیاتی تحریریں دستاویزات کہلاتی ہیں۔ان کی خوبصورتی یہ ہوتی ہے کہ یہ سچ پر مبنی ہوں یا نہ ہوں ان کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ان کے موضوعات درست ہیں تو ان کو درست ثابت کیا جاتا ہے۔ان کے موضوعات غلط ہوں تو ان کو غلط ثابت کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے ہر حالت میں ان پر توجہ درکار ہوتی ہے اور انھیں نظرانداز نہیں کی جاسکتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ دستاویزات میں غلطی کرنے کے عمل میں محنت، ریاضت، تجربہ، تجزیہ اور دانائی ہوتی ہے۔ یہ بہت ہی معنی خیز علمی Scientfic رویہ ہے۔ایسی دستاویزات کے تراجم کا مقصد پیغام کا ابلاغ Reporting on the communication of given text ہوتی ہے۔اس عمل میں یہ اطلاع بھی ہوتی ہے کہ اصل متن کس زبان میں تھا اور اس کے ابلاغی پیغام کو کس طرح پیش کیا گیا۔ایسے تراجم افعالی Functional ہوتے ہیں اور یہی ان کا تقاضا ہوتا ہے۔ یہ نظریہ نارڈ Nord نے ۱۹۹۱ء میں اپنے تحقیقی مقالہ Analysis in Tranlsation .Theory,Methodology and Didactic Application of a Model of Translation oriented Text Analysis. میں پیش کیا ہے۔تجارتی اور کاروباری

مقاصد کے لیے تجزیہ کاری کے علاوہ، رپورتاژ اور اشتہاری مواد کی ضرورت ہوتی ہے۔ترجمہ کا یہ تصور ان مقاصد کو پورا کرنے میں مددگار ہوسکتا ہے۔

ترجمہ میں مقامیت Domestication

ترجمہ کا پس منظر ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کا متن ہوتا ہے۔ترجمہ کے پیش منظر میں ترجمہ کی زبان اور ترجمہ کا متن ہوتا ہے۔گویا اس عمل میں ترجمہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بہت سی زبانیں اور متن اور ان کی ثقافتیں اجنبی ہوتی ہیں۔ترجمہ کی زبان اور اس کی ثقافت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن چونکہ علم ترجمہ کا کام مردہ متن کو زندہ کرنا ہے، قیدی متن کو آزاد کرانا ہے، زندہ متن کو ہمیشہ کے لیے حیات افزا کر دینا ہے۔اس لیے اجنبیت Alienation کے عنصر کو کم ترین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ ختم کر دینے کی۔اجنبیت کے اس عنصر کو Foreignization بھی کہتے ہیں۔اجنبیت اور غیرملکی ہونا ایک معنی کی لغت ہیں۔ترجمہ نگار ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذریعہ کے متن کو مقامی Domesticate کر لیتا ہے۔وہ ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کے متن میں سے پیغام کو دریافت کر کے اپنی ثقافت اور اپنی زبان میں پیش کر دیتا ہے اور ترجمہ نگار کے اس عمل کو Domestication کہا جاتا ہے۔اردو ادب میں اشفاق احمد نے ہیمنگ وے Hemmingway کے ناول "Farewell to Arms" کا ترجمہ ’’وداع جنگ‘‘ کے عنوان سے کیا ہے اور انھوں نے زیر بحث طریقہ کار اختیار کیا ہے۔اسی طرح شفیق الرحمٰن نے بھی اپنے تراجم میں اس سہولت سے فائدہ اٹھایا ہے۔اس سے بھی بڑھ کر قرۃ العین حیدر نے اپنے تراجم میں اس جائز آسانی کی بے راہ روی کا ارتکاب کیا ہے۔

صوتی ترجمہ Dubbing

یہ تصور ترجمہ کا جدید ترین تصور ہے۔اس کا تعلق فلم، ڈرامہ اور دیگر سامعی اور بصری Audiovisual پیش کاریوں سے ہے ایک زبان کی سمعی یا بصری پیش کاری دوسری زبان میں کی جاتی ہے اور اسے صوتی ترجمہ کہتے ہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ صوتی ترجمہ تحریری ہی ہوتا ہے۔ اسے اس کی تکنیک کی وجہ سے صوتی ترجمہ کہا جاتا ہے۔ذریعہ کی زبان کے متن کو ترجمہ کی زبان کے متن میں منقلب کیا جاتا ہے۔ یہ عمل تو ترجمہ کی ہر صورت میں لازم ہے۔مگر صوتی ترجمہ کے

Saqi Arbab e Zaud 0305-6406067

سیاق وسباق میں ایسے ترجمہ کو صداکار اپنے ہونٹوں کی جنبش سے پیش کرتے ہیں۔خیال یہ رکھا جاتا ہے کہ ترجمہ میں ایسے لفظ استعمال کیے جائیں جن کو ادا کرتے وقت صداکار کے ہونٹوں کی حرکت ایسے ہی ہو جیسے ذریعہ کے متن کی ادائیگی کے دوران اداکار کی ہوسکتی تھی۔دنیا میں یہ عمل بہت ہی عام ہے اور قابل قدر بھی ہے۔ہاں البتہ اس میں بہت سے اوزار، مشینیں، برقی نظام اور سافٹ وئیر استعمال کیے جاتے ہیں۔اس عمل میں بہت سے انجینئرز اپنے اپنے شعبے میں مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اس کام سے وابستہ ہوتے ہیں۔اصل مقصد ترجمہ میں پیش کاری کے دوران مکالمات کی ادائیگی اور ہونٹوں کی حرکت کے درمیان بہترین ربط Coordination، توازن Balance اور تحرک Motion ہوتا ہے۔

ترجمہ میں حرکی مساوات Dynamic Equivalence

اس تصور کے مطابق ذریعہ کے متن کا پیغام ترجمہ کے متن میں اس طرح ابلاغ کیا جاتا ہے کہ پیغام کو وصول کرنے والا ایسے محسوس کرتا ہے جیسے اس نے ترجمہ کی بجائے اصل متن سے پیغام وصول کیا ہو۔اس اصول کا تعلق علم ترجمہ میں تاثرات کے عناصر سے ہے۔ذریعہ کے متن کے پیغام کو ترجمہ میں اسی پیغام کو تاثر سے ابلاغ کر دیا جائے جو تاثر ذریعہ کے متن میں موجود تھا۔اس تصور پر یوجین نیڈا Eugine Nida اور وینوتی Venuti نے بہت ترقی یافتہ تحقیق کی۔یہ تصور انیسویں اور بیسویں صدی ساسر Sassure نے آغاز کیا۔اس کے بعد جیکب سن رومن Jakobson Roman نے بیسویں صدی کے اختتام پر سائنسی انداز میں اس اصطلاح پر قابل قدر کام کیا۔

تجرباتی ترجمہ Empirical studies Of Translation

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے نظریہ Theory جنم لیتی ہے اور اس کے بعد عمل Practice۔ان دونوں کے نتیجہ میں اطلاق پذیری Application کا مرحلہ آتا ہے۔علم کے بہت سے میدان ایسے ہوتے ہیں جو ٹھوس حقائق سے بھرے ہوتے ہیں۔ان ٹھوس حقائق کے مطالعہ کو تجرباتی مطالعہ Empirical Studies کہتے ہیں۔اس عمل کے لیے جو اصول اطلاق کیا جاتا ہے اسے تجربیت Empiricism کہتے ہیں۔عام طور پر اس انداز کی ضرورت طبعی علوم

Physical Sciences میں پیش آتی ہے۔کسی ٹھوس حقیقت کے متعلق شک Doubt کا سا اظہار کیا جاتا ہے۔اس کے بعد تجسس کا مرحلہ آتا ہے اور پھر تحقیق کا تجرباتی عمل شروع ہوجاتا ہے۔مختلف علوم کے تراجم کے مختلف طریق Stratgies اختیار کی جاتی ہیں۔علم ترجمہ میں تجرباتی ترجمہ Empirical studies of Translation کو وضاحتی ترجمہ Descriptive translation studies کا متضاد بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔اس سے اس تصور کو سمجھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ترجمہ کا مقصد صرف اور صرف حقائق کی تشریح ہے جو تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ محض خیال اور نظریہ پر۔اس تصور کے بانی ماہر لسانیات سائنس دان چیسٹر مین Chesterman ہیں۔

ترجمہ میں اختیار Empowerment

طالب علم استادوں کے تجویز کردہ اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔اس کا سبب استادوں کا علم اور تجربہ ہوتا ہے۔مگر کیا یہ درست ہے کہ استاد کا علم اور تجربہ ہر چیز کے متعلق درست ہو۔اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ استاد کا علم اور تجربہ غلط ہوسکتا ہے تو طالب علم اس کی پیروی کرتے ہوئے غلطیاں ہی کرے گا۔وہ گمراہ ہوسکتا ہے۔وہ بے معنی اور بے منزل سفر پر گم ہوسکتا ہے۔ماہر لسانیات کیرالے Kiralay نے یہ تصور پیش کیا کہ استاد اور طالب علم کے درمیان رہنمائی اور پیروکاری کا رشتہ مشکوک بھی ہوسکتا ہے۔ایسی صورت حال میں استاد کے نقطہ نظر کو تحقیقی ذہن سے سمجھا جائے اور اس میں غلطی کا امکان ہو تو پھر اپنے راستے کا انتخاب اپنے اختیار Empowerment سے کیا جائے۔اس اختیار کے پس منظر میں غلطیوں کے امکانات کو کم از کم کر دینے کا اصول کارفرما ہے۔اس مقصد کے لیے بہت سے مطالعات Approaches and Programmes پیش کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے غلطی پر غلطی، اور غلطی در غلطی کا امکان کم از کم ہوسکتا ہے۔یہ مطالعات اور پروگرام استاد کی رہنمائی کا تجزیہ بھی کرتے ہیں اور طالب علم کے اختیار Empowerment کا بھی۔اس انداز میں یہ طریق بہت ہی باوقار اور معروضی طریقہ کار Objective / Scientfic Mehtod ثابت ہوتا ہے۔مختلف زبانوں اور ان کی ثقافتوں کی پیچیدگی کو مناسب انداز میں کم کیا جاسکتا ہے۔یہ نقطہ نظر مغربی Western مفکرین کی روایت پرستی کے خلاف ردعمل کے طور پر بھی

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

پیش کیا گیا۔اس تصور کی پیش کاری کیرالے Kiralay کے علاوہ تماکوزکو Tymoczko نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ترجمہ کی روح Essentialism

چیزیں روح ہوتی ہیں یا جسم؟ یہ تو ایک معمہ ہے۔یہ معمہ غیر علمی ہے بلکہ لغو اور فضول ہے۔ہر چیز روح بھی ہوتی ہے اور جسم بھی۔دونوں میں کسی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔یہ لازم و ملزوم ہیں۔علم ترجمہ میں جسم سے مراد متن Text اور روح سے مراد Essence ہوتی ہے۔علم ترجمہ کے حوالے سے لفظ اس اہمیت کے حامل نہیں ہیں جو انھیں مذہب، اخلاقیات اور انسانیت کے سیاق وسباق میں حاصل ہے۔علم ترجمہ کا مطلب ترجمہ کا علم ہے نہ کہ مذہب، اخلاقیات اور فلسفہ وغیرہ۔عہد جدید میں یہ صورت حال بار بار پیش آسکتی ہے کہ ذریعہ کے متن کو ترجمہ کے متن میں پیش کرنا دشوار ہو۔اس طرح کی دشواری کا حل ذریعہ کے متن کی روح Essence کو ترجمہ کے متن میں پیش کرنے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔یہ ایک طرح کا تشریحی بلکہ توضیحی Descriptive ترجمہ ہوتا ہے جس میں محض معنویت کا ابلاغ ترجمہ کا بنیادی اصول ہوتا ہے۔

ترجمہ کی اخلاقیات Ethics

دنیا میں مختلف لوگ رہتے ہیں۔ان کی نسلیں مختلف ہیں۔وہ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ان کے رہن سہن کے انداز جدا جدا ہیں۔لباس اور خوراک مختلف ہیں۔خوشیوں اور غم کے منانے کے انداز علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔گویا ہر کسی کی ثقافت دوسروں کی ثقافت سے مختلف ہوتی ہے۔ایک ثقافت کی معنویت کو دوسری ثقافت میں پیش کرنا دشوار عمل ہے۔ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ثقافت کی درست بات دوسری ثقافت یعنی ترجمہ کی ثقافت میں غلط انداز میں پیش کی جائے۔اگر ایسا ہو تو یہ سراسر بد دیانتی ہوگی۔ترجمہ کے عمل میں مذکورہ دیانت کا اہتمام کرنا ترجمہ کی اخلاقیات Ethics کہلاتا ہے۔سب سے پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک ثقافت کی معنویت کو ترجمہ کی ثقافت میں درست ابلاغ کیا جائے اور کسی قسم کی بد دیانتی کا ارتکاب نہ ہونے پائے۔ایک ثقافت میں مذاہب کی اقدار کی پیش کاری کے دوران اگر بد دیانتی کا مظاہرہ کیا جائے تو اس سے انسانوں کی دل آزاری ہوگی اور علم کا عالمی تصور Universal concept of Knowledge

کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دے گا۔ترجمہ جن لوگوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے وہ اس ترجمہ کے گاہک ہوتے ہیں۔اگر ترجمہ نگار دو زبانوں کا آڑھتی Mediator ہے تو اسے گاہک کے ساتھ کسی قسم کی بد دیانتی کے ارتکاب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔اس کے علاوہ ترجمہ میں سوچ اور فکر کی قدروں کو ابلاغ کیا جاتا ہے۔اگر اس عمل کے دوران بد دیانتی کا مظاہرہ کیا جائے تو یہ تو ایسے ہی ہے جیسے نیکیوں کا منہ کالا کر دیا جائے اور ان کے نقوش مسخ کر دیے جائے۔اس سے بڑی بداخلاقی اور کیا ہوسکتی ہے۔مزید برآں ترجمہ کا عمل خاص معمولات Norms کے رہنمائی میں کیا جاتا ہے۔یہ معمولات ترجمہ کے مطالعہ کرنے والوں کی توقعات ہوتی ہیں۔ان توقعات میں کمی بیشی کر کے ترجمہ نگار غیر اخلاقی اقدام کا شکار ہو جاتا ہے۔ترجمہ کے عمل میں جو بھی مشکل یا دشواری ہو اس سب کے باوجود ذریعہ کے متن کا پیغام ترجمہ کے متن میں ہر حال میں درست انداز میں پیش کیا جانا چاہیے۔اس موضوع پر ماہر لسانیات اور ترجمہ چیسٹر مین Chesterman، برمن Berman، وینوتی Venuti اور پائم Pym نے بہت ہی جدید خیالات پیش کیے ہیں۔

ترجمہ میں مہارت Expertise

ترجمہ کار کے لیے اس کام کی ریاضت بہت ضروری ہوتی ہے۔وہ جتنا اچھا ترجمہ کار ہوتا ہے اسے اتنا ہی ماہر بھی ہونا چاہیے۔دو زبانوں کا بہت اچھا ادراک ہونا چاہیے۔دو ثقافتوں کا بہترین فہم ہونا چاہیے۔وہ جب کثیر ثقافتی Multi Cultural تراجم کر رہا ہو تو اسے کسی دشواری سے نمٹنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور وہ اصل متن کا پیغام لے کر ترجمہ کے قاری تک پہنچ جائے۔اس سادہ سی تعریف کو علم ترجمہ کی زبان میں ترجمہ میں مہارت Expertise کا نام دیا جاتا ہے۔ترجمہ نگار کے لیے وجدانی ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ دوران ترجمہ ہر چیز کا ناپ تول اور گنتی پیمائش نہیں کر سکتا۔وہ علمی روایات کا اچھا طالب علم ہو اور ترجمہ کاری میں ان کا عامل Practitoner بھی۔اس موضوع پر ماہر لسانیات و ترجمہ کیرالے Kiralay نے بہت ہی بسیط تحقیق کاری کی ہے۔

ترجمہ میں نمایاں کاری Explicitation

بعض اوقات ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جس میں ذریعہ کے متن میں معنویت

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

پوشیدہ ہوتی ہے، پیچیدہ ہو سکتی ہے، اجنبیت کا شکار ہو سکتی ہے، ناقابل وضاحت Incomprehensible ہو سکتی ہے۔ ایسا اس کا زبان کی لغت، گرائمر اور جملوں کی ساختوں کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں ترجمہ نگار اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچیدہ متن میں سے پیغام کو آسان کر لیتا ہے۔ یہ آسانی زیر مطالعہ اصطلاح کا عملی نتیجہ ہے۔ اس مقصد کے لیے ترجمہ نگار شعوری طور پر مختلف طریق Translation Techniques اختیار کرتا ہے۔ سب سے پہلے بلوم کلکا Blum-Kulka نے اس تصور کو پیش کیا۔ اس کی دلیل بہت ہی زوردار اور مضبوط تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ترجمہ کار چیزوں کی معنویت کو اتنا نمایاں کرتا ہے کہ وہ آفاقی پہچان اور افہام و تفہیم کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اس کے خیالات سے اتفاق کرنے والے ترجمہ کے مفکرین کو Universals of Translation کہا جاتا ہے۔ اس کے خیالات کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے جب وہ چند ایک بہت ہی پیچیدہ حل طلب سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ مثال کے طور پر جملہ میں ابہام ambiquity کی صورت حال سے کیسے نمٹا جائے۔ جملوں Syntax کی ساختوں میں پیچیدگیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ دو زبانوں کے درمیان لغت Semantics کی پیچیدگیوں کو کیسے آسان کیا جائے۔ ثقافتی اصطلاحات Culture-bond terms کو تراجم میں کس طرح آسان ترین اور قابل فہم انداز میں پیش کیا جائے۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ دو ثقافتوں کے درمیان معنویت کے فاصلوں کو کیسے کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے نظریات کے پیروکاروں میں وینے Vinay، ڈاربل نیٹ Darbelnet اور مارانن Mauranen زیادہ نمایاں ہیں۔

ترجمہ میں روانی Fluency

تحریر میں روانی تحریر کی جان اور روح کی طرح ہوتی ہے۔ ہر تحریر قاری کے لیے لکھی جاتی ہے۔ قاری کے لیے اس کی فہم کو آسان بنانا مصنف اور ترجمہ کار کا فریضہ ہوتا ہے۔ جس تحریر میں جتنی پیچیدگیاں ہوں گی اس میں روانی کا عنصر اتنا ہی کم ہوتا جائے گا۔ تحریر میں پیچیدگیوں کو کم کرنا قاری کے لیے سمجھ بوجھ میں رکاوٹیں کم کرنے کی طرح ہے۔ دراصل مصنف یا ترجمہ کار اپنے موضوع پر جتنی فکری صفائی Clarity رکھتے ہوں گے اسی تناسب سے تحریر میں پیچیدگیاں کم ہوں گی اور روانی بھی زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ رواں تحریر بہتے ہوئے پانی کی طرح ہوتی ہے جو رکتا بھی

نہیں، چلتا ہی رہتا ہے اور ختم بھی نہیں ہوتا۔ پہلی لہروں کے گزر جانے کے بعد دوسری لہریں ان کی جگہ لے لیتی ہیں اور یہ عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ تحریر میں معنویت بہتے پانی کی روانی کی طرح ہے۔ اس کے بغیر معنویت رکی رکی، بے ربط، بے ضبط یا شاید بے کار بھی ہو سکتی ہے۔ تحریر میں روانی کے لیے مصنف یا ترجمہ کار کے ذہن میں اس کے موضوع کا شفاف ترین تصور ہوتا ہے جسے وہ اپنی مہارت نہایت رواں انداز میں پیش کر دیتا ہے۔ اس کے لیے اسے مختلف زبانوں پر خاص دسترس حاصل ہوتی ہے۔ زبانوں کے قواعد و ضوابط کے مسلسل مطالعہ اور استعمال کی ریاضت کرتا رہتا ہے۔ لغت کا انتخاب معنی کے ابلاغ کے حوالے سے کرتا ہے۔ جملوں کی ساخت سادہ ترین انداز میں کرتا ہے۔ مصنف یا مترجم شعوری طور پر درج بالا عوامل کا خاص خیال رکھتا ہے۔ یہ شعوری عمل اس قدر بے ساختہ اور فطری ہو جاتا ہے کی جملوں کی ساختیں بھی اسی طرح کی لگتی ہیں۔ ان اقدار کے حاصل کرنا مصنف یا ترجمہ کار کی فن معراج ہوتی ہے۔ شعوری عمل میں بے ساختگی اسے فطری پن عطا کرتی ہے۔ اردو ادب میں شاعری اور نثر میں اس کی بہت سی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں۔ ترجمہ کاری میں روانی قاری کے لیے آسانی ہوتی ہے۔ ترجمہ کار اسے آسانی کی سہولت فراہم نہیں کرتا تو یہ غیر اخلاقی عمل بھی ہے اور ترجمہ کار کی ناکامی بھی۔ جب کوئی ترجمہ کار متن میں موجود پیغام کو روانی سے ترسیل نہ کر سکے تو اسے قاری کو اپنے ناکام ترجمہ میں مصروف کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ رواں ترجمہ میں ترجمہ کار غیر نمایاں Invisible انداز میں موجود رہتا ہے۔ گویا وہ قدم قدم پر ترجمہ کے متن میں سے دشواریاں اور پیچیدگیاں Complexities دور کرتا رہتا ہے۔ غیر رواں ترجمہ ذریعہ کی زبان، اور ترجمہ کی زبان، دونوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ دونوں زبانوں کی لغت اور معنویت پر ابلاغ کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ ذریعہ کے متن میں پیغام کچھ اور ہو اور قاری ترجمہ کے متن میں کوئی اور پیغام وصول Receive کرے۔ اس موضوع پر ماہر لسانیات وینوتی Venuti نے بیش قیمت کام کیا ہے۔ رواں ترجمہ کی بہت سے اچھی مثالیں اردو ادب میں سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ ظ۔ انصاری نے فیودور دستوئیفسکی کے ناول جرم و سزا Crime and Punishment کا بہت اچھا ترجمہ کیا، جس کی مثال درج ذیل ہے۔

”ماں کے خط سے اسے بڑی اذیت پہنچی تھی، لیکن جہاں تک اہم ترین چیز کا،

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

سبب سے خاص نقطے کا تعلق تھا تو اس میں ایک منٹ کے لیے بھی کوئی شک نہیں تھا، اس وقت بھی نہیں جب وہ خط پڑھ رہا تھا۔ معاملے کا سب سے اہم لب لباب اس کے دماغ میں طے ہو چکا تھا اور قطعی طور پر طے ہو چکا تھا: ''نہیں ہونے کی یہ شادی جب تک میں زندہ ہوں، اور جہنم میں جائیں لوژین صاحب!''

ترجمہ میں اجنبیت Foreignization

بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ ترجمہ کار کوئی ایسا کرشمہ دکھاتا ہے تو ترجمہ کے متن میں اجنبیت کا عنصر نمایاں ہو جاتا ہے۔ علم لسانیات کی اصطلاحات میں یہ معنویت درست نہیں ہے۔ چونکہ دنیا میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں، بہت سے ثقافتیں ہیں، اس سے زیادہ قبائل ہوتے ہیں۔ ذریعہ کے متن میں اس کی ثقافت اور قبائلی طبقات کے اصل Origins موجود ہوتے ہیں۔ یہ بہت ہی خاص اور مخصوص ہوتا ہے جسے آسانی سے عام نہیں کیا جا سکتا۔ ترجمہ کا متن اس قسم کے متن کو مزاحمت Resistance پیش کرتا ہے۔ یہ مزاحمت متن کی اجنبیت کو مانوسیت Familiarity میں بدل دینے کی کوشش ہوتی ہے۔ علم لسانیات اور علم ترجمہ کے تصورات میں ایسے عمل کو ترجمہ میں اجنبیت Foreignization کہتے ہیں۔ ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کے متن کو کسی اجنبی زبان اور متن میں پیغام کر دیا جاتا ہے۔ متن کے تصورات کے شفافیت Clarity اور روانی Fleuncy اجنبیت کے عنصر کو کم کرتی ہے۔ خالصتاً سائنسی انداز کے مطابق اجنبیت Foreignization کا تصور مقامیت Domestication کے بالکل متضاد ہے۔ دونوں تصورات باہم متضاد ہونے کے باوجود ترجمہ کے ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش ہیں، یعنی پیغام کی ترسیل۔ اس تصور پر ماہر لسانیات لارنس وینوتی Lawrence Venuti نے بہت ہی اہم تحقیق کی ہے۔

آزاد ترجمہ Free Translation

علم ترجمہ میں جب بھی آزاد ترجمہ کا ذکر ہوگا تو لفظی ترجمہ کا تصور فوری طور پر ذہن میں آئے گا۔ دراصل یہ دونوں متوازی تصورات ہیں اور ایک دوسرے کے متضاد اپنی اپنی تشریح کرتے ہیں۔ ترجمہ میں دیانت داری کا تصور روائتی اقدار کے مطابق لفظی ترجمہ کی طرف لے جاتا

ہے۔ عہد جدید میں ماہر لسانیات نے ترجمہ میں دیانت داری کا انقلابی تصور پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذریعہ کے متن میں سے معنی کی ترجمہ میں ترسیل اصل دیانت داری ہے۔ ایک متن کا پیغام کا ترسیل ہو جانا ترجمہ میں دیانت داری کہلاتا ہے۔ جب کہ روائتی طور پر متن میں لفظ لفظ اور معنی معنی کے ترجمہ دیانت داری کا اصول کہلاتا تھا۔ چونکہ آزاد ترجمہ میں پیغام کی ترسیل کو اصل ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ذریعہ کے متن کی بہت سی اقدار کو دانستہ طور پر بلکہ علمی طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لفظی ترجمی اور آزاد ترجمہ کے موازنے اور مقابلے کی بحث ہمیشہ نا قابل اختتام رہی ہے۔ یہ بحث علمی اقدار کے پیش نظر مستقبل میں بھی جاری رہے گی۔ ہاں البتہ لفظی ترجمہ کی قباحتوں کو کم کرنے کیے آزاد ترجمہ کے سائنسی اصول پیش کیے گئے ہیں۔ لفظی ترجمہ میں تحکم Hegemony کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ علم میں حاکمیت کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ آمریت اور معنویت لفظی ترجمہ میں ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ انسانیت کے خلاف ان قباحتوں کا علاج آزاد ترجمہ کے تصور میں پیش کیا گیا ہے۔ آزاد ترجمہ معنوی مساوات کا اصول ہے۔ معنوی برابری کا تاثر پیدا کرتا ہے اور اسے ثابت کرتا ہے۔ چار سو سال قبل مسیح سے سینٹ جیروم Saint Jerome کہہ رہا تھا کہ آزاد ترجمہ لفظی ترجمہ سے مختلف ہوتا ہے۔ اس میں معنی کو ترسیل کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اس طرح کی آزادی کو بد دیانتی یا برا ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر ترجمہ کا اصل نتیجہ معنی یا پیغام کا قاری تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس نا قابل اختتام موضوع پر برخوداروف Barkhudarov اور چیسٹر مین Chesterman نے سیر حاصل تحقیق کی ہے۔

فعالی تصورات Functional Approaches

مختلف علوم میں کچھ اصول بنا دیے جاتے ہیں۔ ان اصولوں کا اطلاق موضوعات پر کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ پر بحث، تنقید یا تائید و تردید پیش کی جاتی ہے۔ اس سارے علمی عمل کا ثمر یہ ہوتا ہے کہ نتائج تک پہنچنا بے حد آسان ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی سانچے میں کوئی مواد ڈال دیا جائے اور وہ مواد کسی خاص شکل کو اختیار کر لے۔ بالکل اسی طرح علم ترجمہ میں بھی فعالی نظریات و تصورات Functional Approaches پیش کی گئی ہیں۔ ان نظریات کی بنیاد علم لسانیات فراہم کرتا ہے اور علم ترجمہ میں ان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ ترجمہ میں معنوی برابری

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

Equivalance ترجمہ کو فعالی سہولت فراہم کرتا ہے۔اسی طرح سکوپوس اصول Skopos مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ترجمہ میں تحرک Motion کا نظریہ اور طریقہ کار متن میں سے تحرک کی دریافت اور ترجمہ میں اس کی ترسیل کے وسیلے بتاتا ہے۔ترجمہ میں عمل Action کا نظریہ مدد کرتا ہے کہ متن میں چھپا چھپا عمل کس طرح ترجمہ میں واضح طور پر بیان کیا جائے۔ترجمہ میں کلی اکائی Thematization کا نظریہ رہنمائی کرتا ہے کہ جملہ میں لفظوں کو اس طرح ترتیب دی جائے کہ متن کا کلی مفہوم ابلاغ ہو جائے۔اس موضوع پر ''فن ترجمہ نگاری: نظریات'' میں سے کافی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ترجمہ میں معنوی تحرک کی بہترین مثالیں نظیر اکبر آبادی کی شاعری کے متن میں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔غالب کی بعض غزلیں تحرک کے بے مثال نمونے پیش کرتی ہیں۔

بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے
ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

غالب کے ہاں طاقت تحرک کا باعث بن جاتی ہے۔

میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے
ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے

مزید برآں عہد جدید میں فعالی نظریات کاروباری، تجارتی، کثیر قومی تجارتی اداروں، بینکوں جیسے مالیاتی اداروں کے لیے ترجمہ کے فعالی Functional تصورات زیادہ مفید اور اطلاق پذیر ہوتے ہیں۔خاص طور سے اشیا، خدمات، تجارت وغیرہ کی مشہوری Advertisement کے لیے فعالی آلات بہت ہی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔

ترجمہ میں جنس Gender

علم صرف انسانوں کی ایجاد و دریافت ہے۔دیگر جانداروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی رہنمائی جبلت کرتی ہے اور انسان شعور سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔عہد جدید میں مردوں اور عورتوں کے متعلق سائنسی مطالعہ کو Gender Stiudies کہا جاتا ہے۔ذریعہ کے متن میں

مرد پن Maleness یا عورت پن Femaleness کو دریافت کر کے ترجمہ میں ابلاغ کر دیا جاتا ہے۔مگر یہ عمل مختلف ثقافتوں کی وجہ سے اتنا آسان نہیں رہتا جتنا کہ بظاہر لگتا ہے۔مثال کے طور پر اردو شاعری میں محبوب کو عام طور پر مذکر کی صنف میں پیش کیا جاتا ہے۔یہ بات جانچنے کی ضرورت ہی نہیں کی جاتی کہ شاعر مرد تھا یا عورت، محبوب عورت تھی یا مرد۔یہی صورت حال فارسی شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔پنجابی اور ملتانی زبان کی شاعری بھی اس صفت سے بری نہیں ہے۔ ملتانی زبان کو سرائیکی کی لغت میں پیش کرنا زیادہ پذیرائی حاصل کر لیتی ہے۔سندھی زبان کی شاعری میں بھی ایسا ہی ہے۔ہاں البتہ عہد جدید میں بہت سے ادیب مذکر یا مؤنث محبوب کا ذکر کر دیتے ہیں۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں جب اردو ادب کے تراجم کیے جائیں گے تو محبوب کی صنف Gender کیا بیان کی جائے گی۔ذریعہ کی زبان میں اس کی تہذیب، تاریخ، معاشرت اور ثقافت محبوب کی صنف کا اظہار اور تعین کرتے ہیں۔مگر یہی اصول دوسری زبانوں میں لازمی طور پر اطلاق پذیر نہیں ہوسکتا۔اردو ادب کے انگریزی تراجم کا مطالعہ کیا جائے تو اردو کے محبوب کو Beloved کی لغت میں پیش کیا جاتا ہے۔انگریزی کا یہ لفظ عورت پن Femaleness کی معنویت کو اجاگر کرتا ہے۔دو زبانوں کی ثقافتوں کے اختلاف کے نتیجہ میں اس طرح کے مباحث جنم لیتے ہیں۔نسائی مطالعات Feminism کی ترویج نے ترجمہ میں صنف Gender کے اظہار کو انقلابی جرأتیں عطا کی ہیں۔خاص طور سے مغرب کی عورت نے اپنے عورت پن Femaleness کو اسی حق Right کے ساتھ پیش کیا ہے جس حق کو استعمال کر کے مرد اپنی شناخت کرواتا تھا۔اردو ادب میں زاہدہ پروین، پروین شاکر، کشور ناہید نے اپنی صنف سے اظہار کی جرأت کی۔عصمت چغتائی، امرتا پریتم کے علاوہ دیگر بہت سی ادیبہ خواتین نے اپنی صنف کے اظہار کا حق استعمال کیا۔اردو ادب میں لکھنے والی خواتین اس عہد میں اپنی صنف کے اظہار کے لیے کوئی حجاب محسوس نہیں کرتی ہیں۔فہمیدہ ریاض اظہار صنف سے بہت آگے نکل جاتی ہیں اور صنفی Gender معاملات اور مسائل کو بڑی بے باکی سے پیش کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں کا مطالعہ نسائی تحریک Feminist Movement کے حوالے سے بہت ہی اہم ہے۔وہ عورت پن اور مرد پن پر اس طرح کا طنز، چند جملوں میں بلکہ استہزا و تضحیک تک کرنے سے گریز نہیں کرتیں۔ان کی نظم ''مقابلہ حسن'' میں ان کے تصورات کی تجسیم مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کولھوں میں بھنور جو ہیں تو کیا ہے
سر میں بھی ہے جستجو کا جوہر
تھا پارۂ دل بھی زیرِ پستاں
لیکن میرا مول ہے جو اِن پر
گھبرا نہ یوں گریز پا ہو

مختصر ترجمہ Gist Translation

ذریعہ کے متن کے مفہوم کو کسی دوسری زبان میں بہت ہی اختصار کے ساتھ پیش کر دینے کو مختصر ترجمہ Gist Translation کہتے ہیں۔عام طور پر اسے ترجمہ کی بجائے اختصاریہ Brief کہنا چاہیے مگر یہ اصطلاح علم لسانیات میں مستعمل ہے۔عام طور پر امورِ خارجہ یا کاروباری معاملات کی تحریروں کے مختصر ترجمہ Gist Translation کیے جاتے ہیں۔

ترجمہ میں آفاقیت Globalization

علم ترجمہ ساری دنیا میں بڑی مقبولیت سے پھیلا ہے۔یہ انسانوں کی ضرورت ہے۔علم کی ترویج کے لیے ناگزیر ہے۔انسانوں سے انسانوں کے تعلق وسیلہ ہے۔عالمی تعلق اور رابطہ کے لیے۔ بہت سی فنیات Technologies متعارف ہو چکی ہیں۔کاروباری مقاصد کے لیے ذرائع ابلاغ Media میں اشاعتی اور برقیاتی میڈیا شامل ہیں۔برقیاتی میڈیا میں انٹرنیٹ، موبائل فون اور دیگر بے شمار سہولیات لمحہ بھر میں ترجمہ کو دنیا کے ایک کونے سے آخری حصے میں پہنچا سکتی ہیں۔ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے لسانیات اور علم ترجمہ کے ماہرین بڑی محنت سے نئی نئی سہولتیں اور دریافتیں پیش کرتے رہتے ہیں۔مختلف زبانوں کے موازنے مختلف ثقافتوں کے تضادات پر تحقیق کی جاتی ہے۔ذریعہ کی زبان اور ترجمہ کی زبان میں متبادلات تلاش کیے جاتے ہیں۔یورپ،امریکہ،کینیڈا،آسٹریلیا میں شاید ہی ایسی یونیورسٹی ہو جہاں علم ترجمہ Translation Studies کا شعبہ نہ ہو۔چین اور جاپان میں نوجوانوں کو غیر ملکی زبانیں سکھانے کے لیے سب سے زیادہ اخراجات کرتے ہیں۔ان کی یونیورسٹیوں میں علم ترجمہ Translation Studies کے شعبے بھی ہیں اور دنیا کے مختلف زبانوں کے بھی۔جاپان میں

اوساکا یونیورسٹی اور ٹوکیو یونیورسٹی میں اردو کے شعبہ جات تنظیم کیے گئے ہیں۔چین اور جاپان کے طالب علموں کو بے شمار وظائف Stipends and Scholarships سے نوازا جاتا ہے۔کم و بیش دنیا کے تمام ملکوں میں ان کے طالب علم غیر ملکی زبانیں سیکھنے جاتے ہیں۔بھارت میں بھی بہت سے یونیورسٹیوں میں ترجمہ کے شعبہ جات مصروفِ کار ہیں۔پاکستان میں گجرات یونیورسٹی میں ترجمہ کے مطالعہ کا شعبہ قائم کیا گیا ہے۔غالباً بلکہ یقیناً اس کے علاوہ کسی اور یونیورسٹی میں ترجمہ کے شعبہ کی سہولت میسر نہیں ہے۔یہ تراجم تجارت اور علم سے لے کر ریاست تک کے مسائل کے حل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ میں عادات Habitus

یہ اصطلاح فرانسیسی زبان سے لی گئی ہے۔اس کا تعارف ماہر لسانیات ڈینئیل سیمیونی Danial Simeoni نے کرایا۔اس نے ثابت کیا کہ ہر ترجمہ نگار مخصوص عادات رکھتا ہے۔وہ خاص حالات اور ماحول میں خاص کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔اس کی عادات کا تکرار اس کی عادات کو استقلال دیتا ہے۔یہ بار بار وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔اسی صفت کے باعث ترجمہ نگار کی عادات کو معاشرتی عمل Social Practice بھی کہا جاتا ہے۔عادات کا بار بار وقوع پذیر ہونا ترجمہ کے متن میں بھی نظر آتا ہے۔کیونکہ ترجمہ نگار جو کچھ کرتا ہے وہ ترجمہ کے متن میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔یہ ایک طرح کی ترجمہ نگار کی رضا کارانہ غلامی Voluntary Servitude ہوتی ہے۔ترجمہ نگار اپنی مرضی سے اپنی عادات اور رویوں کا پابند ہوتا ہے اور اسی صورت حال کو اس کی رضا کارانہ غلامی کہا جاتا ہے۔اس سے ترجمہ نگار کی شناخت بھی ہوتی ہے۔ترجمہ میں اس کی عادات، رویے اور معمولات اتنے نمایاں ہوتے ہیں کہ اچھا قاری ترجمہ نگار کی پہچان متن ہی میں سے کر لیتا ہے۔ترجمہ نگار کا انفرادی رویہ اور عادات سے دوسرے ترجمہ نگار بھی متاثر ہوتے ہیں۔وہ اس کی عادات کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس دوران میں تھوڑی تھوڑی تبدیلیاں بھی کرتے رہتے ہیں۔بنے بنائے ترجمہ کے معمولات Norms میں تھوڑی بہت تبدیلی سے نیا پن متعارف ہوتا رہتا ہے۔گویا اس طرح ایک ترجمہ نگار کی عادات رویے اور معمولات کو نئی سمتیں دی جاتی ہیں۔اس اصطلاح کا خاص پہلو یہ ہے کہ ہر ترجمہ نگار کسی خاص ماحول

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

یا کیفیت میں خاص رویے اور عادات اپنالیتا ہے اور قارئین نہ صرف ان کو سمجھ لیتے ہیں بلکہ ترجمہ نگار کی شناخت بھی بہت نمایاں ہوجاتی ہے۔

شوکت صدیقی کے ناول ''خدا کی بستی'' میں ناول نگار کی عادات، رویے اور معمولات بہت ہی نمایاں شناخت رکھتے ہیں۔ناول نگار کے علاوہ کہانی کے کردار بھی اسی طرح کی مستقل پہچان بنالیتے ہیں۔خاص طور سے شوکت صدیقی کا اہم کردار نوشا اتنی نمایاں شناخت رکھتا ہے کہ اس کی عادات، رویے اور معمولات سے نہ صرف اس کی پہچان ہوجاتی ہے بلکہ اس کے کردار اور شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔یہ مثال ترجمہ کے عمل میں بھی اسی طرح اثر انگیز ہوتی ہے۔

ترجمہ میں معنوی تحرک Hermeneutic Motion

قبل از مسیح کا مفکر سینٹ جیروم Saint Jerome کا کہنا ہے:

Translator bringing home the ST as a captive slave

''ترجمہ نگار ذریعہ کے متن میں پکڑے ہوئے قیدی کو گھر لے آتا ہے۔''

جیروم کا خیال تھا کہ جو معنی اصل متن میں موجود ہوتے ہیں، ترجمہ نگار ان میں حرکت پیدا کر کے ترجمہ میں پیش کر دیتا ہے۔اس خیال پر سٹائنر Steiner نے کافی تحقیق کی۔اس کا کہنا تھا کہ اصل متن یا ذریعہ کا متن معدنی کان Mine کے کھلے منہ کی طرح ہوتا ہے جس میں ترجمہ نگار زوردار طریقہ سے گھس جاتا ہے اور کان میں چھپے ہوئے معنی کے خزانے اپنی طاقت، اعتماد اور مقصد کی خاطر باہر نکال لاتا ہے۔ترجمہ کے روایتی اصولوں سے بغاوت کا رویہ نظر آتا ہے۔ سٹائنر کے اس نظریہ کے چار اہم اجزا کا مطالعہ ضروری ہے۔سب سے پہلے تو ترجمہ نگار ترجمہ کی خواہش کو اپنے زبردست اعتماد میں بدل دیتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اسے ترجمہ کرنا ہی کرنا ہے۔کان کے اندر چھپے ہوئے معنی کے خزانے نکال کر نکالنے کا عزم کرتا ہے۔ترجمہ نگار کی دوسری صفت اس کا جارحانہ رویہ ہے کہ وہ ذریعہ کے متن یعنی معنی کی کان کے اندر بے خوف داخل ہوجاتا ہے۔ تیسرے مرحلے پر وہ ذریعہ کی معنویت کو ترجمہ کی زبان میں اپنا Incorporate لیتا ہے۔ذریعہ کے متن کے معنی اگرچہ جارحیت Aggression کا شکار ہوتے ہیں مگر اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ معنی کے جوزر و جواہر کان سے نکالیں جائیں ان کو ان کی پہچان کے ساتھ ترجمہ کے

متن میں پیش کر دیا جائے۔اگر جارحانہ رویہ کے نتیجہ میں ذریعہ کے متن اور اس کے موضوعات کے ساتھ کچھ زیادتی ہوئی ہو تو سٹائنر اس کا حال تلافی Compensation یا بحالی Restitution کی شکل کی پیش کرتا ہے۔سٹائنر کا یہ نظریہ اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود کڑی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔دنیا بھر میں نسائی تحریکیں Feminist Movements اس تصور کو نسائیت کے خلاف سمجھتی تھی۔ان کے خیال معدنی کان کا کھلا منہ اور اس میں جارحیت سے داخلہ مردانہ برتری Male Shauvinism کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔تاہم فکری ارتقا تضادات اور تنازعات کی کشمکش کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔سوچ کی صفائی Clearity کے لیے ان مراحل سے گزرنا لازم ہوتا ہے۔ نسائی تحریکیں کے باوجود سٹائنر کی اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں بہت سے فن پارے پرانی زبانوں اور اجنبی ثقافتوں میں دفن پڑے رہتے ہیں۔واقعتاً اس طرح کے پرانی زبان، نامانوس اسلوب اور اجنبی ثقافت کی معدنی کان سے نکالنے کے لیے ترجمہ نگار کے ایسے رویے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ میں بے جوڑ اجزا Hybrid Text

ترجمہ میں بے جوڑ اجزا یا متن سے مراد اس کا نامانوس، اجنبی یا متروک ہونا ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت سے زبانیں ہیں ان کے بہت سے لفظ اسی طرح کے ہوسکتے ہیں۔دنیا میں بہت سی ثقافتیں ہیں ان میں ہونے والے واقعات اور ان کے اظہار کے لیے لفظ بھی ایسے ہوسکتے ہیں۔ دراصل ترجمہ میں یہ بڑی اہم مجبوری ہے کہ ذریعہ کی زبان کے بعض الفاظ جوں کے توں استعمال کر لیے جائیں اور ترجمہ میں ان کی مختصر وضاحتیں کر دی جائیں۔یہ تصور شیفنر Schanffner نے پیش کیا تھا۔اس نے بے جا Out of Place اجنبی Strange اور غیر معمولی Unusual لفظوں کو بے جوڑ کہا تھا۔یہ تصور ذریعہ کی زبان، ذریعہ کے متن، ترجمہ کی زبان اور ترجمہ کے متن میں اجنبی لفظوں کے تعین کرتا ہے۔یہ عمومی تصور ہے جو کسی طرح کی تحریر میں بھی ممکن ہے۔

مگر اس تصور کی شروعات کا تعلق نوآبادیات Colonialism سے تھا۔نوآبادیاتی جہاں جاتے تھے مقامی لفظوں کے ساتھ ساتھ اپنی زبانوں کے لفظ بھی استعمال کرتے تھے۔ایسے لفظوں کو ترجمہ کی زبان میں بے جوڑ لفظوں کے تصور میں پیش کیا گیا ہے۔چونکہ نوآبادیاتی طاقتور،

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

غالب اور فاتح تھے اس لیے وہ جو بھی کرتے اس کا جواز لازم نہ تھا۔ دنیا بھر میں برطانوی، اطالوی، جرمن، پرتگیزی اور فرانسیسی اس کام میں بہت ہی آگے آگے تھے۔ ابھی بھی ان کی کالونیوں کی مقامی زبانوں پر ان کی زبانوں کے اثرات مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں، لیکن چونکہ یہ تشدد ہو چکا اور اب اسے ایک تاریخی واقعہ کے طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوئے ان کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ ایچ۔ پی۔ گرائس H.P. Grice نے اس طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تعاون کا اصول Cooperative Principle وضع کیا۔ اس اصول کے درج ذیل اجزا ہیں۔

ترجمہ میں نہ تو کچھ زیادہ کہیں اور نہ کم Dont say too little or too much

سچ کہیں یا وہ کہیں جسے آپ سچ سمجھتے ہیں۔ Tell the truth or what you think the truth is

صرف وہ کچھ کہیں جو متعلقہ ہو۔ Only say what is relevant وہ کہیں جو آسانی سے سمجھ میں آ جائے، مختصر اور مربوط ہو۔ Be Perspicuous,brief and orderly

متن میں بے جوڑ لفظوں کے استعمال سے پیدا ہونے والی دشواریوں کے حل کے لیے ماہر لسانیات گرائس نے درج بالا تعاون کا اصول پیش کیا۔ اگرچہ ترجمہ میں خاص دشواری کی حالت میں اس اصول کے اجزا کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ حتمی حل فراہم نہیں کرتا۔ بہت سے ماہرین لسانیات نے گرائس کے نظریہ پر کھلی کھلی تنقید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں اس طرح کی صورت حال کو ہمیشہ ترجمہ میں موجود رہتی ہے اور ترجمہ نگار کو اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس کے لیے اپنی مہارت، تجربہ اور سیکھے ہوئے اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے معنی کو ترجمہ میں پیغام کر دیتا ہے۔ اس تنقید کے باوجود گرائس کے خیالات کافی معنی خیز اور ترجمہ کے عمل میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ ترجمہ ایسا عمل ہے جو نہ صرف لامحدود ہے بلکہ اس میں لفظوں کے تنوع Variety کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس لیے ترجمہ میں نہ تو اس کی دشواریوں کی کوئی حد ہے نہ ہی ان دشواریوں سے نمٹنے کے لیے طریقہ ہائے کار کی کوئی حد ہے۔ بہتر رویہ یہ ہو سکتا ہے کہ ترجمہ نگار کسی دشواری کے سامنے میں اپنے تجربے، مہارت اور علم کی بنیاد پر کسی بھی مناسب اقدام، اصول، نظریہ یا تجویز کا

انتخاب کرلے۔ علمی یا سائنسی تجزیہ علم کی وسعتوں کو محدود نہیں کرتا بلکہ اس کی وسعتوں میں ایک ایک جزو کی دریافت اور تجزیہ کرتا ہے۔ اسی طرح علم ترجمہ بھی اپنی وسعتوں کی قدروں سے مالا مال ہے۔ یہ تو ترجمہ نگار اور قاری پر منحصر ہے کہ وہ علم ترجمہ میں کہاں تک دسترس رکھتا ہے۔

ترجمہ میں غلط معنی Incorrect Meaning

یہ علم ترجمہ کا بہت ہی سادہ سا تصور ہے۔ ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کے متن کے خاص معنی ہوتے ہیں۔ اگر ترجمہ میں متن کے معنی کے علاوہ کچھ اور ابلاغ کر دیا جائے تو اسے علم ترجمہ کی اصطلاح میں غلط معنی کہتے ہیں۔ ایک ایسی معنویت جو ذریعہ کے متن میں موجود ہی نہ ہو، اسے ترجمہ کے متن میں پیش کرنا غلط معنی نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر لانگ فیلو Long Fellow کی نظم Daybreak کا ترجمہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے ''پیامِ صبح'' کے عنوان سے کیا ہے۔ Daybreak طلوع صبح تو ہے پیام صبح نہیں۔ مزید برآں مثال کے طور پر Long Fellow کی نظم اور علامہ محمد اقبال کے ترجمہ کا موازنہ بہت ہی دلچسپی کا حامل ہو سکتا ہے۔

A wind came up out of the sea
And said, O mists, make room for me
It hailed the ships, and cried , Sail on
Ye mariners, the night is gone.
And hurried landward far away
Crying, Awake it is the day
It said unto the forest, Shout
Hang all your lofty banners out
It touched the wood bird's folded wing,
And said, wird awake and sing
And o'er the farms. O Chanticleer
Your calion blow , the day is near

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

It whispered fo the fileds of corn
Bow down, and hail the coming morn
It shouted through the belfy-tower
Awaje O bell proclaim the hour
It crossed the churchyard with a sign
And said Not yet in quiet lie

یہ نظم بہت ہی فطری منظر اور ماحول اور اس کے خیال کو پیش کرتی ہے۔اس خوبصورت نظم کا ترجمہ علامہ اقبال نے ان اشعار میں کیا ہے۔

اجالا جب ہوا خصر جبین شب کی افشاں کا
نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اپنے دہقاں کا
طلسم ظلمت شب سوہ والنور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستان کا
پڑھا خوابیدگان دیر پر افسوں بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشید درخشاں کا
ہوئی باہم حرم پر آکے یوں گویا مؤذن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تاباں کا
پکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک اور غنچہ گُل تو مؤذن ہے گلستان کا
دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا
سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا

ابھی لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی
سلادوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگاؤں گی

لانگ فیلو کی نظم میں سورہ والنور، برہمن، باہم حرم، مؤذن وغیرہ کی لغت موجود ہی نہیں جو علامہ اقبال نے اپنے ترجمہ میں استعمال کی ہے۔زیر بحث اصطلاح کے سیاق وسباق میں اسے ترجمہ میں غلطی ہی کہا جا سکتا ہے۔" خطائے بزرگاں گرفتن خطاء ست "ادب اور تہذیب کا درست اصول ہے۔علامہ اقبال کی شخصیت اور منصب اور عظیم الشان پیش کاریوں پر طالب علموں کی اس تنقید، تجزیہ اور تحقیق سے کوئی حرف نہیں آتا۔علمی تجسس Scientfic Curiosity میں اس طرح کے موازنے علمی افادیت رکھتے ہیں اور ان سے بڑے بزرگوں کی بڑائی اور بزرگی کو کوئی داغ دھبہ نہیں لگتا۔راقم الحروف نے ''فن ترجمہ نگاری: نظریات'' میں اس موضوع پر درج ذیل رائے دی ہے۔

> ''لانگ فیلو کے متن کا نثری ترجمہ سطر بہ سطر عدرج بالا متن میں موجود ہے۔ لانگ فیلو کے متن، نثری ترجمہ اور علامہ محمد اقبال کے ترجمہ کا سطر بہ سطر جملہ بہ جملہ موازنہ کیا جائے تو بظاہر یوں لگتا ہے کہ علامہ اقبال نے لانگ فیلو کی اس خوبصورت نظم کے ترجمہ میں تحریف و تصریح کی ہے۔اقبال کے ترجمہ سے یہ تاثر نمایاں ہوتا ہے کہ لانگ فیلو نے اپنی نظم ہندوستان کی اسلامی ثقافت، ماحول کیا لغت میں تخلیق کی۔لانگ فیلو کی نظم تو بے حد سادہ سپاٹ انداز میں لوگوں کو بیداری کی صدا دیتی ہے۔آخری چند سطروں میں کلیسائی لفظیات Imagery پر بھی ان کی کیا ثقافت کا حتمی اثر ہے۔علامہ اقبال کے ترجمہ کے تصورات میں عیسائی لفظیات کی بجائے ہندوستانی اسلامی لفظیات کا استعمال کیا گیا ہے۔خاص طور پر سورہ النور، مؤذن برہمن کا تصور۔مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔علامہ اقبال کے متن کا مفہوم ابلاغ کرنے کے لیے قاری یا پیغام کو وصول کنندہ کی ثقافت کی لفظیات Imagery استعمال کی ہے تا کہ کلی مفہوم Theme ابلاغ کرنے میں نہ تحریف ہو یا تصریح۔''

Sadir Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ میں معنی کا عدم تعین Indetermincay of Translation

اجنبی تہذیبوں ،معاشروں ،ثقافتوں اور زبانوں میں بہت ہی اجنبی لفظ بھی ہو سکتے ہیں۔ایسے لفظوں کا ترجمہ کم و بیش ناممکن ہوتا ہے۔ایسی صورت حال میں ذریعہ کی زبان کے جملے کے دو تین تراجم کر لیے جاتے ہیں۔اس سے مراد ہے کہ ذریعہ کے متن کا ایک سے زیادہ جملوں میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ایسا اس لیے مددگار ثابت ہوتا ہے کیونکہ ذریعہ کی زبان کے الفاظ بہت ہی اجنبی یا مقامی Local or Parochial ہوتے ہیں۔اس طرح کے تراجم میں لفظوں کے معنی کی بجائے وقوع پذیر ہونے والے حقائق سے مدد لی جاتی ہے اور ترجمہ کے عمل کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ ماہر لسانیات ولارڈ۔وی۔او۔قوائن Willard.V.O. Quine نے اس تصور پر بہت معنی خیز تجربات کئے ۔اس نے ایک اجنبی جنگل اور اوراس میں اجنبی معاشرے اور زبان کا تصور کیا۔وہ اس جنگل میں ایک مقامی آدمی کی موجودگی میں ایک چوہے کو گزرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ مقامی آدمی شور مچاتا ہے ''گاواگائی Gavagai''۔ماہر لسانیات اپنی زبان میں یا اشاروں کنایوں میں اس سے پوچھتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔اجنبی آدمی اجنبی زبان میں اور اشاروں کنایوں میں چوہے کے گزر جانے کا اظہار کرتا ہے۔ماہر لسانیات اس کے پیغام کو دو تین مختلف جملوں میں پیش کرتا ہے۔جیسے ''چوہا گزر گیا''،''چوہا یہاں سے گزر گیا''،''چوہا اس طرف چلا گیا''یا''چوہا بھاگ کر کہیں چھپ گیا''۔یہ ترجمہ متعین Determined نہیں ہے۔یہ ترجمہ غیر متعین ہے۔مگر درج بالا صورت حال میں ترجمہ کا یہی طریقہ مدد فراہم کر سکتا ہے۔اجنبی آدمی جو آواز نکالتا ہے وہ ماہر لسانیات کے لیے کثیر معنوی ہے۔ایسا اس لیے ہے کہ اجنبی آدمی کی آواز کے امکانی معانی لیے جاتے ہیں اور وہ معین یا متعین Determined نہیں ہوتے۔اس طرح کے ترجمہ کو ریڈیکل Radical Translation بھی کہتے ہیں۔لفظوں کی بجائے حقائق سے ترجمہ کے لیے معنی اخذ کیے جاتے ہیں۔

نظریاتی ترجمہ Idealogy

مذہب ،ریاست،حکومت اور قومیت کی بنیاد میں نظریات ہوتے ہیں۔نظام System کی بنیاد نظریات پر اٹھائی جاتی ہے۔نظریات کا متن مقدس دستاویزات کی طرح سمجھا

جاتا ہے۔ترجمہ نگار کو ترجمہ کے عمل میں بہت ہی دیانت داری Fidelity کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔وہ متن کے موضوعات میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں نہیں کر سکتا۔یہ بات مذہبی کتابوں کے تراجم کے متعلق تو حتمی ہے۔تاہم سیاست اور حکومت یا قومیت کے متعلق نظریات کے متن کے ترجمہ میں ترجمہ نگار کے پاس تھوڑا بہت جواز ہوتا ہے کہ وہ اس میں بین الاقوامی اقدار کے ساتھ ساتھ مقامی اقدار کا بھی خیال رکھے۔ایسا اس لئے ممکن ہے کہ دنیا کے بہت سے حصوں میں ایک ہی وقت میں کسی ایک نظریہ کے بہت سی زبانوں میں تراجم کئے جا رہے ہوتے ہیں۔یقینی بات ہے کہ برازیل میں ہونے والا ترجمہ بالکل اس طرح نہیں ہو سکتا جس طرح جاپان میں کیا جا رہا ہو۔ تاہم ترجمہ کار جہاں بھی ہوں متن کی بنیادی اقدار کو نظر انداز نہیں کرتے۔یہ قدر Value ترجمہ کار پر قدغن بھی لگاتی ہے کہ وہ ذریعہ کے متن کی حدود و قیود میں رہے۔عہد جدید میں نظریاتی متن کے تصورات کے مجموعہ Grid بنا لئے جاتے ہیں جس میں قابل قبول رویوں اور آراء کو فہرست کیا جاتا ہے۔خیالات کو ترتیب اور ترکیب سے پیش کیا جاتا ہے۔نظریاتی ترجمہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر نظریہ کے سرپرست اور پاسبان اس کے تحفظ کا خیال رکھتے ہیں اور ترجمہ کار ان کی نظروں سے نہ اوجھل ہو سکتا ہے اور نہ باغی۔یہی وجہ ہے کہ مقدس کتابوں کے تراجم میں ترجمہ کار نہ تحریف کر سکتا تھا نہ تصریح۔بلکہ ایسی کتابوں کا ترجمہ گناہ سمجھا جاتا تھا اور بہت سے ترجمہ کار عہد قدیم میں ایسا کرتے ہوئے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ہاں البتہ نسبتاً سیکولر Secular یا علمی نظریات کے تراجم میں ترجمہ کار زیادہ آسانی محسوس کرتا ہے۔وہ اگرچہ علم ترجمہ کی اقدار کی پابندی کرتا ہے مگر اسے اپنے سر پر لٹکتی تلوار کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

مضمراتی ترجمہ Implicature

مضمراتی جملے کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اسے کہنے والا جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے اس کی مراد اس سے مختلف ہوتی ہے ۔یہ معنی کی لفظی ترسیل نہیں ہوتی۔خاص طور سے ضرب الامثال،مقولے اور محاورات یا روزمرہ کی زبان میں مضمرات Implicature پوشیدہ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ عام بول چال میں بھی ان کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ترجمہ کار مضمرات کا استعمال بہت ہی احتیاط اور چابک دستی سے کرتا ہے۔کیونکہ اس میں گمراہی اور بے سمتی جیسی قباحتوں کا امکان رہتا ہے۔

Saqib Arbab e Zaid 0305-6406067

مضمرات کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ سننے والے کو جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اس سے بڑھ کر کچھ زیادہ سمجھ سکتا ہے۔مثال کے طور پر" باہر دھوپ سے آگ لگی ہے کیا آپ اپنی چھتری گھر پر چھوڑ جائیں گے۔" اس جملے میں کہنا تو یہ مقصود ہے کہ دھوپ بہت تیز ہے اور سائے کے لیے اپنی چھتری لیتے جائیں مگر کہنے کا انداز مقصد سے متضاد ہے۔گھر پر چھتری چھوڑ جانے کے مضمرات Implicature چھتری لے جانے کا خیال پیش کرتے ہیں۔امریکی روزمرہ کی زبان میں اس طرح کی مضمراتی بات چیت ہوسکتی ہے۔

A: Shall we go for a walk?

B:Could I take a rain check on that?

جملہ B میں دوسرے کردار نے پہلے کردار کی بات ماننے سے مضمراتی انکار کیا ہے۔اس جملہ میں Take a rain check میں انکار کی ایسی شکل ہے جو بظاہر نظر تو نہیں آتی مگر موجود ہے اور قابل ابلاغ بھی۔انگریزی کا یہ لفظ ہی Implicature ہیں۔دوسرے کردار کا کہنا ہے کہ پہلا کردار چاہے تو دوسرا کردار بارش میں باہر نہ جائے۔

بالواسطہ ترجمہ Indirect Translation

کسی ایک زبان میں متن کو دوسری زبان میں ترجمہ کرلیا جاتا ہے اور دوسری زبان سے تیسری اور چوتھی زبان میں ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔اصل Original زبان دوسرے اور تیسرے ترجمہ میں بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔دوسرا ترجمہ بالواسطہ ہوتا ہے۔مثال کے طور پر برازیلی ناول نگار پالوکوئلہو کے ناول الکیمسٹ Alchemist کے دنیا کی بیشتر زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ہر ترجمہ براہ راست برازیلی زبان کے متن سے کرنا ممکن نہیں ہے۔اس ناول کے اردو تراجم انگریزی تراجم سے کئے گئے ہیں۔اس طرح اس ناول کے اردو تراجم کو بالواسطہ تراجم کہا جائے گا۔اس ناول کے اردو زبان میں پاکستان میں چھ یا آٹھ تراجم ہوچکے ہیں۔عہد قدیم میں عبرانی زبان کے متن بھی اسی طرح بالواسطہ ترجمہ کئے جاتے تھے۔

اطلاع کی پیش کش Informationsangebot

عہد جدید میں علم لسانیات نے ترجمہ کے مسائل کے نئے نئے حل پیش کئے ہیں۔پہلے

تو صرف یہ فرض کرلیا جاتا تھا کہ تراجم ادبی ،معاشرتی یا تاریخی کتابوں کے کئے جاتے ہیں۔مگر اصل میں ایسا نہیں ہوتا۔زندگی کا ہر پہلو کہیں نہ کہیں ترجمہ طلب رہتا ہے۔خاص طور سے عہد جدید میں تجارت ،صنعت وغیرہ کے شعبوں میں فعالی Functional تراجم کئے جاتے ہیں۔ایسے تراجم کے لئے علم لسانیات میں خاص اصول پیش کئے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر سکوپوس Skopos اصول اس طرح کے صورت حال میں بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ترجمہ میں پیش کش کی جاتی ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ ذریعہ کے متن میں پیغام اس کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ترجمہ کا متن اس طرح کے اصولوں کے مطابق اس انداز میں تیار کیا جاتا ہے کہ بہت سے مختلف وصول کنندگان Recepients اپنی اپنی توقعات Expectations اور سمجھ بوجھ کے مطابق پیغام وصول کرلیتے ہیں۔ذریعہ کے متن میں اطلاع، پیغام اور معنی کو اس انداز سے جانچا جاتا ہے کہ اس کے وصول کرنے والے کون کون لوگ یا گروہ ہوسکتے ہیں۔اسی بات کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کے متن میں اطلاع، پیغام یا معنی کی پیش کش کی جاتی ہے۔ترجمہ میں یہ تصور ہینز جے۔ورمئیر Hans J. Vermeer نے اپنے مقالہ Skopos and Commission in Translation Action میں پیش کیا۔اس کے ساتھ کیتھرین ریس Katherine Reiss نے یہ مقالہ Co-author کیا تھا۔سکوپوس Skopos نظریہ سکوپوس اصولوں کا مجموعہ پیش کرتا ہے جن پر عمل کرتے ہوئے فعالی Functional تراجم کرنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔اس طرح کے تراجم کو دستاویزی تراجم Documentary Translations بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ میں مداخلت Interference

ذریعہ کے متن مختلف زبانوں میں ہوسکتے ہیں۔کوئی انگریزی میں اور کوئی فرانسیسی میں۔ہر زبان کی اپنی گرائمر ہوتی ہے۔ہر زبان میں لکھنے والوں کے اسلوب Style پر وہ زبان اثر انداز ہوتی ہے۔اس زبان کی لغت اور اندرونی معنی Innate Meanings مختلف ہوسکتے ہیں۔جس سماج میں وہ زبان بولی اور لکھی پڑھی جاتی ہے وہ سماج بھی اس زبان پر اثر انداز ہوتا ہے۔اس طرح کی پیچیدہ صورت حال میں ترجمہ کار ترجمہ کی زبان میں سے قابل ابلاغ چیزوں کا انتخاب کرتا ہے۔ذریعہ کے متن کو اسلوب کی بجائے اپنی زبان کا اسلوب استعمال کرتا ہے۔اسی

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

طرح کا سلیقہ لفظوں کا انتخاب، اسلوب کا انتخاب اور سماجی اقدار کے لئے اختیار کرتا ہے۔ترجمہ کار کے انتخاب کے اس رویہ کے علم ترجمہ کی اصطلاح میں مداخلت Interference کہا جاتا ہے۔بظاہر مداخلت کی اصطلاح منفی معنویت کی حامل نظر آتی ہے۔لیکن اصطلاحات مخصوص معنویت کا اظہار کرتی ہیں ان کے عمومی اوصاف کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔کسی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ کل سے بارش ہورہی ہے۔اسی پیغام کو کسی دوسری زبان میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک دن سے بارش ہورہی ہے۔دوسری زبان کے ترجمہ کار مختلف اظہار کا انتخاب کر کے وہی پیغام ابلاغ کردیا ہے جو متن میں موجود تھا۔

بین لسانیاتی ترجمہ Interlingual Translation

ترجمہ کی یہ قسم بہت ہی جدید اور خاص ہے۔ہر زبان کے لفظ علامات کی طرح لکھے جاتے ہیں جیسے: ا۔ب۔پ۔بین لسانیاتی ترجمہ میں لفظوں کو لفظوں کی علامات میں نہیں لکھا جاتا۔اس مقصد کے لیے علم لسانیات میں اور علامات وضع کی گئی ہیں۔یہ علامات عام طور پر لغاتوں Dictionaries وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ہر لفظ کے ساتھ اور سامنے اس کی علامات درج ہوتی ہیں۔یہ علامات لفظ کی صوت یا آواز Sound کو نمایاں کرتی ہیں۔ان علامات کو Phonemes بھی کہا جاتا ہے۔ان علامات کی اہمیت یہ ہے کہ دنیا کی کسی بھی زبان کو ان علامات کے ذریعہ پڑھا جاسکتا ہے۔عام طور پر لسانیات کے ماہرین اور لغت Diction کے ماہرین کے لیے یہ علامتیں بہت ہی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔اس تصور پر جیکب سن رومن Jakobson Roman نے بہت کارآمد تحقیق کی۔اس تصور کو Intersemiotic Translation بھی کہا جاتا ہے۔اسی تصور کو Intralingual Translation بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ میں ترجمانی Interpretive Approach

دنیا بھر میں مختلف مسائل پر بحث کرنے کے لیے کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کیے جاتے ہیں۔اس میں اضافہ یہ ہوا ہے کہ اب یہ کانفرنسیں سمعی بصری رابطہ Video Link کے ذریعہ بھی منعقد کی جاتی ہیں۔اس طرح کے مقاصد کو ذریعہ کے متن سے نکال کر براہ راست پیش کردیا جاتا ہے۔گویا متن کا پیغام سننے، پڑھنے والوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ذریعہ کی زبان کی اقدار،

گرائمر، اسلوب اور لفظیات کی پیغام رسانی ضروری نہیں ہوتی۔ہاں البتہ اس طرح کے تحریری تراجم میں نسبتاً زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ترجمانی کے عمل میں غیر افعالی Deverbalization کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ذریعہ کے متن کا پیغام ترجمہ کار وصول کنندہ تک اپنی آسانی سے پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔گویا متن میں غیر افعالی طریقہ اختیار کر کے اظہار کا نیا طریقہ Re-expression اختیار کیا جاتا ہے۔

ثانوی زبانوں میں تراجم Inverse Translation

عام طور پر ترجمہ نگار اپنی زبان یعنی قومی زبان یا مقامی زبانوں میں دوسری زبانوں کے متن ترجمہ کرتے ہیں۔ترجمہ کی زیر بحث اصطلاح اس کے برعکس ہے۔یعنی اردو کا ادیب اردو کے کسی فن پارے کا انگریزی میں ترجمہ کرے تو اسے ثانوی زبان میں ترجمہ Inverse Translation کہا جائے گا۔قراۃ العین حیدر نے اپنے ایک اردو ناول کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا۔ایسا ہی شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی کیا ہے۔انھوں نے اپنے ناول کئی ''چاند تھے سرِ آسماں'' کا انگریزی ترجمہ "The Mirror of Beauty" کے عنوان سے کیا ہے۔اس ترجمہ کو ترجمہ کامل بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ فاروقی کی اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر گرفت اور دسترس بہت گہری ہے۔فاروقی نے ہندوستان کی زبانوں کی ایسی لغت کو بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عام طور پر قابل ترجمہ Translabable نہیں ہوتا۔

ترجمہ نگار کی عدم موجودگی Invisibility of the Translator

ترجمہ کا نتیجہ پیغام کا قاری تک پہنچنا ہوتا ہے۔ترجمہ کی ایسی شکل جس میں متن کا پیغام اور معنی تک قاری کی دسترس ہو۔ایسے تراجم خاص مہارت اور ریاضت سے کیے جاتے ہیں۔معنی اپنی جامعیت کے ساتھ ترسیل کیے جاتے ہیں۔مگر ترجمہ کے متن میں ترجمہ کار کی موجودگی کا کوئی تاثر نہیں ملتا۔ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ترجمہ کا متن اس قدر صاف ستھرا اور ابلاغی ہوتا ہے کہ اس پر ترجمہ کا گمان ہی نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ کا متن ہی ذریعہ کا متن لگتا ہے۔اس طرح کے ترجمہ کا اشتقاقی Derivative Translation بھی کہتے ہیں۔اشاعت کار Publishers اور

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

مبصرین Reviewers اس طرح کے تراجم کرتے ہیں۔اس موضوع پر مزید دلچسپی کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''فنِ ترجمہ نگاری: لفظوں کی ثقافت کا نظریہ اور ترجمۂ کامل'' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

کمپیوٹر میں ترجمہ Keystroke Logging

ترجمہ کا یہ تصور بہت ہی جدید ہے۔کمپیوٹر اور اس سے متعلقہ آلات Gadgets اور سافٹ ویئر کے ذریعہ خاص قسم کے تراجم کیے جاسکتے ہیں۔خاص موضوعات کی لغت مختلف زبانوں میں سافٹ ویئر میں ڈال دی جاتی ہے۔ترجمہ کار کی بورڈ Key board کے استعمال Operation کے ذریعہ ترجمہ کا کام کرتا ہے۔اس سہولت کا موجد ماہر لسانیات جیکب سن رومن Jakobson Roman تھا۔ذریعہ کی زبان کی متبادل لغت ترجمہ کی زبان میں از خود آجاتی ہے۔ ہاں البتہ ترجمہ کار جملوں کی ساخت، متن میں جمالیات، ترمیم، اضافہ اور نظر ثانی کا اختیار استعمال کر سکتا ہے۔کمپیوٹر میں ترجمہ کا نتیجہ صاف ستھرا متن آور عمل Smooth text generation process ہوتا ہے۔اس طرح کا ترجمہ تحقیق کاروں کی رائے میں سہل پسندی بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں انسانی کی داخلی ذہنی صلاحتیوں کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ اسے مشینی عمل Mechanical Process سمجھا جاتا ہے۔مگر عہد جدید میں دنیا کی تمام تر بڑی زبانوں کی لغت کا ڈیٹا Data کمپیوٹر کے برقیاتی نظام Software میں آسانی سے تلاش Search کیا جا سکتا ہے اور یہ بہت بڑی سہولت ہے۔اس سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

زبان کے وظائف Language Functions

علم عمرانیات Sociology، علم الانسان Anthropology اور علم نفسیات Psychology زیر بحث تصور پر ابلاغ Communication کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ ایسے ماہرین ترجمہ میں ترجمہ کار کا خاص کردار معین Determine کرتے ہیں۔ترجمہ کار پیغام دینے والے کے پیغام اور اس کی کیفیات کو سمجھتا ہے۔یہ کیفیات ماحول، معاشرت، نفسیات یا جذبات پر مبنی ہوسکتی ہیں۔ترجمہ کار ان کا بہت اچھا ادراک کرتا ہے۔اس کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ پیغام وصول کرنے والے کی ذہنی حالت کو سمجھے اور پیغام ابلاغ کرے۔زبان کا بہت ہی اہم فریضہ ہے۔اگر ترجمہ کار اس کا خیال نہیں رکھتا تو اس کا ترجمہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ترجمہ کار کو اظہار

Expression کی سہولت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔جیکب سن رومن Jakobson Roman اس موضوع پر اپنی اس تحقیق میں پیغام وصول کرنے والے Recipient کے ساتھ رابطہ Contact کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔جس طرح لوگ ملاقات کے دوران خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ترجمہ کے عمل میں پیغام وصول کرنے والے کے لیے اچھے رویے اختیار کیے جاتے ہیں۔پیغام میں ایسی لغت استعمال کی جاتی ہے جس کی جمالیات Aesthetic پیغام وصول کرنے والے کو پیغام کے ساتھ مسرت کا احساس بہم پہنچاتی ہے۔جیکب سن رومن اس صفت کو شاعرانہ Poetic کی اصطلاح میں پیش کرتا ہے۔ایک زبان کی اقدار، لفظیات، جمالیات، نفسیات، گرائمر اور اسلوب دوسری زبان سے مختلف ہوتے ہیں۔اس فرق کے فاصلے کو پاٹنے کے لیے دونوں زبانوں کی بہت اچھی سمجھ بوجھ ہونی چاہیے۔جیکب سن رومن اس کو زبان سے زبان Languange to Language کے تصور میں پیش کرتا ہے۔وہ اس تصور کے لیے Metalingiuistic کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ابلاغ کے عمل میں پیغام دینے والا، پیغام وصول کرنے والا، رابطہ، سیاق وسباق اور زبانوں کا علامتی اظہار بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ترجمہ کے عمل میں زبانوں کے وظائف Language Function کا ادراک بہت اہمیت رکھتا ہے۔

ترجمہ کے قوانین Laws of Translation

دنیا کا ہر علم اپنے قواعد وضوابط رکھتا ہے۔اسی طرح علم ترجمہ بھی اپنے قوانین اور اصولوں کا تعین کرتا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں ترمیم واضافہ کی گنجائش رہتی ہے۔ علم ترجمہ کا مطالعہ لسانیات Linguistics کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔علم ترجمہ کے متعلق بہت سے معنی خیز نظریات پیش کئے گئے ہیں۔یہی نظریات ترجمہ کے لیے قوانین کی حیثیت رکھتے ہیں اور اصول وضوابط کا تعین کرتے ہیں۔مثال کے طور پر ترجمہ میں حوالہ کا نظریہ یہ قانون پیش کرتا ہے کہ ترجمہ میں کوئی علامت کسی مکمل واقعہ کی پیش کاری کرتی ہے۔مثال کے طور پر گھروں میں بیٹھے ہوئے ریل کی سیٹی ایک ایسی علامت ہے جس کے حوالہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ریل گاڑی گزر رہی ہے۔وہ ریلوے سٹیشن پر رک بھی سکتی ہے۔مسافر اس میں سے اتر سکتے ہیں۔بہت سے مسافر اس میں سوار بھی ہوسکتے ہیں۔یہ حوالہ بہت سی چیزوں کی طرف اشارے اور وضاحتیں کرتا ہے۔یہ

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

سہولت یا آسانی علم ترجمہ میں حوالہ کے نظریہ کی وجہ سے دستیاب ہے۔اس موضوع پر راجر۔ ٹی۔بیل Roger T.Bell نے بہت اچھی اور معنی خیز تحقیق کی۔

لیول شفٹ Level Shift

لیول شفٹ کا نظریہ سی۔جے۔کیٹ فورڈ C.J.Catford نے پیش کیا۔اس نے ثابت کیا کہ ترجمہ کے عمل میں ایک زبان کے لفظوں سے دوسری زبان کے لفظوں کی طرف تبدیلی کی جاتی ہے۔ایک زبان کی گرائمر سے دوسری زبان کی گرائمر میں سفر کیا جاتا ہے۔اسے Transference کہا جاتا ہے۔یہی تبدیلی یا لیول شفٹ ترجمہ کا باعث یا ازخود ترجمہ ہوتی ہے۔ علم لسانیات میں اس کو اصطلاحی معنویت حاصل ہے۔لسانیات کے سیاق وسباق میں اس تصور کا معنی متن اور ترجمہ کے درمیان فرق، فاصلہ یا رابطہ بھی ہوسکتا ہے۔فرق یا فاصلہ اس لحاظ سے کہ ترجمہ کے عمل کے دوران متن ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔رابطہ اس وجہ سے کہ متن سے ترجمہ میں انتقال معنی کے درمیان یہ تبدیلی ناگزیر ہے اور ہمیشہ موجود رہتی ہے۔اس لئے اس کو رابطہ کہنا بھی اپنا جواز رکھتا ہے۔اردو زبان میں شفٹ Shift کا کوئی جامع متبادل لفظ نہ ملنے کی وجہ سے انگریزی کی اصطلاح کو ہی اردو میں قبول کرلیا گیا ہے۔

لفظی ترجمہ Literal Translation

لفظی ترجمہ عہد قدیم کی عطا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ اس تصور میں تبدیلیاں آتی رہیں اور ترجمہ کے تصور کا ارتقا ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔لفظی ترجمہ لفظوں کے دوسری زبان کے لفظوں کے ساتھ تبادلے کی طرح ہوتا ہے۔یہ ترجمہ معنی کی تعبیر نہیں کرتا بلکہ لفظوں کی حرمت اور احترام کا تحفظ اس کا لازمی وظیفہ Function ہے۔یہ تراجم عام طور پر مقدس کتابوں کے ہوتے تھے۔خیال یہ تھا کہ مقدس کتابوں کے متن میں معنی جوں کے توں پیش کردیے جائیں۔ترجمہ کار متن کے تقدس میں کوئی تحریف یا گستاخی نہ کرسکے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تحریر کے معنی کی تعبیر کی بجائے لفظوں کے تبادلے پر انحصار کیا جاتا تھا۔ایسے تراجم عام طور پر غیر ابلاغی ہوتے تھے۔

ترجمہ میں مقامیت Localization

عہد جدید میں ایک طرف تو علمی اور نصابی کتابوں کے تراجم کیے جاتے ہیں تا کہ یہ کتابیں مختلف زبانوں میں پیش کرکے ساری دنیا میں پھیلا دی جائیں۔دنیا کے لوگ جہاں بھی ہوں ان کی افادیت سے فائدہ اٹھائیں۔دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور تحقیق گاہوں میں اس طرح کے ادارے قائم کیے جاتے ہیں جو ایسے معنی خیز فرائض سرانجام دیتے ہیں۔دنیا میں تجارت، صنعت، ٹریڈ، درآمدات و برآمدات، بینکنگ، مالیاتی ادارے اور کثیر قومی تجارتی ادارے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے تراجم کا سائنسی اہتمام کرتے ہیں۔اپنے اپنے اہداف Targets حاصل Achieve کرنے کے لیے بہت سا ادب Literature اشاعت کرتے ہیں جن میں رسالہ جات، پمفلٹ اشاعتی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا پر ان اہداف کا ذکر اور تشہیر کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔الیکٹرانک میڈیا پر اشتہاروں کی پیش کاری اشاعتی پیش کاری سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔اشاعتی پیش کاری معین ہوتی ہے اور اس میں تبدیلیوں کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی۔جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں لمحہ لمحہ میں تبدیل ہوتی ہوئی صورت حال کو پیش کیا جاتا ہے۔مقامیت Localization کے تصور کا عملی اطلاق اس بات پر منحصر ہے کہ امریکہ یا برطانیہ کی پیداواری اشیا کی پیشکش یا اشتہار بازی پاکستان کی معاشرت، ثقافت اور زبان کے مطابق کی جائے۔عالمی تجارت کی یہ مجبوری بہت ہی اہم ہے۔اگر برطانیہ یا امریکہ اپنا پیغام پاکستانیوں کو ان کی ثقافت، اقدار، جمالیات اور ضروریات کی لغت میں پیش نہیں کریں گے تو پاکستانی ان چیزوں کا استعمال بھی نہیں کریں گے۔دور حاضر میں اشیا اپنا وجود رکھتی ہیں جیسے اخبار، ریل گاڑی یا کھانے کی چیزیں۔کمپیوٹر کی ایجاد نے ایسی اشیا پیدا کی ہیں جو برقی وجود رکھتی ہیں۔مثال کے طور پر بے شمار ویب سائٹس اشیا ہی ہیں مگر یہ روایتی Conventional اشیا سے بالکل مختلف ہیں۔علم ترجمہ میں مقامیت Localization کے اطلاق کے لیے ایسے ادارے بنا دیے جاتے ہیں جو کمپیوٹر پر لامحدود ڈیٹا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان اداروں میں مختلف موضوعات کے تراجم کے لیے گروہ Teams بنا دی جاتی ہیں جو ترجمہ اور تحقیق کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے اپنی پیش کردہ پیداوار کو کسی اور معاشرے کے لیے قابل قبول یا مقامی Local بنا دیتے ہیں۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

پاکستان میں مشروبات کی صنعتیں ایسے تراجم کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔مثال کے طور پر کوکا کولا Coca Cola اور پیپسی کولا Pepsi Cola اپنی اپنی پیداوار کو پاکستان، ہندوستان، سری لنکا یا بنگلہ دیش کی مقامی Local اقدار اور پسندیدگی کے مطابق پیش کرتے ہیں۔یہ ادارے باقاعدہ مختلف ثقافتوں کے لیے اصطلاحات ایجاد کرتے ہیں اور اس کے لیے اصطلاحات تیار کرنے کے نظام Terminology management systems تیار کیے جاتے ہیں۔حال ہی میں بین الاقوامی مشروباتی کمپنی نے اپنے مشروبات کی بوتلوں پر بہت ہی مقامی اور ذاتی قسم کے اظہاریے درج کیے:

Share your Coke with Bhaie

Share your Coke with Friend

Share your Coke with Dad

Share your Coke with Family

ترجمہ میں وفاداری Loyalty

ترجمہ کے عمل میں بہت سارے لوگ حصہ دار ہوتے ہیں جن میں ترجمہ نگار، قارئین، محققین، طالب علم اور پیغام کے وصول کرنے والے۔سی۔نارڈ نے اس تصور پر بہت معنی خیز کام کیا۔اس نے اپنی تحقیق میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ترجمہ نگار ترجمہ طلب لوگوں کے لیے آسانی کا اہتمام کرتا ہے۔اس کا رویہ ترجمہ طلب لوگوں سے ہمدردی، تعاون اور وفاداری کا ہوتا ہے۔اس کی اقدار اسے اپنے ترجمہ طلب لوگوں کی مدد کرنے پر مجبور کرتی ہیں جس کے لیے وہ ان کے لیے اپنے ترجمہ میں وفاداری کے عنصر پیدا کرتا ہے۔وہ اپنے عمل میں ذریعہ کی زبان اور ذریعہ کے متن کو نظر انداز تو نہیں کرتا مگر اس کی معنویت کو ترجمہ کے طالب لوگوں تک پہنچانے کی ذاتی کوشش کرتا ہے اور اسی عمل کو علم ترجمہ کی زبان میں وفاداری کہا جاتا ہے۔وفاداری Loyalty کے تصور کو دیانت داری Faithfulness اور اطاعت شعاری Fidelity کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے۔یہ سارے تصورات اپنی اپنی معنویت میں خود انحصار ہیں اور ان کی اپنی اپنی معنویت اور پہچان ہے۔

مشینی ترجمہ Machine Translation

علم ترجمہ میں بہت سے طریق استعمال کیے جاتے ہیں۔ایک طرف تو ادبی اور علمی کتابوں کے تراجم کے لیے لغاتیں اور انسائیکلو پیڈیا سے رہنمائی لی جاتی تھی مگر اب یہ سب کچھ کمپیوٹر میں سے تلاش Search کیا جا سکتا ہے۔اس کے باوجود بعض محقق Researchers روایتی طریق Conventional Method ہی استعمال کرتے ہیں۔اس کا ایک امکان یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کمپیوٹر Literate نہیں ہوتے اور اس کی افادیت سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔تاہم اس کی اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ترجمہ میں کمپیوٹر کا استعمال بہت ہی مقبول ہوتا جا رہا ہے۔پاکستان میں نئی نسل رسمی طور پر کمپیوٹر کا علم حاصل کر رہی ہے اور غیر رسمی طور پر بھی۔علم ترجمہ میں درج ذیل تصورات خاص اہمیت رکھتے ہیں:

- ☆ ترجمہ میں کمپیوٹر Keyboard Logging
- ☆ ڈبنگ Dubbing
- ☆ ترجمہ میں مقامیت Localization
- ☆ مشینی ترجمہ Machine Translation

درج بالا سہولتوں کے استعمال سے کیے گئے تراجم از خود مناسب، متوازن اور مربوط نہیں ہوتے۔اس طرح کے تراجم میں کمپیوٹر پر انسانی کوشش کا خاص عمل دخل ہوتا ہے۔اس عمل میں سب سے اہم مرحلہ Pre-editing اور Post-editing ہوتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ زیر ترجمہ متن کا پہلے سے مطالعہ کیا جاتا ہے اور پھر ترجمہ کر لینے کے بعد اس میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے ترمیم و اضافہ کیا جاتا ہے۔گویا کمپیوٹر کے ترجمہ میں انسانی مداخلت ناگزیر ہے۔بعض متن کسی موضوع سے خاص متعلق ہوتے ہیں ان کی لغت بھی محدود اور خاص ہوتی ہے اور کمپیوٹر میں ترجمہ کی لغت محدود اور خاص ہوتی ہے۔ایسے تراجم میں انسان کو ترجمہ میں بہت زیادہ مداخلت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔عہد جدید میں کمپیوٹر کے اس مقصد کے لیے استعمال کے لیے بہت ترقی ہو چکی ہے۔اب تو ترجمہ کے لیے کی۔بورڈ Key board کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔کلام کی پہچان Speech recognition tecchnology کے ذریعہ از خود ترجمہ ہوتا

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

رہتا ہے۔اگر چہ یہ ترجمہ ادبی نوعیت کا نہیں ہوتا مگر اس میں تھوڑی بہت اصطلاح کر کے بہت ہی اچھی طرح قابل عمل بنایا جا سکتا ہے۔کمپیوٹر کی وسیع وعریض گنجائش Capacity میں بہت سی زبانوں کی ان گنت لغت ڈالی Feed کی جاتی ہے۔مشینی ترجمہ کے دوران کمپیوٹر میں از خود نظام Automatic System ترجمہ کی لغت کو تلاش Search کرلاتا ہے۔کمپیوٹر کی ان سہولتوں کا اہتمام انجینئر کرتے ہیں۔وہ وقتاً فوقتاً اپنی انجینئر کی ہوئی پراڈکٹ پر نظر ثانی بھی کرتے رہتے ہیں تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کے نظام میں درکار ترمیم و اضافہ کیا جا سکے۔

ترجمہ میں رابطہ کاری Mediation

ترجمہ کے عمل میں ذریعہ کے متن کا مصنف اور ترجمہ کے قاری کے درمیان ترجمہ کار رابطہ کا کام دیتا ہے۔ایک زبان سے دوسری زبان کے درمیان فاصلہ کو پل Bridge کی طرح ملا دیتا ہے۔یہ تصور علم عمرانیات Sociolgy میں معاشرے میں ابلاغ کے عمل سے اخذ کیا گیا ہے۔اس عمل میں نہ تو ذریعہ کے متن کا مصنف نظر انداز ہوتا ہے، نہ پیغام کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نہ ترجمہ کار غیر متحرک دکھائی دیتا ہے۔اس اصطلاح کے مطابق ترجمہ میں مقامیت Localization کے اوصاف بھی پیدا کیے جا سکتے ہیں جو کہ ابلاغ کے عمل کافی سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔اس تصور کی ترقی یافتہ تحقیق ڈونالڈ ڈیوڈسن Donald Davidson نے کی۔اس نے ترجمہ میں رابطہ کاری Mediation کے جدید مراحل کا ادراک کیا اور اسی خیال کو درمیان کا راستہ The Mediated Touch کی اصطلاح میں پیش کیا۔

ترجمہ میں میم Meme

کسی معاشرے کے انسان کسی خاص ماحول یا جغرافیہ میں جنم لیتے ہیں تو انہی کے مطابق جینا سیکھ لیتے ہیں۔جینے کے لیے کھانا پینا، رہنا سہنا، تحفظ اور دفاع، بچوں کی پیدائش، بچوں کی پیدائش کے لیے عورتوں مردوں کے تعلقات کی نوعیت کا مطالعہ عمرانیات Socioology اور علم الانسان Anthropolgy کے موضوعات ہیں۔رچرڈ ڈاکنز Richard Dawkins نے اپنے مقالہ خود غرض جین Selfish Gene میں زیر بحث اصطلاح کا استعمال کیا۔اس تصور پر

اس سے پہلے این۔کے۔ہمفرے N.K Humphry اس موضوع پر اپنے تصورات پیش کر چکا تھا۔کسی معاشرے میں جس طرح حیاتیاتی ارتقا Biological Evolution ہوتا ہے بالکل اسی طرح زندگی اور کائنات سے متعلق تصورات کا ارتقا ہوتا ہے۔ان کا تعلق انسان کے ساتھ جینیات Genes کی طرح ہوتا ہے۔انسان کا شعور اور لاشعور ان تصورات یعنی Memes سے بھرا ہوتا ہے۔اگر یہ بھی کہہ دیا جائے ایسے میں انسانوں کا ذہن Memes سے بنا ہوتا ہے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ Memes سے مراد ایسا خیال، رویہ یا طریقہ ہوتا ہے جو ایک ثقافت میں فرد سے فرد تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔ Meme is an idea,behaviour,style that spread from person to person within a culture.۔یہ تصورات بہت ہی مقامی، نفیس، نازک اور نظر نہ آنے والے invisible ہوتے ہیں۔انسانی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔معاشرتی رویے اور اعمال آپس میں Mix up ہوتے رہتے ہیں۔انسانوں اور ان کے رویوں میں مقابلے اور مسابقے کی فضا جاری رہتی ہے۔وراثتی رویوں، اعمال اور اشیا کی اہمیت بھی برقرار رہتی ہے۔یہ سب چیزیں Memes کی پیداوار اور ترویج یا تردید پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔علم ترجمہ میں اس نازک تصور کا ادراک دشوار بھی ہو سکتا ہے مگر مسلسل ریاضت سے اس دشواری کو آسانی بنایا جا سکتا ہے۔ترجمہ کے متن میں ترجمہ کی زبان کے Memes کا استعمال بے حد احتیاط کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔اس کو مقامیت Localization کے سیاق وسباق میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔پنجابی زبان میں یہ جملہ Meme کی مثال پیش کرتا ہے۔

''چن میرے مکھنا''

درج بالا مثال میں چاند کو مخاطب کیا گیا ہے جو کہ زمین والوں کے لیے خوبصورتی اور رومان کی علامت ہے۔اصل میں تو چاند محبوب قرار دیا گیا ہے۔میرے کے لفظ سے محبوب کے ساتھ گہرائی اور لگن کا اظہار کیا گیا ہے۔مکھن دودھ سے پیدا کیا جاتا ہے۔اس کی رنگت، نرمی اور تاثیر انسانی حیات کے لیے حقیقی اور عملی اثرات رکھتی ہے۔مکھن کی محبوب سے نسبت محبوب میں مکھن کی خصوصیات کو نمایاں کرنا مقصد ہے۔ہندوستان اور پاکستان میں مکھن کی لغت بہت ہی عزیز اور مقبول ہے۔بہت سے بچوں کے نام مکھن علی، مکھن شاہ، مکھن رام، مکھن لعل اور مکھن سنگھ

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ چھوٹے بچوں کو مکھن، مکھنی وغیرہ کے Nick names سے بھی مخاطب کیا جا سکتا ہے۔تراجم کے عمل میں Memes کا خیال رکھنا اور ان کی اچھی پیش کاری کرنا بہت ہی احسن اور دشوار ترین عمل ہے۔اسی طرح ''گل مکئی'' ایک ایسا نام ہے جس میں مکئی کی ریشمی لغت، بھٹہ اور غذائی ضرورت پوری کرنے کی نعمتیں اور برکتیں شامل ہیں۔مئی کے دانوں کو انسانوں کے دانتوں کی خوبصورتی کے استعاروں کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

رچرڈ ڈاکنز Richard Dawkins کا نظریہ خود غرض جین Selfish Gene اس مثال میں اپنی مکمل صداقت ثابت کر دیتا ہے۔چاند کے ساتھ بھی انسانوں کی غرض ہے اور مکھن تو ان کی حیات اور بقا کا ضامن ہے۔اس کے نظریہ میں غرض کوئی منفی معنویت نہیں رکھتی بلکہ جینیاتی Genetic گہرائی رکھتی ہے جس سے ہرگز انکار ممکن نہیں ہے۔

ترجمہ میں تاثر کا اصول Minimax Principle

ترجمہ نگار کو مرحلہ مرحلہ، درجہ بہ درجہ دشواریوں کا سامنا رہتا ہے۔ذریعہ کی زبان، ذریعہ کا متن، ترجمہ کی زبان، ترجمہ کا متن اور قاری کی توقعات ترجمہ کار کے اردگرد مشکلات کے ڈھیر لگا دیتی ہیں۔مگر اس سے سب سے زیادہ اہم دشواری ذریعہ کے متن کا کوئی لفظ، جملہ، اظہاریہ یا اختصاریہ ہو سکتا ہے۔اس طرح کی صورت حال ترجمہ نگار اپنے مجبوری سے نجات حاصل کرنے کے ترجمہ میں متن کی معنویت زیادہ سے زیادہ تاثر کے ساتھ پیش کرتا ہے، زیادہ سے زیادہ کا تاثر ترجمہ نگار کی بے لگام آزادی نہیں۔بلکہ اصطلاح کے مطابق کم از کم Mini اور اس میں زیادہ Max کا حدود قیود میں رہنا ہوتا ہے۔

ترجمہ میں ماڈل Modulation

ذریعہ کے متن کسی بھی طرح کے ہو سکتے ہیں: ادبی یا کاروباری، سائنسی یا مذہبی۔ذریعہ کے متون میں تنوع کا یہ دائرہ پھیلتا ہی رہتا ہے۔ادب Literature کے طالب علموں کے لیے ناول کے ترجمہ کے لیے ترجمہ کار کو مختلف ماڈل وضع کرنا پڑے گا۔نظم، مرثیہ یا قصیدہ کے ترجمہ کے لیے مختلف قسم کا ماڈل اپنانا پڑے گا۔ہاں البتہ کاروباری تحریروں کے لیے ماہرین آسانی سے ماڈل ترتیب Engineer کر دیتے ہیں۔

ترجمہ میں کثیر ماڈل Multimodality

درج بالا اصطلاح میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مختلف متون کے تراجم کے لیے مختلف ماڈل وضع کیے جا سکتے ہیں۔بعض ایسے ماڈل معیار Standardize کیے جا سکتے ہیں۔تحریری تراجم کے علاوہ فوٹوگرافی، ٹیلی ویژن کے پروگرام، فلم، اشتہار بازی اور ڈرامہ بازی میں مختلف ماڈل وضع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔اس مقصد کے لیے ماہرین ضرورت کے مطابق ماڈل وضع Engineer کر دیتے ہیں۔

کچھ پیغامات صرف آواز کے وسیلہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ایسے تراجم کے لیے اور ماڈل بنانے پڑیں گے۔بعض تراجم بصری یعنی دیکھے جانے کی سہولتوں کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ان کے ماڈل یقیناً دوسرے تراجم سے مختلف ہوں گے۔

ہم ترجمہ Multiple translations

اس اردو اصطلاح کا تصور حسن الدین احمد نے پیش کیا۔انھوں نے ''سازِ مغرب'' کے عنوان سے دس جلدوں پر مبنی انگریزی نظمیں اور اُن کے اردو تراجم تدوین کیے۔اس کے علاوہ ''سازِ مشرق'' کے عنوان سے دو جلدوں پر مبنی نظموں کے تراجم کی تالیف کی۔انگریزی کی بہت سی نظمیں ایسی ہیں جن کے تراجم اردو زبان میں ایک سے زیادہ شاعروں نے کیے ہیں۔مثال کے طور پر: تھامس گرے کی نظم "Country graveyard" کا ترجمہ اردو میں بہت سے شعرا نے کیا ہے۔اس نظم کا ترجمہ سید علی حیدر طباطبائی، سید احمد کبیر، امیر چند بہار نے ''گورِ غریباں'' کے عنوان سے کیا ہے۔سید صائب حسینی صائب نے اسی نظم کا ترجمہ ''گاؤں کا قبرستان'' کے عنوان سے کیا ہے۔

حسن الدین احمد نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ''انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' میں کسی ایک فن پارے کے ایک سے زیادہ تراجم کو ''ہم ترجمہ'' کی اصطلاح میں پیش کیا ہے۔غالباً اردو زبان میں ترجمہ کی یہ واحد اصطلاح وضع Devise کی گئی ہے۔حسن الدین احمد کی وضع کردہ یہ واحد اردو ترجمہ کی اصطلاح اردو زبان کے لیے مایہ فخر ہے۔

فطری ترجمہ Natural Translation

ہر ترجمہ کار کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم دو زبانوں میں اچھی دسترس رکھتا ہو۔ ذریعہ کی زبان کی سمجھ بوجھ اس لیے ضرورت ہے کہ اس میں سے پیغام یا معنویت کو سمجھ کر نمایاں کیا جائے۔ ترجمہ کی زبان میں اس لیے مہارت کی ضرورت ہے کہ اس پیغام کو ترجمہ کی زبان میں کامیابی سے ابلاغ کر دیا جائے۔ اس طرح کے ترجمہ نگار کو دو زبانی Bilingual کہا جاتا ہے۔ بعض ترجمہ نگار کثیر زبانی ہوتے ہیں اور انھیں اصطلاح میں Multilingual کہتے ہیں۔ ایسے ترجمہ کاروں کے تراجم زیادہ جامع اور قابل فہم یا قابل قدر ہوتے ہیں۔ انھیں زبانوں کی وسعت ابلاغ کے لیے نئے نئے لفظ فراہم کرتی ہے اور وہ نئے نئے معانی دریافت کرتے ہیں۔

عہد جدید میں اس صنف ترجمہ کو کافی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس پر سب سے اہم اعتراض تو یہ کیا جاتا ہے کہ یہ آسان ترین کام ہے اور اس میں ترجمہ نگار تن آسانی کا شکار ہو جاتا ہے، مگر یہ اعتراض کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جو کام آسان ہے وہ آسان ہی رہے گا۔ جو کام مشکل ہے اس کو آسان کرنے کی ضرورت ہے۔ بے جا تنقید اور تن آسانی کے الزامات ترجمہ نگار کی حوصلہ شکنی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ میں میانہ پن Normalization

ترجمہ میں میانہ پن سے مراد ایسی سہولت کا اضافہ ہے جس کے ذریعہ متن کی معنویت ترجمہ میں ابلاغ ہو جائے۔ اسے روایت کاری Conventionalization بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر ترجمہ کے متن میں پیغام یا معنی کو آسانی اور سہولت سے ابلاغ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی تحریریں جن کے تراجم کرنا دشوار ہوں ان کو آسان کرنے کی کوشش علم ترجمہ میں Normalization کہلاتی ہے۔ اس تصور میں البتہ یہ ابہام باقی رہ جاتا ہے کہ ابلاغ کی سہولت ذریعہ کے متن کے لیے ضروری ہے یا ترجمہ کے متن کے لیے۔ مگر یہ ابہام اس شکل میں بے معنی ہو جاتا ہے جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ معنی ذریعہ کے متن بھی ہوتے ہیں اور ترجمہ کے متن میں بھی۔ اگر دو زبانوں کی کسی دشواری کی وجہ سے معنی کو میانہ روی Normalized انداز میں پیش کر دیا جائے تو یہ ترجمہ کی کامیابی ہے۔

ترجمہ میں معمولات Norms

علم ترجمہ ایک سائنس ہے اور ہر سائنس کچھ اصولوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ لفظوں کا سمجھنا بھی ایک معمول ہے۔ جملہ کی ساخت اور اس میں معنویت کے سلیقے بھی معمولات ہوتے ہیں۔ ترجمہ کی زبان میں گرائمر، زبان کی ساخت، افعال سازی اور ان کا استعمال یہ سب ترجمہ کے معمولات Norms کہلاتے ہیں۔ یہ مسلسل تحریر میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں اور نظر آتے رہتے ہیں۔ ان کی تکرار تحریر اور معنویت کو تسلسل عطا کرتی ہے۔ یہ معمولات مختلف علوم میں مختلف تصور رکھتے ہیں اور کردار ادا کرتے ہیں۔ اپنے تسلسل اور عمومیت کی وجہ سے یہ لوگوں کی توقعات Expectations کی طرح ہوتے ہیں۔ ادب میں نثر اور شاعری میں مختلف ثابت ہوتے ہیں مگر موجود رہتے ہیں۔ نثر میں گرائمر کا خیال رکھا جاتا ہے اور شاعری میں صنائع بدائع اور جمالیاتی لغت کا استعمال کیا جاتا ہے جو رویے اور طریقے بار بار استعمال کیے جاتے ہیں وہی معمولات Norms کہلاتے ہیں۔ یہ ایک زبان سے دوسری زبان میں بدل جاتے ہیں۔ ایک معاشرے کی نسبت دوسرے معاشرے میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ ایک مصنف کے اسلوب دوسرے مصنف کے اسلوب سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ شخصی اور انفرادی ہونے کے باوجود عالمی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ پانی تو فرد پیتا ہی ہے مگر یہ کام دنیا کا ہر فرد بھی کرتا ہے۔ اس طرح یہ انفرادی فعل آفاقی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ معمولات مستقل بھی ہوتے ہیں اور ان میں تبدیلی وقوع پذیر بھی ہوتی رہتی ہے۔ علم ترجمہ میں ذریعہ کے متن کی معنویت کو معمولات کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے معنی کو علم ترجمہ کی لغت یا معمولات میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر منیر نیازی کی درج ذیل سطریں فطرت، درخت، ہوا، خوشبو وغیرہ جیسے معمولات پر مبنی ہیں:

ابھی سرد، بوجھل ہوا جی اُٹھے گی
ابھی ناریل کے درختوں پہ، ساحل پہ
چھا جائے گا اک نشیلا اندھیرا
معطر لبوں، مدھ بھری دھیمی باتوں
کے انبوہ ہر سمت آوارہ ہوں گے

Sadi Arbab e Zaidi 0305-6406067

درج بالا مثال میں؛ سرد، بوجھل، ہوا، ناریل، درختوں، ساحل، نشیلا، اندھیرا، معطر، مدھری، دھیمی، انبوہ اور آوارہ کے معمولات شامل ہیں۔ یہ معمولات Norms مادہ اور کیفیت Material and State of Mind دونوں اقسام پر مبنی ہیں اور ان کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

ترجمہ میں واضح غلطی Overt Error

ترجمہ دو زبانوں کے درمیان تفاعل Interaction ہوتا ہے۔ ہر زبان کے اپنے لفظ Semantics ہوتے ہیں۔ اُن کی معنویت ایک جیسی بھی ہوسکتی ہے اور قدرے مختلف بھی۔ ترجمہ کے عمل میں ایسا امکان ہوسکتا ہے کہ ایک زبان کے لفظوں کے دوسری زبان میں متبادلات بہت مناسب نہ ہوں۔ معنویت کے ابلاغ میں نہ صرف کمی بیشی کا احساس ہو بلکہ غلطی کا اظہار بھی ہو۔ مثال کے طور پر ''بزرگ وناتواں بے بسی کا شکار تھے۔'' اس جملے میں بزرگی بذاتِ خود ناتواں ہونے کا ثبوت ہے۔ اسے اگر انگریزی زبان میں درست ترجمہ کیا جائے تو کچھ اس طرح ہوگا: "The elders were helpless" اردو کے جملے میں ''ناتواں'' واضح غلطی Overt Error ہے۔ بزرگی کی معنویت میں ناتوانی اور بے بسی ماسوائے لفظی اضافوں کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر علمِ ترجمہ میں اس طرح کی صورتِ حال سے واسطہ رہتا ہی ہے کیوں کہ دو زبانوں میں ہمیشہ معنوی توازن قائم ہونا لازم نہیں۔

واضح ترجمہ Over translation

علمِ ترجمہ میں جس طرح یہ ممکن ہے کہ جملے کے معنی اُس کے لفظوں کی تہوں میں مخفی Covert ہی رہ جائیں، اُسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جملے میں لفظوں کے معنی بہت ہی وضاحت کے ساتھ اپنی معنویت آشکار کریں۔ بظاہر ترجمہ کی یہ شکل بہت آسان لگتی ہے لیکن شاید سب سے مشکل ہو۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ ذریعہ کی زبان میں مخفی معنویت ترجمہ کی زبان میں بھی مخفی ہوسکتی ہے اور یہ ترجمہ نگار کی مہارت اور ریاضت پر منحصر ہے کہ وہ چھپی ہوئی معنویت کو بہت واضح انداز میں کیسے پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تھامس گرے Thomas Gray کی نظم "Elegy"(Written in a Country Courtyard) کے پہلے بند Stanza کو پیش

کیا جاسکتا ہے۔

"The curfew tolls the bell of parting day,
The lowing herd winds slowly o'er the lea,
The plowman homeward plods his weary way
And leaves the world to darknessand to me."

درج بالا انگریزی بند Stanza کا ترجمہ علامہ سید علی حیدر طباطبائی نے اِن اشعار میں کیا ہے:

وداعِ روزِ روشن گجر شامِ غریباں کا
چراگاہوں سے پلٹے قافلے وہ بے زبانوں کے
قدم گھر کی طرف کس شوق سے اٹھتا ہے دہقاں کا
یہ ویرانہ ہے، میں ہوں، اور طائر آشانوں کے

ذریعہ کی زبان میں جملوں کی معنویت مکمل وضاحت کے ساتھ ترجمہ کی زبان کے جملوں میں ابلاغ کی گئی ہے۔ تھامس گرے کی اسی نظم کا ترجمہ امیر چند بہار نے بھی ''گورِ غریباں'' کے نام سے کیا ہے۔ امیر چند بہار کے اسی بند کے ترجمہ میں ''واضح ترجمہ Overt Translation'' کی صفت بڑی آسانی سے مشاہدہ کی جاسکتی ہے:

ہُوا روپوش جب مہرِ منور چشمِ گیتی سے
سکوتِ شام میں واپس چلے کھیتوں سے چوپائے
مشقت کا تھکا ماندا ہوا دہقان بھی رخصت
فقط میں رہ گیا ہوں اِس جگہ یا ڈوبتے سائے

درج بالا ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متون اس تصور کی بہت ہی اچھی مثالیں اور وضاحت پیش کرتے ہیں۔

متوازی تراجم Parallel Corpus

عہدِ جدید میں کسی بھی متن کو ایک سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ یہ بات علمی تراجم کے متعلق بھی درست ہے اور کاروباری، تجارتی یا مالیاتی معاملات

Saqib Arbab e Zauq 0305-6406067

کے متعلق بھی۔ زیادہ تر کاروباری معاملات میں ایک ہی متن کو اشتہاری مقاصد کے لیے بہت سی زبانوں میں ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے بہت سے تراجم کو متوازی تراجم Parallel Corpus کہتے ہیں۔ عام طور پر اس طرح کے تراجم کی ضرورت کو مشینی تراجم Machine Translation کے ذریعہ ہی ابلاغ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ تراجم تعداد میں جتنی زبانوں میں بھی ہوں اُن کا مرکزی نقطۂ نظر ایک ہی رہتا ہے۔

علم لسانیات میں ذریعہ کے متن میں لفظ Semantics مرکب جملہ Syntax بناتے ہیں۔ یہ لفظ و معنی جملے میں آپس میں گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ یہی صفت متوازی تراجم میں بھی لازم سمجھی جاتی ہے۔

متوازی متن Parallel Text

بعض متن Texts اپنی لفظیات اور معنویت کی وجہ سے بہت ہی خاص ہوتے ہیں۔ دیومالائی ادب میں سے اس کی بہت سی مثالیں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ جان ملٹن John Milton کی معروف نظم ''جنتِ گم گشتہ'' Paradise Lost اسی قبیل کی نظم ہے۔ اس نظم میں عیسائیت کے نقطۂ نظر سے زندگی کا آغاز، جنت، دوزخ، گناہ، ثواب، موت و حیات کے تصورات کہانی کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس نظم کا ترجمہ کرتے ہوئے اُس کی اصطلاحات یا خاص لفاظی کا ترجمہ کی زبان میں بہت ہی خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسا اس لیے لازم ہے کہ ایک زبان کی معنویت دوسری زبان تک جاتے جاتے گم نہ ہو جائے بلکہ درست انداز میں ابلاغ ہو جائے۔ ترجمہ میں اس معیار کو حاصل کرنے کے لیے ترجمہ کی زبان میں متبادل لغت کا جاننا اور اُس کا بروقت استعمال بہت ضروری ہے۔ اسی طرح اگر یونانی ادب کے شہ پاروں کا ترجمہ کیا جائے تو ترجمہ کی زبان میں لغت کا انتخاب اُن کے مطابق کرنا پڑے گا۔

رابرٹ براؤننگ Robert Browning کی نظم ''ربی بن عذرا'' Rabbi Ben Ezra'' عرب تہذیب کے کردار کی تشکیل کرتی ہے۔ براؤننگ ربی بن عذرا سے مخاطب ہے:

Grow old along with me!

The best is yet to be,

The last of life, for which the first was made:

Our times are in His hand

who saith "A whole I planned,

Youth shows but hlaf; trust Got:

see all, nor be afraid!

محمد امیر نے براؤننگ کے ان جملوں کا ترجمہ درج ذیل اشعار میں کیا ہے:

میری طرح تمھیں بھی بڑھاپا نصیب ہو
آئے تمہاری عمر میں بھی شامِ زندگی
حاصل تمہاری زیست کا آغاز میں نہیں
تم کو ابھی ہے دیکھنا انجامِ زندگی
کل تک اڑائے بادۂ گُل رنگ کے مزے
پینا ہے آج دُردِ مئے جامِ زندگی

براؤننگ کے متن اور محمد امیر کے ترجمہ میں ایک خاص توازن پایا جاتا ہے۔ انسان کی عمر، اُس کا عمر رسیدہ ہونا، بڑھاپے اور جوانی کا تضاد، بڑھاپے کا جوانی کو بڑھاپے کی یاد دہانی کرانا ایسے متوازی معنی ہیں جو دونوں متون میں آمنے سامنے مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔ خاص طور سے ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن کی تہہ میں جوانی کی گم شدگی کا خوف اور بڑھاپے کی آمد کی للکار بہت ہی واضح اور متوازن نظر آتی ہے۔

متوازی متن Parallel Text کا تصور متوازی تراجم Parallel Corpus کے تصور سے یکسر مختلف ہے اور ان دونوں کا کوئی ابہام پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔

ترجمہ میں سرپرستی Patronage

مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور فلسفیانہ خیالات نظریاتی Ideological ہوتے ہیں۔ علم ترجمہ میں ایسے متن Source Texts جن کی بنیاد نظریاتی عوامل پر ہو اُن کے ترجمہ پر اُس متن کا یا اُس متن کے مصنف کا اثر قائم رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۲۰ء کے بعد روس میں شائع ہونے

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

والے ادب پر اشتراکیت کے تاثر کا غلبہ تھا۔ اسی طرح کا تاثر جرمن ادب پر بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں تھا۔ جن ممالک میں ریاستیں مذہبی بنیادوں پر قائم ہوتی ہیں وہ بھی نظریاتی بنیادیں رکھتی ہیں۔ جب کسی متن کا ذریعہ نظریاتی ہو تو نظریہ ترجمہ کے عمل میں اور ترجمہ کے متن میں اپنے مرکزی خیال کی سرپرستی کرتا ہے۔ ایسا ترجمہ نگار کی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اُس نظریاتی متن میں کسی قسم کی کمی بیشی یا نرمی گرمی پیدا نہیں کرسکتا۔ ہومر Homer کی نظم اوڈیسی Odyssey میں دیومالائی کرداروں کا سفر، مشکلات اور فتوحات کا ذکر ہے۔ اس نظم میں بنیادی کردار Odysseus کا ہے جو دنیا کے کونے کونے سے گھومتا پھرتا اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا اپنے وطن اِتھاکا Ithaca واپس پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے وطن ایک فاتح کی حیثیت سے لوٹتا ہے۔ اس متن کے ترجمہ کا تقاضا ہے کہ Odysseus کی مہمات کا ابلاغ اُسی طرح کی زبان میں کرے جس طرح کی زبان میں اُس کے متن میں پیش کیا گیا۔

سلیم الرحمٰن نے ہومر کی اس نظم کا ترجمہ ''جہاں گرد کی واپسی'' کے عنوان سے کیا ہے۔
ترجمہ میں متن کی سرپرستی کا تصور ''شاہ نامہ فردوسی'' یا اس طرح کی دوسری نظموں یا تحریروں میں بھی نظر آتا ہے۔

سرپرستی کا تصور ترجمہ کے عمل میں تحدید Constraint کا باعث بھی ہوتا ہے۔ ترجمہ نگار متن کی نظریاتی حدود سے باہر جانے کی جرأت نہیں کرتا۔ اس لیے ترجمہ میں تحدید یا حد بندی کے عناصر نظر آتے ہیں۔

ترجمہ میں شعریات Poetics

شعریات Poetics کا تصور بلکہ نظریہ یونانی فلسفی ارسطو Artistotle نے پیش کیا۔ اُس کے خیالات کو صدیوں سے ساری دنیا کے ادب میں پیش کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے طالب علم اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ بہت سے ادبی نظریات میں اُس کے بعض تصورات کے خلاف بھی کام کیا گیا ہے۔ مگر اُس کی ہر درست یا غیر درست بات آفاقی ادب میں ایک بہت بڑی قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ علم ترجمہ میں شعریات سے مراد لفظیات، لفظوں کی ترکیب، لفظوں کی ترتیب، شعری علامات، صنائع بدائع، لغتِ جمالیات، اسلوبیات اور دیگر ادبی اقدار ہیں۔ اِن تمام اقدار

کی اطلاق پذیری سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ معاشرے میں ادب Literature کا کیا کردار ہے؟ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ادب ہمیشہ برائے مقصد Objective ہوتا ہے اور ادب برائے ادب کوئی چیز نہیں ہوتا۔

اس تصور کی تفصیل میں نظریاتی نظام بھی تعلق رکھتے ہیں۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ادب کا معاشرے میں کوئی کردار ہوتا ہے تو پھر اُس کے مقصد کا تعین بھی لازم ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ادب کا تعلق بھی کسی نہ کسی نظریہ Idealogy ہی سے ہوتا ہے۔ یہ نتیجہ جزوی طور پر درست بھی ہے اور غیر مکمل بھی۔ لازم نہیں کہ دنیا کا ہر ادب پارہ کسی کے نظریہ کا نتیجہ ہو۔ جس طرح نظریات میں ادب پابندی کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح شعریات کے تصور میں بھی ممکن ہے۔ تاہم اس موضوع پر بہت سی متضاد تنقید کی گنجائش موجود ہے۔

شعریات کی اس متنازعہ بحث میں داغؔ دہلوی کا یہ شعر، شعریات کی اچھی تعبیر کرتا ہے:

رِندوں کا کیا قصور ہے واعظ سمجھ ذرا
دنیا میں کوئی آ کے بچا ہے گناہ سے

حوالہ کے شعر میں شاعری کے تمام تر اجزا بڑی ترتیب سے سجے دھجے نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک فکری تنازع تہہ لفظ مشاہدہ میں آتا ہے۔ گناہ تو گناہ ہوتا ہے اور اُس کی تحدید Constratint یہ ہے کہ اُس کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ مگر داغ اپنی فنی اور شعری مہارت اور فکری گہرائی سے یہ سوال اٹھا دیتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہر کوئی گناہ سے بچا رہے۔ اس قضیہ Proposition کا متضاد Contrary پہلو یہ ہے کہ جس طرح گناہ نہ کرنا ضروری ہے اُسی طرح گناہ کرنے کی زندگی اور دنیا میں گنجائش موجود ہے۔

کثیر نظامی نظریہ Polysystem Theory

ایک زبان میں جو ادب تحریر کیا جاتا ہے اُس کی بہت سی اصناف ہوتی ہیں۔ شاعری، نظم، گیت، کہانی، حکایت، ڈرامہ اور بچوں کے ادب کے علاوہ وہ سب کچھ جو ادب میں شامل ہوتا ہے۔ ترجمہ کے عمل میں مذکورہ ادب کی پیش کاری کس انداز میں کی جائے کہ کسی دوسری زبان، جغرافیہ یا معاشرہ کے ادب میں ابلاغ ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ ایک زبان میں کہی گئی کہانی کسی

Sadir Arbab e Zaiq 0305-6406067

دوسری زبان، جغرافیہ اور معاشرہ میں کس طرح بیان کی جائے کہ وہاں کے سننے والوں Receptors کو ابلاغ ہوسکے۔ کثیر نظامی نظریہ اس مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے۔ وہ ترجمہ نگار کو آزادی فراہم کرتا ہے کہ وہ ترجمہ کے آلات Instruments یعنی لغت، جملے، مواقع، مظاہر اور واقعات کو اس انداز میں پیش کرے کہ اُسے وصول کرنے والے سمجھ سکیں۔ اس نظریہ میں کافی بغاوتیں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ مگر ایک سوال کا جواب صرف یہی نظریہ دے سکتا ہے کہ بچوں کے ادب کو کس انداز میں ترجمہ کیا جائے کہ کسی دوسری زبان، جغرافیہ اور معاشرہ کے بچے اُس پیغام، گیت، کہانی یا نظم کو سمجھ سکیں۔ بالغ قارئین کے مسائل اور طرح کے ہوتے ہیں۔ بچوں کے لیے بہت سی رعایات Concessions کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضرورت کثیر نظامی نظریہ کے تحت ترجمہ نگار کو بہت سی چیزوں کا اپنی مرضی سے انتخاب کر لینے کی آزادی کی شکل میں پوری کی جاتی ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی شاعری آفاقی بھی ہے اور عالمی بھی۔ اس کے باوجود بہت حد تک مقامی Local بھی ہے۔ اُس کی بعض نظموں یا اشعار کے تراجم کے لیے زیر بحث نظریہ کی پیش کردہ آزادی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر نظیر کی نظم ''مفلسی'' کا درج ذیل بند کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کثیر نظامی نظریہ کی آسانیوں کا تقاضا کرتا ہے

بیٹے کا بیاہ ہووے تو بیاہی نہ ساتی ہے
نَے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہے
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھے جاتی ہے
بیٹا بنا ہے دُولہ تو باوا براتی ہے
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

حوالہ کے اشعار تہذیبِ ہند میں غریب کی شادی کا ماحول، مسائل اور وسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ معنویت اور روایت کے لحاظ سے بہت ہی مقامی شاعری ہے۔ اس طرح کی شاعری کے ترجمہ کے لیے کسی دوسری زبان میں کثیر نظامی نظریہ سے مدد لینا ضروری ہوجاتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کا اردو کا ایسا شاعر جو یکتا، یگانہ، منفرد، انوکھا، عوامی اور بے بدل ہے۔

مابعد نوآبادیاتی نظریات Postcolonial Approaches

روئے زمین پر ایک ہی وقت میں بہت سے لوگ رہ رہے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ ترقی کرتے ہوئے آگے قدم بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ کچھ اپنے ماحول پر اطمینان میں رکے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ عوام یا معاشرے کہولت اور سہولت کا شکار ہوکر زوال آمادہ ہوجاتے ہیں۔ مغرب، خاص کر یورپ کی بہت سی اقوام گذشتہ ہزار برس سے اپنی حکمت اور حکومت پھیلانے میں سرگرمِ عمل رہی ہے۔ پُرتگیزی، فرانسیسی، اطالوی، برطانوی، نوآبادکاروں کے علاوہ جرمن اور روسی آبادکاروں نے بھی اپنے بڑھاؤ پھیلاؤ کا دنیا میں اہتمام کیا۔ تاہم ہندوستان پر گذشتہ ہزار برس میں پُرتگیزی، اطالوی، فرانسیسی اور برطانوی نوآبادکار وقفے وقفے سے نازل ہوتے رہے۔ اُن سب میں برطانوی نوآبادیات کامیاب ترین واقعہ ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے ہندوستان کی تہذیب وثقافت پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ تہذیبِ ہند پر دور دراز کی قوم غالب آ گئی اور چار پانچ سو سال اپنے اثرات اس معاشرے پر مرتب کرتی رہی۔ اینگلو انڈین تہذیب تشکیل ہوگئی۔ یہاں تک کہ ہند کی نسلیں بھی بدلنے لگیں اور اُن میں اینگلو انڈین نسل Anglo Indian Race کا اضافہ بھی ہوا۔ زبان و ادب پر اور طرح کے اثرات مرتب ہوئے۔ مذاہب میں بھی رویے اور رجحان تبدیلیوں کا شکار ہوئے۔ یہاں تک کہ تقسیم ہند کے بعد بھی برطانوی سامراج کے اثرات سے نہ ہندوستان آزاد ہوسکا ہے اور نہ ہی پاکستان۔ اُن کا ادب، فلاحی کام، تعلیمی ادارے، ہسپتال، نظامِ آب پاشی، آمد و رفت کے لیے سڑکیں اور راستوں کے ساتھ ساتھ ریلوے کا بے مثال نظام کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ قانون اور عدالت کا نظام بھی ہندوستان کی تہذیب کو گہرائیوں تک متاثر کر گیا اور ہندوستان میں اس طرح کے مقولے Proverbs تعمیر Construct ہوئے، جیسے ''انگریز کے دور میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی نیکیوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے مگر اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے باسیوں کے ساتھ ساری نیکیاں اپنی برائیوں کی تکمیل کے لیے سرانجام دی تھیں۔ وہ ہندوستان کو ''سونے کی چڑیا'' سمجھ کر یہاں آئے اور جنگِ عظیم اوّل اور جنگِ عظیم دوم تک کے ثمرات لوٹ کر لے گئے۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

اس تاریخی سیاق وسباق میں ادب Literature بھی اسی انداز میں متاثر ہوا۔ بہت سا انگریزی ادب ہندوستان میں لکھا گیا اور ہندوستان کے متعلق لکھا گیا۔ یہ ادب ہندوستان کے ادب سے مختلف ہے۔ اُس کی اقدار مختلف ہیں۔ اُس کی جمالیات اور ہے۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ انگریز اپنی برتری Superiority اور حکمت وحکومت Hegemony کو قائم اور سلامت رکھنے کے خواہش مند تھے۔ ہندوستان میں ای ایم فوسٹر E.M. Foster کا ناول "A Passage to India" مقبول ترین کہانی ہے۔ اس کا ترجمہ اردو زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ مگر ایک بات ہر حال میں ثابت ہوتی ہے کہ ای ایم فوسٹر نے اپنے تمام تر متصوفانہ Mystic خیالات کے باوجود انگریز تہذیب کو تہذیبِ ہند پر برتر ثابت کیا ہے۔ اُس ناول کی ایک بہت اہم کردار مسز مور Mrs. More ای ایم فوسٹر کے مغربی تصوف Western Mysticism کی علامت Symbol ہے۔ تہذیبِ ہند کی طرف سے ڈاکٹر عزیز بھی علامتی کردار ہے۔ وہ تہذیبِ ہند کی اَنا اور تصوف کا مجسمہ ہے۔ مسز مُور اور ڈاکٹر عزیز کے کردار کے موازنہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ای ایم فوسٹر مغرب کی تہذیب کو ہندوستان کی تہذیب سے نہ چاہتے ہوئے بھی برتر ہی ثابت کرتا رہا۔

انفرادی طور پر ای ایم فوسٹر نے تہذیبِ ہند کے لیے یادگار کام کیے۔ سرسید احمد کے بیٹے سید محمود کے توسط سے غالب کا پہلا دیوان شائع کروایا۔ مگر اُس کے اس طرح کے کام اُس کی نفسیاتی برتری کو کم نہ کرسکے۔ اسی طرح کی صورت حال ایم ایم کے M.M. Kaye کے ناول "Far Pavillions" میں بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ خاتون ناول نگار کے کرداروں میں پشتون کرداروں کے علاوہ انگریز فوجی کردار بھی ہیں۔ اگر اُن سب کا مجموعی تجزیہ کرکے کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اپنے تمام تر انسان پرستی Humanism کی اقدار کے باوجود ایم ایم کے، کے کردار مقامی کرداروں پر یعنی پشتون کرداروں پر غالب نظر آتے ہیں۔ یا اُن سے بڑے نظر آتے ہیں۔ اس ناول کا اردو ترجمہ ''دور خیمہ'' کے عنوان سے کیا جاچکا ہے۔ یہ رویہ اور پیش کاری نوآبادیات کا کرشمہ اور عطا تھی۔ ویسے بھی اگر غیر جانبدارانہ انداز میں سوچا جائے تو یہ بات ماننے ہی بنتی ہے کہ جو غالب وفاتح ہوتا ہے وہی زیادہ محترم اور قابل قبول ہوتا ہے۔

نوآبادیات کے عمل میں تہذیبِ ہند سے زیادہ افریقہ کی تہذیب بُری طرح متاثر ہوئی اور اُنھوں نے اس کی بہت ہی بھاری قیمت چکائی۔ افریقہ میں نوآبادیات کے اثرات اور

ہندوستان میں نوآبادیات کے اثرات کا کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ افریقہ میں نوآبادیات کی ایک حد اور شکل غلامی Slavery بھی تھی۔

ترجمہ کی اصطلاحات کی پیش کاری میں نوآبادیات اور اُس کے بعد کے حالات اور اُن کے نتائج کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ پروفیسر ایڈورڈ سعید Edward Said نے ''شرق شناسی'' "Orientialism" کے عنوان سے بہت ہی معنی خیز اور قابل قدر تحقیق پیش کی ہے۔ اُس کا لب لباب یہی ہے کہ ترقی یافتہ قومیں پسماندہ قوموں پر نیکیوں کے احسانات تو کرتی ہیں مگر وہ اپنے ہی اقتدار اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔ ایڈورڈ سعید کے اس نظریہ سے کسی حالت میں بھی انکار ممکن نہیں۔ بلکہ اگر اس کو ماضی کی طرف تاریخ کے اوراق کی وسعت میں دیکھا جائے تو ایک زمانہ میں مسلمان دنیا بھر پر غالب، فاتح اور حکمران تھے۔ ایڈورڈ سعید کی تحقیق اگر مغربی سامراجی طاقتوں کے خلاف ایک الزام ہے تو یہی الزام مسلمان اپنی تاریخ میں، اپنے لیے فخر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ بے جا نہ ہوگا اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ عہدِ جدید کے مسلمان جس انتشار، خلفشار، دہشت گردی، زوال پذیری کا شکار ہیں اُس کا اہم ترین سبب بھی یہی قابل فخر الزام ہے جسے فارسی کے ان لفظوں میں کوزہ بند کردیا گیا ہے:

''پدرم سلطان بود''

پسِ تدوین Post Editing

عہدِ جدید میں دنیا بھر میں بے شمار تحریریں لکھی جاتی ہیں۔ ایسا دنیا کی تمام تر زبانوں میں ہو رہا ہے۔ اُس کے نتیجے میں تحریریں یا متن اس قدر زیادہ تعداد اور حجم میں نظر آتے ہیں کہ جن کے تراجم انسانی استعداد کے اندر ہوتے نظر نہیں آتے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دنیا بھر کی تمام تر زبانوں میں لکھی جانے والی تحریروں کے تراجم انسانی استعداد سے زیادہ ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے مشینی ترجمہ Machine Translation کا میکانکی طریقہ Mechanism ایجاد کیا گیا ہے۔ چوں کہ انسانی ذہن سے کمپیوٹر کی رفتار بہت ہی تیز ہوتی ہے اسی لیے کمپیوٹر کے نتائج انسانی کوشش کی نسبت بہت زیادہ حجم میں ہوتے ہیں۔

پس تدوین کی اصطلاح سے مراد ایسے تراجم کی تدوین ہے جو مشینی ترجمہ کے نتیجہ میں متن کیے گئے ہوں۔ عہدِ حاضر تک تو یہ ابہام اپنی جگہ پر قائم ودائم ہے کہ کیا انسانی ذہن سے کیا ہوا

ترجمہ زیادہ مناسب ہوسکتا ہے یا کمپیوٹر مشین سے۔ اس ابہام یا سوال کے باوجود مشین کے تراجم حجم کے لحاظ سے دنیا میں سب سے زیادہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ان تراجم میں بظاہر تو ایک روایتی سا ابہام یہ بھی ہے کہ مشین معنویت، انسانی احساس، جبلت اور جذبات کو کیسے پیش کرسکتی ہے۔ مگر اس طرح کے سوفٹ ویئر Software وضع Devise کیے جاتے ہیں کہ ذریعہ کے متن کی اقدار کو زیادہ سے زیادہ مشینی ترجمہ میں پیش کیا جاسکے۔ عام طور پر ایسے ترجمہ میں اس طرح کے اصول کارفرما ہوتے ہیں کہ مشینی ترجمہ کے نتائج زیادہ سے زیادہ مناسب Accurate ہونے چاہئیں۔ اس مقصد کے لیے ترجمہ کے بعد مشینی تدوین Machine Editing ہی کی جاتی ہے۔ اس کی رفتار انسانی رفتار سے بہت زیادہ ہوتی ہے اور وضع کردہ سوفٹ ویئر کے مطابق ترجمہ کے متن میں سے زیادہ سے زیادہ غلطیوں Errors کو درست ترمیم کردیتا ہے۔ خاص طور سے ایسے متن جن میں کسی اطلاع کو دنیا بھر میں، کسی خاص معاشرہ میں یا گروہ میں فوری Immediately طور پر نشر کرنا مقصود ہو تو اُس صورتِ حال میں مشینی تدوین کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ عمل محض اطلاع کی انشراح کے لیے لازم نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں ترجمہ کے بہت اچھے قابلِ اشاعت Publicable متن تیار کیے جاسکتے ہیں۔

پسِ ساختیات کے نظریات Poststructuralist Approaches

اس مشکل اصطلاح کو سمجھنے کے لیے آسان ترین طریق اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ لفظ، آوازوں اور معنی کی اکائیاں ہوتے ہیں۔ لفظوں کے مجموعے جملے کو ساخت Sturcture یا تعمیر Construct کرتے ہیں۔ زبان پر کسی کا کوئی قابو نہیں ہوتا؛ وہ لچک دار ہوتی ہے اور اپنی معنویت میں مزید لچک پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہ لچک لفظوں کی محتاج ہوتی ہے۔ ہر جملے کی ساخت میں اُن کی معنویت کی جھلک Shades بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح لفظ جو جملے میں نمایاں ترین حیثیت رکھتے ہیں، اُن کی اہمیت جملے میں بدلتی رہتی ہے۔ ایسے لفظوں کو ''نمایاں کار Signifiers'' کہتے ہیں۔ زبان کے مروجہ اصول، علامتیں، اختلافات اور مترادفات کی اہمیت کی بجائے جملے میں مجموعی معنویت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ نظریہ فرانسیسی مفکر، ادیب ژاک دریدا Jacques Derrida نے پیش کیا تھا۔ اُس کے مطابق ایک لفظ کے معنی خاص نہیں

ہوتے بلکہ دوسرے لفظ کے معنی کے ساتھ ''متعلق Related'' ہوتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے دونوں لفظوں کی بجائے کوئی تیسرا لفظ ساخت کردیا گیا ہے۔

کسی متن کے پہلے سے کوئی معنی متعین نہیں ہوتے۔ جب کسی متن کو ساخت کیا جاتا ہے تو اُس کی معنویت بھی اُجاگر ہونے لگتی ہے۔ ترجمہ کے عمل میں اس نظریے سے مراد تحریروں کو ''دوبارہ لکھنے Re-write'' کرنے کی طرح ہے۔ اس نظریہ کے مطابق کسی متن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا البتہ اُس متن کی ساخت سے معنویت اخذ کی جاتی ہے۔ یہ نظریہ اس لحاظ سے انقلابی ہے کہ زبان کے روایتی تصورات اور تشریحی اصولوں کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ مثال کے طور پر شمس الرحمٰن فاروقی کے ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' کے درج ذیل اقتباس پر زیر بحث اصطلاح کا اطلاق کرکے دیکھا جاسکتا ہے۔

> ''آہستہ آہستہ کرکے حبیبہ نے وزیر کے سارے اوپری کپڑے اُتارے۔ دو ایک کو تو وہ بدقت یا آسانی تہہ کرکے صندوق میں رکھ سکی، لیکن باقی ایسے تھے کہ انھیں تہہ کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا، یا شاید وہ تہ کئے جانے والے کپڑے تھے بھی نہیں۔ ایسے سب کپڑے حبیبہ نے نہایت احتیاط سے، گویا پھونک پھونک کر اُٹھائے اور وہیں آبدار خانے کی برنجی کھونٹیوں پر لٹکا دیئے۔ پھر اس کا وزیر کا منھ، ہاتھ پاؤں دھلائے، پھر انہیں نرم اور ہلکے سے معطر سے دستمال سے خشک کیا۔ وزیر کی پتلی کمر، بھاری کولھے اور نمایاں گات اب اور بھی نمایاں ہوگئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کولھوں کا وزن گات کو سنبھالے ہوئے ہے ورنہ یہ کامنی جیسی بیبیا چلتیں تو پاؤں رکھتیں کہیں اور پڑتا کہیں اور۔ حبیب النساء کے دل میں شوق کا سا ایک ولولہ دم بھر کو گونجا لیکن اس نے ضبط سے کام لے کر چہرے پر کوئی رنگ نہ آنے دیا اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کی خفیف لرزش کو وزیر پر ظاہر ہونے دیا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب اگر وہ ٹھہرے گی تو وزیر کی خفگی کا باعث ہوگا۔''

درج بالا متن کو فاروقی نے ساخت Structure کیا ہے جو کہ دریدا کے نظریہ کے سیاق وسباق میں دیکھنے کے لیے اُسے عدمِ ساخت Deconstruction کے اصول کے اطلاق کی ضرورت ہے۔

Sadia Arbab e Zaid 0305-6406067

اس متن میں شمس الرحمٰن فاروقی ایک حقیقی کردار ہیں جنھوں نے اپنے ادیب، ناول نگار، منصب کو مجازی، مرادی، کہانی کار کا کردار عطا کیا ہے۔ اسی طرح ان کا ناول نگار کردار اپنے قاری اور قاری کے مجازی اور مرادی کرداروں کو متعارف کراتے ہیں۔ قاری اور مصنف کے حقیقی اور مرادی کرداروں کے علاوہ متن کے اندر کے کردار بھی متن میں اپنا کردار پیش کرتے ہوئے خطابیہ بھی بیان کرتے ہیں۔ حوالہ کے اس متن میں 'وزیر اور حبیبہ النسا' کے کردار متن میں کہانی جس انداز میں پیش کرتے ہیں وہی انداز مصنف اور قاری دونوں کی خواہش، آرزو یا مقصودِ نظر ہے۔ اس منظر نامے میں مصنف، مرادی مصنف، قاری، مرادی قاری، وزیر، مرادی وزیر اور حبیب النساء کے ساتھ اُس کا مرادی حبیب النساء ایسے کردار ہیں جو متن میں مخفی ہیں مگر اپنا اپنا کردار بڑی وضاحت سے پیش کرتے ہیں۔ اس متن کا اختتامیہ حبیبہ النسا کے اس خطابیہ dicourse پر ہوتا ہے۔

''میں باہر ٹھہرتی ہوں، سرکار جب آپ چاہیں آواز دے لیں''

حبیب النساء کے خطابیہ کے تجزیہ سے پہلے ہم متن کی جزوکاری کے ذریعے یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ پیش کردہ متن میں حبیب النساء کے کردار سے شمس الرحمان فاروقی نے کیا اعمال سرانجام دلوائے۔

۱۔ آہستہ آہستہ کر کے حبیبہ کا وزیر کے جسم سے تعلق کی رفتار اور انداز

۲۔ حبیبہ نے وزیر کے سارے تمام کے تمام کپڑے

۳۔ اوپری کپڑے وہ لباس وہ زیر جاموں سے اوپر پہنا جاتا ہے حبیبہ نے وہ لباس اُتار دیا۔

۴۔ اُتارے بے لباس کرنے کا عمل۔

۵۔ دو ایک کو تو وہ بدقت یا بآسانی تہ کر کے صندوق میں رکھ سکی زیر جاموں سے اوپر کے لباس میں سے ایک دو چیزوں کو تہہ کر کے کسی نہ کسی طرح اس نے صندوق میں تہہ کر کے رکھ دیا۔

۶۔ لیکن باقی ایسے تھے کہ انھیں تہہ کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا باقی لباس کے کچھ حصے ایسے تھے جن کو تہہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

۷۔ یا شاید وہ تہہ کیے جانے والے کپڑے تھے بھی نہیں کپڑوں کی نوعیت ایسی تھی کہ شاید ان کو تہہ کرنا ممکن یا ضروری نہ تھا یعنی ایسے کپڑے جن کو ان کی اصلی حالت میں ہی رکھنا بہتر تھا۔

۸۔ ایسے سب کپڑے حبیبہ نے نہایت احتیاط سے وزیر کے کپڑے اُتار کر ان کو سنبھالنے کے لیے حبیبہ کا احتیاط کا سلیقہ۔

۹۔ گویا پھونک پھونک کر اُٹھائے احتیاط سے اعلیٰ درجے کی توجہ جس میں احتیاط کے ساتھ فکرمندی اور علق داری کے عناصر بھی محوِ عمل ہوتے ہیں۔

۱۰۔ اور وہیں آبدار خانے کی برنجی کھونٹیوں پر لٹکا دیئے، ایسے کپڑے جو تہہ کرنے کے قابل نہ تھے اور جن کو ان کی اصلی حالت میں رکھنا ضروری تھا۔ حبیبہ نے انھیں باہر لے جانے کی بجائے اندر ہی کھونٹیوں پر لٹکا دیا۔

۱۱۔ پھر اس کا اس کے بعد وزیر کا منہ

۱۲۔ وزیر کا منھ وزیر کے منہ سے متعلق حبیبہ کے اعمال کی تکرار۔

۱۳۔ ہاتھ پاؤں دھلائے جسمانی اعضاء کی صفائی ستھرائی

۱۴۔ پھر انھیں نرم اور ہلکے سے معطر سے دستمال سے خشک کیا وزیر کے اعضا کو حبیبہ نے ایک نفیس رومال سے خشک کیا۔

۱۵۔ وزیر کی پتلی کمر، بھاری کولھے اور نمایاں گات وزیر کے نسوانی اعضا کی لغت

۱۶۔ اب اور بھی نمایاں ہوگئی تھیں وزیر کے نسوانی اعضاء کا فن کارانہ اظہار، تکرار اور تاکید۔

۱۷۔ ایسا لگتا تھا کولھوں کا وزن گات کو سنبھالے ہوئے ہے وزیر کے جسم، مختلف اعضا اور ان میں توازن کے رشتے کا اظہار۔

۱۸۔ ورنہ یہ کامنی جیسی بیبیا چلتیں تو پاؤں رکھتیں کہیں اور پڑتا کہیں اور وزیر کی جسمانی نزاکت اور نازکی کے نتیجہ میں غیر یقینی حرکت کا اظہار۔

۱۹۔ حبیب النسا کے دل میں شوق کا حبیب النسا کے دل میں شوق، محبت، چاہت وغیرہ کی ترغیب پیدا ہوئی۔

۲۰۔ سا یہ ترغیب براہِ راست نہ تھی۔ فاروقی صاحب نے اِسے حیا، حجاب کے مہین پردوں میں ملفوف کر دیا ہے۔ شوق، کی بجائے شوق ''سا'' خیال کی نفاست کا ارفع معیار ہے۔

۲۱۔ ایک ولولہ دم بھر کو گونجا۔ شوق کا جذبہ لمحہ بھر کے لیے زوردار انداز سے اُٹھا۔ تحت اللفظ، یہ جذبہ لمحہ بھر ہی وقوع پذیر ہوا اور پھر۔

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

۲۲۔ لیکن اس نے ضبط سے کام لے کر حبیبہ نے جذبے کی شدت اور حدت پر قابو پالیا اور اُسے مخفی رکھنے میں کامیاب رہی ''آگ صحرا میں لگی اور دھواں گھر سے اُٹھا'' وہ آب خانے میں تھی اور آب وآتش کی نرم بارش میں اپنے وجود کی کیمیا کی تجربہ گاہ میں تھی۔

۲۳۔ چہرے پر کوئی رنگ نہ آنے دیا۔حبیبہ نے اپنے کسی جذبے کا اثر اپنے چہرے کے تاثرات سے ظاہر نہ ہونے دیا۔

۲۴۔ اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کی خفیف لرزش کو وزیر پر ظاہر ہونے دیا، حبیبہ کے ہاتھوں میں حرکت تھی ۔حرکت کی بجائے لرزش کی کیفیت اُس کے اندر کسی بے چینی، بے تابی، ضبط، جبر وغیرہ کا نتیجہ تھی۔اس کے عمل کے یقین میں جذبے کی بے یقینی نے اُسے لرزہ براندام کردیا۔

۲۵۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا حبیبہ کے اِردگرد احساسات کا ایک ہجوم تھا اور ان سب کے ہوتے ہوئے اس نے یہ بھی محسوس کرلیا کہ......

۲۶۔ کہ اب اگر وہ ٹھہرے گی اُسے جس وقت تک ٹھہرنا تھا ٹھہر چکی اور اب اُسے وزیر کو چھوڑ کر باہر چلے جانا چاہئے ۔تاکہ وزیر خلوت میں چلی جائے اور حبیبہ اُس کی خلوت میں مُخل نہ ہو۔فاروقی نے یہ احساس بے پناہ نفاست سے پیش کیا ہے۔

۲۷۔ تو وزیر کی خفگی کا باعث ہوگا حبیبہ سمجھ چکی تھی کہ اُسے وزیر کو نہانے کے کمرے میں اکیلے چھوڑ کر باہر چلے جانا چاہئے کیونکہ وہ سارے کام یا درجات مکمل ہوگئے جن میں حبیبہ کی موجودگی ضروری تھی اور قابلِ برداشت بھی۔مگر اس کے بعد اُس کی موجودگی وزیر کی ناراضی کا باعث ہوسکی تھی۔

درج بالا اقتباس کی جزوکاری segmantation کے نتیجے میں کم از کم اُس کے ستائیس (۲۷) اجزا کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔یہ جزوکاری اگر مزید باریک بینی سے کی جائے تو کم وبیش اجزا کا عدد ستر (۷۰) تک پہنچ سکتا ہے۔اجزاکاری کے ستائیس اجزا میں تیرہ (۱۳) اہم ترین حرکی dynamic اجزا کا تعلق براہِ راست حبیبہ سے ہے اور اُس کے توسط سے وزیر کے ساتھ بھی۔جزوکاری کے نتیجے میں ثابت ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر ستائیس اجزا میں سے تیئس (۲۳) اعمال acts کا آغاز inititative حبیبہ کی طرف سے ہوا۔متن کی جزوکاری میں ان اجزا کی

فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ میں طاقت Power

عہدِ جدید میں بہت سی نظریاتی دستاویزات Idealogical Documents مشاہدہ میں آتی ہیں۔نظریاتی ریاستوں کے تمام ادارے اور اُن کے نظام نظریاتی ہوتے ہیں۔نظریاتی پن معاشروں کی بنیاد میں ہوتا ہے۔ بہت سی ریاستیں، نظریاتی بنیادوں پر استوار ہوتی ہیں۔اس طرح کے سیاق وسباق میں ذریعہ کا متن بھی نظریاتی عناصر رکھتا ہے۔نتیجتاً ترجمہ نگار بھی اُن نظریاتی تقاضوں کا پابند ہوتا ہے۔ یہ کوئی اَنہونی بات نہیں ہے۔جس طرح سیاست میں جمہوریت کے بجائے آمریت Dictatorship کا راج ہوتا ہے اسی طرح نظریاتی معاشروں میں سوچ اور سوچ کے متن پر نظریات کی مہریں لگی ہوتی ہیں۔ترجمہ نگار متن میں نظریاتی اقدار کا پابند ہوتا ہے۔وہ ان اقدار سے روگردانی کر کے نہ صرف گمراہ یا بھٹکا ہوا ترجمہ نگار کہلا سکتا ہے بلکہ سزا کا مستحق بھی ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ نظریاتی معیار کے خلاف کسی قسم کی کوئی حرکت معاشرہ یا ریاست قبول نہیں کرتی۔اس طرح کے رویے کو بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ بغاوت کا خوف اور سزا کا نتیجہ ترجمہ نگار کو محدود کر کے رکھ دیتا ہے۔لسانیات کے اصطلاح میں اس طرح کی صورت حال کو Constraint کہتے ہیں۔قدیم معاشروں میں مقدس تحریروں یا کتابوں کے تراجم کے متعلق بھی ایسا ہی اصول اور معیار قائم کیے جاتے تھے۔اصل نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ نگار متن کی اقدار کے اندر رہے اور باہر نہ جھانکے۔متن کی اقدار کی پابندی نہ کرنا متن کی اقدار کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ترجمہ نگار کے پاس انتخاب Choice کی کوئی گنجائش Space نہیں رہ جاتی۔

جنگِ عظیم اوّل، جنگِ عظیم دوم، سرد جنگ کا زمانہ، ایسے عہد ہیں جن میں لکھی گئی بہت سی تحریریں اپنی طاقت Power کی وجہ سے ترجمہ نگار کو محدود رکھتی تھیں۔یورپ اور امریکی اتحادی اور اُن کے عہد کا ادب، نازی جرمنی اور ہٹلر کے عہد کا ادب، مسولینی اور اٹلی کا ادب، فرانس اور نپولین کے اثرات میں لکھا جانے والا ادب، طاقت Power کے عناصر اپنی معنویت میں رکھتا ہے۔جنگی صورت حال سے لے کر فاتحین اور جنگجوؤں کی خودنوشت Biographies اور اُن کی سوانح عمریوں Autobiographies تک میں طاقت کا عمل اپنا اثر دکھاتا ہے۔

راقم الحروف جنوبی افریقہ کے قائد نیلسن منڈیلا کی خودنوشت ''آزادی کا طویل سفر'' "Long Walk to Freedom" کا ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ میں متن کی طاقت کو محسوس کرتے رہتے تھے۔ نہ صرف نیلسن منڈیلا کی شخصیت کا اثر بلکہ نسلی امتیاز اور نوآبادکاروں کی ریاست اور مظالم ترجمہ پر پابندی کا تاثر قائم کرتے تھے۔ تاہم اس سیاق وسباق میں پابندیوں کا احساس دیانت داری کے اصولوں پر پابندی کی طرح تھا۔ نہ کہ اُن کی وجہ سے کسی قسم کی گھٹن یا حبس کا احساس ہوتا تھا۔ عام طور پر نظریاتی تحریروں کے تراجم میں طاقت کا تصور اپنا اثر دکھاتا ہے۔

اشتراکی روس کے قائد لینن کے بہت قریبی ساتھی اور مشیر لیون ٹرائسکی کی سوانح عمری کا ترجمہ جاوید شاہین نے ''میری زندگی'' کے عنوان سے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے مطالعہ سے ترجمہ میں طاقت کے تصور کی بہت اچھی مثال مل جاتی ہے۔ انقلاب روس سے پہلے ٹرائسکی اور لینن انقلاب کی جدوجہد، وطن بدری اور گوریلا جنگ جیسی مصروفیات میں ملوث تھے۔ زارِ روس کے خلاف کامیاب انقلاب بذاتِ خود زمین وآسمان کو اُلٹ پلٹ کردینے والی تاریخ لگتی ہے۔ لینن کی موت کے بعد سٹالن نے کمیونسٹ پارٹی میں اپنا اثر ورسوخ بڑھایا اور آخر کار اشتراکی روس کا سربراہ بن گیا۔ لیون ٹرائسکی کو روس کے برف زاروں میں قید کردیا گیا اور وہ کسی نہ کسی طرح فرار ہوکر لاطینی امریکہ کے کسی ملک میں جا پہنچا۔ وہاں بھی اُسے سٹالن اور اُس کے حواریوں نے چین سے نہ جینے دیا اور آخر کار اُس بوڑھے، ناتواں، اشتراکی قائد اور مفکر کو کلہاڑیوں کے وار کرکے قتل کردیا۔ ٹرائسکی کی سوانح عمری کے ترجمہ میں درج بالا عوامل کا اثر بلکہ نقوش اتنی وضاحت سے نظر آتے ہیں کہ لگتا ہے کہ نظریاتی تحریروں میں نظریات Idealogies اور طاقت Power ایک دوسرے کا سرچشمہ ہیں اور ترجمہ کے لیے وہ آسان راستہ نہیں چھوڑتے جس کی بنیاد پر ترجمہ نگار ترجمہ کے عمل میں اپنی آزادی کو محسوس کرسکے۔

ماقبل تدوین Pre-editing

دراصل ماقبل تدوین سے سادہ سا مطلب یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ متن پر کمپیوٹر کا یا کمپیوٹر کی زبان کا اختیار ہوگا۔ متن کی تیاری سے پہلے اُس کی زبان کی تیاری کی جاتی ہے۔ اس بات کی احتیاط کی جاتی ہے کہ کوئی مبہم لفظ، جملہ یا واقعہ متوقع متن میں موجود نہ ہو۔ متن کی تیاری سے پہلے

ہی گرائمری ساختوں کا تعین کرلیا جاتا ہے۔ قبل از وقت متن میں درپیش مشکلات اور ابہام کا اندازہ لگا کر کمپیوٹر کی زبان کا تعین کردیا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ متن پر درحقیقت کمپیوٹر کا اختیار Control رہتا ہے۔ مگر یہ سب بہت احتیاط اور دیکھ بھال سے کیا جاتا ہے تاکہ متن اور ترجمہ ایک دوسرے کی تغلیط Negation یا تضاد Contradiction پیدا نہ کریں۔ اس طرح کا عمل چھوٹے چھوٹے متن بنانے اور اُن کے آسان تراجم پیش کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔

عہدِ جدید میں موبائل فون ہر کسی کی ضرورت ہے۔ اُس کی قیمتیں کم از کم سے زیادہ سے زیادہ سے ہوتی ہیں۔ اُس کی سہولیات قیمت کے مطابق ہوتی ہیں۔ ان تمام عوامل کا مختصر سا اشتہار ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، ویب سائٹس اور اخبارات میں ماقبل تدوین کے اطلاق کے ذریعے پیش کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ کا عمل Process of Translation

یہ بہت ہی سادہ سی اصطلاح ہے۔ ترجمہ کے عمل میں آغاز سے لے کر اختتام تک اس کی اطلاق پذیری کو مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ہر ترجمہ دو اشکال پر مبنی ہوتا ہے:

۱۔ ترجمہ بطور متن (Product)

۲۔ ترجمہ بطور عمل (Activity)

ترجمہ ابلاغ کا تقاضا ہوتا ہے کہ متن کے پیغام کو قاری تک یا اُس کے وصول کرنے والوں تک یا اُس کے گاہکوں Clients تک پہنچا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ترجمہ کو متن کی اقدار کے مطابق تشکیل دیا جاتا ہے تاکہ اُس کا نتیجہ پیداوار Product کی حیثیت رکھتا ہو اور اُسے حاصل کرنے کے خواہش مند لوگ سمجھ سکیں۔ اُسے حاصل کرنے کی کوشش یا لاگت ادا کرنے پر تیار ہوں۔

ترجمہ کے عمل میں ترجمہ نگار کا ذہن اور ذہن کی کیفیت بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کیفیت کو Phsycholinguistic کہا جاتا ہے۔ اسے لسانی نفسیات یا نفسیاتی لسانیات کے متبادلات میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اردو کی دونوں مجوزہ اصطلاحات ابہام سے پاک نہیں

Saqi Arbab e Zaiq 0305-6406067

ہیں کیوں کہ انگریزی کی اصطلاح کا مکمل ابلاغ اردو کی دونوں مجوزہ اصطلاحات میں نہیں ہوتا ہے۔اس کے باوجود راقم الحروف کی رائے میں ''لسانی نفسیات'' اصطلاح میں درکار معنویت کے قریب تر ہے۔ترجمہ نگار کے رویہ کا تجزیہ کیا جاتا ہے کہ وہ متن کے خیال کو ابلاغ کرنے کے لیے کیا کیا طریقے Mechanism اختیار کیا جاتا ہے اور اقدار کا خیال رکھتا ہے۔

جہاں تک ترجمہ میں پیداوار Product کا تعلق ہے اُس میں معاشرتی تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔متن ساز کیا کہنا چاہتا ہے، ترجمہ نگار کیا ابلاغ کرنا چاہتا ہے، ترجمہ یا پیداوار کا گاہک Client کس چیز کا خواہش مند ہے۔ یہ سارا عمل مختلف لوگوں کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے اور ترجمہ کے منصب کا تعین بھی۔معاشرتی تعلقات کی تشریح اور وضاحت سے مراد مختلف طبقات، گروہ اور اجتماعات کی ترجیحات ہیں۔ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں اور دوسرے گروہوں سے وہ خود کس طرح اور کتنے مختلف ہیں۔ یہ سب کچھ ترجمہ نگار اپنی مہارت اور ریاضت سے حاصل کرتا ہے۔ جس کو لسانیات کی سائنسی زبان میں معمولات Norms کہا جاتا ہے۔ترجمہ میں معمولات کا فہم و ادراک اور ترجمہ کے عمل میں اُن کی اطلاق پذیری ترجمہ نگار کی اصل مہارت Competence ہوتی ہے۔

''ترجمہ کا عمل'' کے تصور کی اطلاقی صورت حال کا مشاہدہ کرنے کے لیے انگریزی کے نامعلوم شاعر کی نظم "Early to Bed" کافی ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہے:

Early to bed and early to rise

Is, I have heard, the way to be wise

If healthy you would seek, this counsel you'II take

Be early asleep, and early awake.

Tis good for your health, 'tis good for your purse

No doctor you'II need & seldom a nurse

Then early to bed and early to rise,

That you may be healthy, wealthy and wise.

درج بالا نظم کا اردو ترجمہ محمد حسین آزاد حیدر آبادی نے ''سویرے سونا'' کے عنوان سے کیا ہے:

سویرے ہی اٹھنا سویرے ہی سونا

یہ اچھا طریقہ ہے ہوشیار ہونا

اگر تندرستی کو تم چاہتے ہو

سویرے ہی سوو سویرے ہی اٹھو

رہے گی تری تھیلی اور تندرستی

ضرورت نہیں نرس کی ڈاکٹر کی

سویرے ہی اٹھنا سویرے ہی سونا

ہے صحبت بھی دانائی بھی اور سونا

درج بالا انگریزی متن اگرچہ بظاہر بہت ہی سادہ سی معنویت فہم ہوتا ہے مگر اس میں فطرت کی خوب صورتی اور گہرائی بے مثال ہے۔ترجمہ نگار محمد حسین آزاد حیدر آبادی نے ۱۹۲۲ء میں اس نظم کا ترجمہ شائع کیا۔ترجمہ کی اصطلاح ''ترجمہ کا عمل Process of Translation'' کا عملی اطلاق اس ترجمہ میں نظر آتا ہے۔ترجمہ نگار کا ذہن Phsycholinguistic کی اقدار سے معمور اور منور ہے۔دوسری طرف یہی ترجمہ ایک پیداوار Product کی حیثیت سے قاری، گاہک Client کو قابل عمل نصیحت کی شکل میں مل جاتی ہے۔متن کے شاعر اور اُس کے ترجمہ نگار ڈاکٹر، نرس اور پرس جیسی غیر شاعرانہ لغت کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے وہ شاعری میں کوئی جمالیاتی کرشمہ تو دکھا سکتے ہیں اپنا پیغام اس انداز میں ترسیل نہیں کرسکتے جس انداز میں انھوں نے کردیا ہے۔

ترجمہ میں تحقیقِ عمل Process-oriented research

ترجمہ کے عمل میں تحقیق سے مراد ترجمہ نگار کا رویہ، اقدار اور انتخاب ہے۔وہ اپنی خوشی اور مرضی سے متن کا انتخاب کرتا ہے اور اُس کے ترجمہ کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے۔اس طرح کے تراجم بہت ہی براہِ راست، مناسب اور دیانت دارانہ ہوسکتے ہیں۔ ہاں! یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ترجمہ نگار کسی متن کی پسندیدگی میں اپنی ترجمہ کی اقدار کو فراموش کر بیٹھے۔اس کے علاوہ ترجمہ نگار کو کوئی ادارہ یا فرد متن فراہم کرکے کہہ سکتا ہے کہ اُس کا مناسب ترجمہ کیا جائے۔اس طرح کی

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ترجمہ نگاری کو پیشہ ورانہ تراجم Professional Translations کہتے ہیں۔ ایسے تراجم میں ترجمہ نگار کے پاس متن کے انتخاب کا اختیار بالکل نہیں ہوتا۔ یہ کام کسی ضرورت، تقاضا یا حکم کے مطابق سرانجام دیا جاتا ہے۔ ہاں! البتہ ترجمہ کے دوران ترجمہ نگار لغت کے انتخاب میں اپنی آزادی سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ ترجمہ میں اس طرح کی دونوں کیفیات کو ترجمہ نگار کی لسانیاتی نفسیات Phsycholinguistic کہتے ہیں۔ ترجمہ میں تحقیق کے عمل میں ذریعہ کا متن، ذریعہ کی زبان، ترجمہ کا متن، ترجمہ کی زبان اور اُن سب کی معنویت تحقیق کی طالب ہوتی ہے۔ یہ سب عمل رسمی تربیت اور غیر رسمی رویے سے سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اس کی مثال موسیقی کے آلات بجانے والوں کی مہارت کی طرح ہے جو آلات کی طرف دیکھتے تو نہیں البتہ اُن کی انگلیاں درست سُریں برآمد کرنے میں کامیاب رہتی ہیں۔

ترجمہ نگار اپنے کام کی تکمیل کے لیے مختلف اختیارات Choices کا انتخاب Option استعمال کرتا ہے۔ وہ متن کا مطالعہ کرتے کرتے ترجمہ کا عمل سرانجام دیتا رہتا ہے۔ ایسے بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ ترجمہ نگار خود کلامی میں مصروف ہو اور اُس کے نتیجے میں ترجمہ کا عمل سرانجام دے رہا ہو۔ عہدِ جدید میں کمپیوٹر کی سہولیات نے ترجمہ نگار کی دنیا کو اور بھی وسیع تر کردیا ہے۔ وہ ترجمہ کے روایتی اصولوں اور آلات کے استعمال کے علاوہ جدید سہولیات سے استفادہ کرسکتا ہے۔ کمپیوٹر میں اپنے ترجمہ کا کام آسانی اور تیز رفتاری سے سرانجام دے سکتا ہے۔ ترجمہ کے عمل کے دوران کمپیوٹر ہی میں سے لغاتیں، انسائیکلوپیڈیاز، تھیزارس وغیرہ سے لمحہ بہ لمحہ مدد اور رہنمائی لے سکتا ہے۔ ترجمہ کے عمل میں تحقیق سے مراد ترجمہ نگار کی لسانی نفسیات یا نیوراتی Neurotic کیفیات کا مطالعہ بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔ ترجمہ کی سائنس میں اس مطالعہ کو Neurophysiological Process کہا جاتا ہے۔ دراصل متن، اُس کے موضوعات، اُس کی زبان، ترجمہ، ترجمہ کی لغت، ترجمہ کی زبان اور ترجمہ نگار ایک مرکب Complex صورت حال کو جنم دیتے ہیں اور اُس میں سے ترجمہ کے آسان نتائج اخذ کرتے ہیں۔ یہ سارا نفسیاتی عمل تحقیق کا طالب ہوتا ہے کہ نتائج یا ترجمہ کس حد تک مناسبت کے معیارات پر پورا اترتا ہے۔

ترجمہ میں پیداواری تحقیق Product-oriented research

ترجمہ کے عمل میں Activity اور پیداوار Product دونوں لازم و ملزوم تلازمے ہیں۔ ترجمہ میں پیداواری تحقیق سے مراد ترجمہ کے نتائج کی تحقیق ہے۔ ترجمہ نگار ذریعہ کی زبان کے مقابل کیسی لغت کا انتخاب کرتا ہے، ذریعہ کے متن کی صنف کے مقابل کس صنف کا استعمال کرتا ہے۔ ترجمہ کے خمیری اجزا Raw Materials کی تلاش اور تعین ترجمہ کے عمل میں پیداواری تحقیق کہلاتا ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے جیسے ترجمہ میں پیداواری تحقیق کا تصور ترجمہ میں تحقیق کے عمل سے مختلف ہے۔ درحقیقت Process-oriented research اور Product-oriented research دو متضاد یا مخالف تصورات نہیں ہیں۔ نہ ہی ان دونوں کی اطلاق پذیری متصادم سمتوں میں لے کر جاتی ہے۔ بجائے اس کے یہ دونوں تصورات متوازی اور لازم ہیں۔ ترجمہ کے عمل میں نہ تو عمل کی تحقیق اور نہ ہی ترجمہ کی پیداوار کی تحقیق کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ یہ بیک وقت دو پہلو ہیں جو ترجمہ کے ایک ہی نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے لازم ہیں۔

پیشہ ورانہ ترجمہ Professional Translation

پیشہ ورانہ ترجمہ ایسے ترجمہ نگار کی کاوش ہوتی ہے جو ترجمہ کے مستند اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنا کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ اصولوں کی اطلاق پذیری اور پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ ترجمہ میں درپیش مشکلات اور مسائل کا اعتراف بھی کرتا چلا جاتا ہے۔ چیسٹر مین کے خیال میں پیشہ ور ترجمہ نگار سے مراد ایسا ترجمہ نگار ہے جو صرف ترجمہ نگاری نہیں کرتا بلکہ ترجمہ نگار اُس کا مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ یعنی وہ بیک وقت ترجمہ میں پیشہ ورانہ مہارت کا مظاہرہ بھی کرتا ہے اور دیگر ترجمہ نگاروں کے لیے یا نوآموز ترجمہ نگاروں کے لیے سکھانے والی تربیت گاہ کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔

گزشتہ پچاس ساٹھ برسوں میں ترجمہ کے عمل میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ خاص طور سے کاروباری ادارے، بینک، کثیر قومی کاروباری ادارے، صنعتی ادارے اور صنعت و تجارت سے وابستہ لوگ اپنی خاص ضروریات پوری کرنے کے لیے تراجم کراتے ہیں۔ وہ اپنی اشیا Products کی تشہیر Advertisement کے لیے ایک ہی متن کے بہت سی زبانوں میں تراجم کراتے ہیں تاکہ دنیا کے کونے کونے میں اُن کی اشیا مشہور ہوسکیں۔ اس مقصد کے لیے اُن کے

پاس مالی وسائل کی تو کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے اپنے اداروں میں متن سازی اور ترجمہ کے خصوصی شعبہ جات کھول دیتے ہیں۔ یہ شعبے بذاتِ خود اداروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں ماہرین لسانیات سے لے کر کثیر زبانی ماہر ترجمہ کاروں تک کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ ہر طرح کی معاون اور مدد کرنے والی مشینوں کی موجودگی اور استعمال کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس طرح متن سازی اور ترجمہ کا عمل بہت ہی خاص اور محدود مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ جس کو آخر میں ساری دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ ایسے تراجم پیشہ ورانہ تراجم کہلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مشروبات بنانے اور فروخت کرنے والے ادارے، موبائل فون بنانے اور فروخت کرنے والوں سے مختلف تشہیری مواد تیار کریں گے۔ اُن کے تراجم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ اُن کے لیے ترجمہ نگاروں کی منتخب لغت بھی مختلف ہوگی۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جن لوگوں تک تشہیر کا پیغام پہنچایا جاتا ہے وہ اُن اشیا کی خریداری اور اُن کے معیار کے متعلق خاص توقعات Expectations پیدا کر لیتے ہیں۔ جب وہ چیزیں عملی طور پر بازار میں اُن کی دسترس میں آتی ہیں تو وہ اُنھیں خرید لینے میں کوئی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ہاں! البتہ اگر کوئی چیز اُن کی توقعات کے مطابق نہ ہو تو اُس سے صرفِ نظر ہی کیا جاتا ہے۔

مغرب یعنی یورپ، امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا جیسی معیشتوں میں اگر لوگوں کو اشیا اُن کی توقعات کے مطابق نہ ملیں تو وہ اُنھیں واپس کرنے کا قانونی حق رکھتے ہیں۔ اُن اشیا کے متبادلات پیش کر دیے جاتے ہیں یا ادا شدہ قیمت واپس کر دی جاتی ہے۔ اس طرح کے مقاصد کے لیے پیشہ ورانہ تراجم ضروری ہوتے ہیں۔ جس طرح دنیا بھر میں بہت سی کاروباری خدمات سرانجام دی جاتی ہیں اُسی طرح پیشہ ورانہ ترجمہ بھی اُنھیں خدمات Services کا حصہ بن جاتا ہے۔ تراجم کا یہ انداز روایتی ترجمہ نگاری سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کتابیں بغیر کسی کے کہنے کے اور بغیر کسی معاوضے کے ترجمہ نگار اپنی پسند اور انتخاب سے ترجمہ کر دیتے تھے۔ ایسا اب بھی ہوتا ہے، مگر پیشہ ورانہ ترجمہ اپنے ادارے کے نقوش رکھتا ہے۔ اُس کے اپنے آلات ہوتے ہیں۔ مالیات اور تربیت گاہیں دستیاب ہوتی ہیں۔ اُن سب کے نتیجے میں ترجمہ کے ماہرین جو مختلف زبانوں میں بہت زیادہ مہارت رکھتے ہیں؛ اُن کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

اگر روایتی ترجمہ نگاری اور پیشہ ورانہ ترجمہ نگاری کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات بڑی وضاحت سے مشاہدہ میں آتی ہے کہ روایتی ترجمہ نگاری پر ایک خاص قسم کا غیر رسمی پن Informalism کے اثرات ہوتے ہیں۔ پیشہ ورانہ ترجمہ نگاری خاص قسم کے Formalism کا نتیجہ ہوتی ہے۔

کاروباری مقاصد کے لیے کیے گئے تراجم میں اُن معاشروں، عوام اور تجارتی حلقوں کی ثقافتی اقدار کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ پاکستان میں بین الاقوامی تجارتی کمپنیوں کی بہت ساری اشیا فروخت اور خرید کی جاتی ہیں۔ دلچسپ بات ہے کہ اُن میں سے کھانے پینے کی اشیا پر عام طور پر بڑے واضح لفظوں میں ''حلال'' لکھا ہوتا ہے۔ دراصل یہ اس معاشرے کا ایک تقاضا ہے جو تجارتی کمپنیاں سمجھتی ہیں اور اُس کو پورا کرنے کے لیے حلال کا لفظ لکھنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ پیشہ ورانہ ترجمہ نگاری چوں کہ خاص علمی اور تجارتی اہمیت حاصل کر چکی ہے اس لیے ترجمہ نگاری کے عمل میں کچھ اصولوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

-- کمپیوٹر اور اُس سے متعلق دیگر سہولیاتی آلات Gadgets فراہم کیے جاتے ہیں۔

-- جس مواد کا ترجمہ درکار ہوتا ہے اُس کی خریداری اور اور فراہمی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

-- تجارتی اداروں میں ترجمہ کے اداروں کی خاص تنظیمی شکل بنائی جاتی ہے اور اُس کے لیے مخصوص معیارات Standards کا تعین کیا جاتا ہے۔

-- ترجمہ کار ادارے کے معیارات کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

-- یہ ادارے ترجمہ کار کی مہارت اور دلچسپی کو پیشِ نظر رکھ کر اُن کا معاوضہ طے کرتے ہیں۔

-- اِن اداروں میں خاص اور متعلق Relevant لغت Terminology تیار کی جاتی ہے جو کہ اگر آسٹریلیا میں تیار کی گئی ہو تو افریقہ کے کسی ملک میں ایسے محسوس ہوگی جیسے وہ افریقی معاشرہ اور عوام کی مقامی Local لغت ہے۔

-- ایسے ادارے وجود میں آ چکے ہیں جو ترجمہ کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف تجارتی اداروں کو اپنی خدمات فراہم کرتے ہیں اور اُن کے لیے ضرورت کے مطابق سوفٹ ویئر، لغت اور اصطلاحات وغیرہ ترتیب و ترکیب Engineer کرتے ہیں۔

-- اس عمل میں یہ بھی تحقیق کی جاتی ہے کہ کونسی اشیا کس علاقے میں زیادہ مانگ رکھتی ہیں۔

Sadri Arbab e Zauq 0305-6406067

-- کام کرنے والوں کو مخصوص کام دیا جاتا ہے اور وہ اپنے کام میں تخصیص Specialization کر جاتے ہیں۔

-- ترجمہ کے اداروں اور ترجمہ کاروں کے کام کے معیارات کو اعلیٰ پیمانوں پر پرکھا جاتا ہے اور اُن کے لیے بڑے معیارات کے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے۔

-- بعض ادارے خود سے ترجمہ کے ادارے بنانے اور تراجم کرانے کے بجائے مخصوص Specialized اداروں کو اپنا کام Outsource کر دیتے ہیں۔

-- درج بالا معیارات اور اصولوں کا اہم ترین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کاروباری اداروں کی دسترس اور ترجمہ کا پیغام پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ اس سے آفاقیت Globalizationd کا تصور اور عمل جنم دیتا ہے۔

زیرِ بحث تصور کے متعلق ایک بہت ہی دلچسپ سوال ابھرتا ہے کہ آیا پیشہ ور ترجمہ نگار لسانیات کے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں؟ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مطالعۂ ترجمہ کی سائنس اور اُس کے اصولوں کی فہم کے علاوہ اطلاق پذیری کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ ان سب کی موجودگی میں اگر اُن تعلیمی اداروں کے ماہرین لسانیات کاروباری اداروں کے ساتھ خدمات سرانجام دینے لگتے ہیں تو وہ اُس تربیت سے کیوں بغاوت کریں گے جو اُنھوں نے ترجمہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے کی تھی۔

اس بات کی گنجائش اپنی جگہ پر ہمیشہ رہے گی کہ پیشہ ور ترجمہ نگار لسانیات کے اصولوں پر بہت ہی سخت گیرانہ Rigid انداز اختیار نہیں کر سکتے۔ لسانیات کے اپنے اصول بھی موقع کے مطابق تھوڑی بہت لچک Flexibility کی گنجائش فراہم کرتے ہیں۔

ترجمہ میں رویوں اور معنی کے نمونے Prototype

علمِ زبان کے مطالعہ اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لفظ اپنے حقیقی وجود کی وجہ سے ساخت Construct ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کی لغت کی فہم بہت ہی آسان اور براہِ راست ہوتی ہے۔ مگر انسان اور انسان کا معاشرہ بہت ہی متنوع رویوں اور اعمال کا حامل ہے۔ زبان Language بے چاری انسان اور اُس کے معاشرتی تنوع Variety کو اپنی وسعت میں

سمیٹتی رہتی ہے۔ بہت سی چیزیں دراصل نہ لفظ ہوتی ہیں، نہ صوت، نہ معنی۔ وہ کچھ اور ہوتی ہیں اور اُن کی معنویت کچھ اور ہو جاتی ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ کوئی ایک مظہر Phenominon بار بار ایک ہی انداز میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ تو اُس کے لیے کسی لفظ کو منتخب کر لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ منتخب ہونے کے بعد اپنا لیا جاتا ہے اور آخر کار لغت کا حصہ نہ ہونے کے باوجود لغت ہی کا حصہ بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''شیر'' بہادری کی علامت ہے۔ اس جانور کی صفات لوگوں کے لیے پسندیدہ ہوتی ہیں اور وہ اپنے پسندیدہ لوگوں کی تعریف و توصیف اور حوصلہ افزائی کے لیے اُنھیں ''شیر'' کہہ دیتے ہیں۔ لوگوں کا یہ شیر اگر تھوڑا سا اور بہادر اور بے خوف ہو جائے تو اُسے ''ببر شیر'' کے Prototype میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ معنوی رویوں کے نمونے مسلسل وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی وجہ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر فاختہ ایک بے ضرر اور معصوم، بزدل سا پرندہ ہے۔ انسانی تہذیب میں اس کا Prototype ''امن کی فاختہ'' کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ فاختہ کا بے ضرر ہونا، جارحیت نہ کرنا، مداخلت نہ کرنا، سرپرستی اور قیادت نہ کرنا جیسی خصوصیات نے اُس پرندے کو انسانی تہذیب کا ایک عظیم الشان Prototype بنا دیا ہے۔ یہ Prototype ہر معاشرے اور جغرافیہ میں مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر برفانی علاقوں میں رہنے والوں کے رویوں کے نمونے، صحرا میں رہنے والے لوگوں کے رویوں کے نمونوں سے مختلف ہوں گے۔ صحرا میں گرمی، آندھی، ریت کا طوفان، راستوں کے نشان مٹ جانا، صحرا کا بے آب و گیاہ اور بیاباں ہونا، صحرائی جانوروں، اونٹ، گھوڑا کی موجودگی، لوگوں کے خیمے لگا کر اور خیمے کے قریب آگ جلا کر رات بسر کرنا ایک مکمل ثقافت کی حیثیت رکھتی ہے۔ صحرا کا معاشرہ اپنے Prototype بناتا ہے۔ مثال کے طور پر اونٹ کو ''صحرا کا جہاز'' کہنا یا کوئی اسی طرح کا اسم صفت گھوڑے کے لیے استعمال کرنا صحرا کا Prototype کہلاتا ہے۔ اسی طرح پنجابی زبان میں کبوتروں کو بھی Prototype کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ دنیا کی مشہور مغنیہ نور جہاں پنجابی میں ایک گیت گاتی تھیں:

ماہیا جے میں کبوتری ہوواں
تیری ہِک تے آہلنا پاواں

درج بالا مثال میں کبوتری تہذیبِ ہند کی خاص علامت ہے۔ جس میں محبت، عشق،

Sahir Arbab e Zauq 0305-6406067

رومانس، لگن، عدمِ جارحیت، امن پرستی، خوب صورتی، نازک اندامی اور رنگوں کا بے مثال حسن کبوتری کو تہذیبِ ہند کی ایک بے مثال علامت Symbol کے طور پر پیش کرتی ہے۔ ''کبوتری'' اس گیت میں لسانیات کے حوالے سے Prototype ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے علامہ محمد اقبال کی شاعری میں ''عقاب، شاہین، کرگس، کنجشک'' جیسے Prototype کی مثال دی جاسکتی ہے۔

دنیا بھر میں گھروں میں کمرے ہوتے ہیں اور کمروں کی چھتوں پر منڈیریں (بنیرے) ہوتے ہیں۔ چھتوں پر لڑکوں لڑکیوں کا جانا اور نظر بازی کے کھیل سے لے کر عشق بازی تک کا سفر کر جانا بھی ''منڈیر'' کی Prototype کی وجہ سے ہے۔ جیسے ایک گیت میں کہا جاتا ہے:

چِٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والی اے
منڈا عاشق تیرے تے

اسی طرح منڈیر بطور Prototype اردو پنجابی اور ان علاقوں کی دیگر زبانوں میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ فرانس کے ہمسایہ ملک الجزائر اور دیگر چھوٹے ممالک میں ایک بہت ہی عجیب و غریب واقعہ رونما ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے قتل مکانوں کی چھتوں پر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ اُن کے مکانوں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور عشق باز لڑکے لڑکیاں، خواتین و حضرات کے لیے چھتوں پر ایک دوسری طرف جانے کے لیے زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ اُن کے خاندان کے لوگ، معاشرتی اقدار، اَنا پرستی اور غیرت مندی کی بنیاد پر بہت سے جوڑوں کو مکانوں کی چھتوں پر ہی قتل کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات کی بنیاد ''منڈیر۔ بنیرے'' کے Prototype کی فضیلتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ المناک واقعہ مشرقی ممالک بشمول ہندوستان، پاکستان میں اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے۔

ترجمہ میں رویوں اور معنی کے نمونے پسندیدہ بھی ہوتے ہیں اور غیر پسندیدہ بھی۔ ہم انھیں مثبت Positive اور منفی Negative بھی کہہ سکتے ہیں۔ ''گدھا'' بھی علمِ لسانیات کے اصولوں کے مطابق جانور ہونے کے ساتھ ساتھ زبانوں کا Prototype بھی ہے جو شخص احمق، ضدی اور جان بوجھ کر نقصان اٹھانے والا ہو اُسے گدھا کی Prototype لغت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سرزمین ہند میں ''نمک Salt'' کی اشیائے خورونوش میں ناقابل پیمائش اہمیت

ہے۔ سرزمین ہندوستان چوں کہ طبقات زدہ تہذیب رہی ہے اس لیے نمک کا استعمال امرا کے ہاں اور نفاستوں کے ساتھ ہوتا تھا اور غریبوں کے ہاں شب و روز گزارنے کے لیے ضروری ہوتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ضروری تو سب کے لیے تھا۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر تہذیبِ ہند کی زبانوں میں نمک کو Prototype کی حیثیت مل گئی۔ کسی نے اچھا کیا تو اُسے ''نمک حلال'' کہہ دیا گیا اور اگر کسی نے بدکاری، بے وفائی کی تو اُسے ''نمک حرام'' قرار دیا گیا۔ ''نمک حرام'' بذاتِ خود کوئی لغت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی رویوں میں معنی کے نمونے ہیں۔ علمِ ترجمہ میں اس عمل کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیوں کہ دنیا میں بہت سی تہذیبیں، معاشرے اور زبانیں ہیں جن کے اپنے اپنے Prototype ہیں۔ ترجمہ کے عمل میں ایک زبان کے Prototype کو دوسری زبان کے Prototype میں پیش کرنا بہت ہی دشوار کام ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں اگر متبادل Prototype دستیاب نہ ہوں تو سادہ لغت یعنی وضاحتی لغت کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

جعلی ترجمہ Pseudotranslation

جعلی تراجم سے مراد ایسے تراجم ہیں جو بظاہر تو تراجم ہی لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ہوتے نہیں۔ یہ اس لیے ممکن ہے کہ مختلف ثقافتوں کے متن بعض اوقات قابلِ ترجمہ نہیں ہوتے۔ تو ایسی صورت حال میں متن کا مرکزی خیال ترجمہ کی زبان میں اور ترجمہ ہی کے محاورہ اور روزمرہ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ کہنے کو تو یہ ترجمہ ہوتا ہے لیکن یہ ترجمہ ہوتا نہیں ہے۔ البتہ متن کے پیغام کو امکانی حد تک ابلاغ کرنے کا باعث ضرور بن جاتا ہے۔ معاشرتی اور ثقافتی سیاق و سباق میں معنویت اور پیغام کا تبادلہ کے لیے ایسے ہی تراجم کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی بہت سی نظمیں اتنی مقامی Local ہیں کہ اُن کا ترجمہ کامل ممکن ہی نہیں۔ اس کی نظموں کا ترجمہ بہرحال اصل میں جعلی ہی ہوسکتا ہے۔ اس طرح کے متن کو ترجمہ کے زیرِ بحث تصور کے تحت ہی پیغام و ابلاغ کیا جاسکتا ہے۔ اُس کی نظم ''برسات کی بہاریں'' کے درج ذیل بند مثال کے طور پر مطالعہ کیے جاسکتے ہیں:

جو اُس ہوا میں یارو دولت میں کچھ بڑھے ہیں
ہے اُن کے سر پہ چھتری، ہاتھی پر چڑھے ہیں

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ہم سے غریب غربا کیچڑ میں گر پڑے ہیں
ہاتھوں میں جوتیاں ہیں اور پائینچے چڑھے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں
ہے جن کنے مہیا پکا پکایا کھانا
اُن کو پلنگ پہ بیٹھے جھڑیوں کا حظ اُڑانا
ہے جن کو اپنے گھر میں یاں لون تیل لانا
ہے سر پہ اُن کے پنکھا یا چھاج ہے پرانا
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں
کتنے خوشی سے بیٹھے کھاتے ہیں خوش محل میں
کتنے چلے ہیں لینے بنیے سے قرض پل میں
کاندھے پہ دال آٹا، ہلدی گرہ نے مل میں
ہاتھوں میں گھی کی پیالی اور لکڑیاں بغل م یں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اصل جعلی ترجمہ Pseudo-original translation

جعلی ترجمہ کی ایک شکل ''اصل جعلی ترجمہ Pseudo-original translation'' کہتے ہیں۔ ایسا ترجمہ جو اصل متن لگتا ہو لیکن کسی تحقیق کے نتیجے میں ثابت ہو کہ وہ ترجمہ تھا اور اصل متن نہیں تھا۔ اس طرح کے ترجمہ کو اصل جعلی ترجمہ کی اصطلاح میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے تراجم بہت ہی کم مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اس کمی کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم جس تحریر کا مطالعہ کر رہے ہیں کہ وہ ذریعہ کا متن تھا یا ترجمہ کا۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ ترجمہ ذریعہ کا متن ہی تھا۔ اُس کی حقیقت بعد میں تحقیق کے نتیجے میں کھلتی ہے کہ وہ ذریعہ کا متن نہیں تھا بلکہ ترجمہ کا متن تھا اور ''اصلی جعلی'' تھا۔

ترجمہ میں معیار Quality

ترجمہ کے عمل میں ناپ تول کے معیار Quality کی بہت سی جہتیں ہیں۔ یہ جانچا

پرکھا جاتا ہے کہ ترجمہ نگار نے ذریعہ کے متن کے پیغام کو کتنی مناسبت اور تکمیل کے ساتھ ترجمہ کی زبان میں پیش کیا ہے۔ ہر متن اپنے موضوعات Contents کی بنیاد پر ترجمہ کے مختلف معیارات کا تقاضا کرتا ہے۔ شاعری کا ترجمہ نثر پارے کے ترجمہ سے یقیناً مختلف ہوگا اور اُس کے اصولی تقاضے بھی مختلف ہوں گے۔ عام طور پر پڑھنے لکھنے والے شائقین اور قارئین رضا کارانہ طور پر تراجم کرتے رہتے تھے اور وہ کسی ادارے یا فرد سے ہدایات وصول نہیں کرتے تھے۔ ایسا اب بھی ہوتا ہے، مگر اب بہت سے تعلیمی اداروں، خاص طور پر یونیورسٹیوں میں ترجمہ کے شعبہ جات میں تحقیقی کام کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے ماحول میں ہونے والے تراجم کے معیار کے ناپ تول کا نظام بھی موجود ہوتا ہے۔ انہی اداروں کے ماہرین ترجمہ کے معیارات کی جانچ پرکھ کرتے ہیں اور اُسے سندِ قبولیت یا استرداد عطا کرتے ہیں۔

پیشہ ورانہ تراجم میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ کاروباری ادارے اپنے اداروں میں ترجمہ کے شعبہ جات کھول دیتے ہیں۔ اُن شعبہ جات میں ترجمہ کے تمام تر آلات، کمپیوٹر، لغاتیں، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیاز، لائبریریاں وغیرہ سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ تربیت یافتہ ماہرین ترجمہ کے کام کی نگرانی کرتے ہیں اور بہت ہی اچھی حد تک اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ترجمہ کے ایسے ادارے اور اُن کے نگران ماہرین ترجمہ کی معیاری حالت Quality Control کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترجمہ نگاروں کے لیے احتسابی نظام Accountibility System موجود ہوتا ہے۔ اچھے ترجمہ کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات Rewards پیش کیے جاتے ہیں۔ جو ترجمہ کار اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہیں اُن کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور پرائیویٹ سیکٹر میں تو اُن کو بڑی آسانی سے نوکریوں سے نکال بھی دیا جاتا ہے۔

ترجمہ میں معیار کی پیمائش نئے مسائل بھی پیدا کرتی ہے۔ کسی کو کیا خبر کہ کون ترجمہ کا کس معیار کا طالب ہے۔ ترجمہ کاروں کو کیا پتا کہ کون سرپرست یا نگران ترجمے کا کون سا معیار توقع کرتا ہے۔ ان پیچیدگیوں Complexities کے باوجود ادارے اپنی سرپرستی، انفراسٹرکچر کی دستیابی اور ترجمہ کاروں کی مہارت اور محنت سے متوقع اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان اداروں میں یہ تخصیص بھی کی جاتی ہے کہ ترجمہ کی کونسی شکل پیداوار Product میں شامل

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

ہوگی اور کونسی شکل خدمات Services کے طور پر شناخت کی جائے گی۔ پیداواری تراجم کے خاص بنے بنائے Automatic ماڈل بہت ہی معاون اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ خدمات Services پر مبنی تراجم کی معیاری پیمائش نسبتاً مشکل ہوتی ہے۔ ذریعہ کے متن میں مصنف کا ذہن، کیفیت، علم، تجربہ، ریاضت اور محنت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اُس کے کام کو جانچنے کے لیے Psycholinguistics اور نیوراتی Neurolinguistics کے پیمانوں پر پرکھا جاتا ہے۔ خدماتی Services کے تراجم پیداواری تراجم Product translations کی نسبت زیادہ نفیس، نازک، پیچیدہ یا دشوار ہوسکتے ہیں۔ اس میں بنیادی سوال یہ ہے کہ ایسے تراجم جو پیداواری ہوں یا خدماتی ہوں اُن کے معیار کی پیمائش کا تعین کون کرے گا؟ یقینی بات ہے کہ تعلیمی اور تحقیقی اداروں میں اساتذہ کرام یہ فرائض سرانجام دیتے ہیں اور غیر حکومتی اداروں میں اُن کے اپنے ماہرین ترجمہ کے معیارات کی پیمائش کرتے رہتے ہیں۔

ترجمہ میں ناپ تول کا معیار Quality assessment

ترجمہ کے معیار میں ناپ تول بالعموم پیشہ ورانہ تراجم میں کیا جاتا ہے۔ خاص طور سے جب ترجمہ میں اشیا Products پیش کی جاتی ہیں۔ ترجمہ میں پیداواری عمل کا تسلسل، ترجمہ کی شناخت Identification ہوتا ہے۔ عام طور پر لوگ اس غلط فہمی کا بھی شکار رہتے ہیں کہ ترجمہ میں ناپ تول کے معیار سے مراد ترجمہ میں غلطیاں نکالنا ہوتا ہے۔ پیشہ ورانہ ترجمہ میں ادارہ، گاہک Client اور ترجمہ کرانے والا Commissioner کی خاص توقعات اور تقاضے ہوتے ہیں۔ ترجمہ نگار اُن کے تقاضوں کو جتنے اچھے طریقے سے ترجمہ میں پیش کرتا ہے ترجمہ کو اُتنا ہی اچھا یا کامیاب خیال کیا جاتا ہے۔ ترجمہ نگار کے کام میں معیار سے مراد ترجمہ کے تقاضے اور توقعات ہی ہوتی ہیں۔ جب یہ جانچ پڑتال کی جائے کہ یہ توقعات اور تقاضے کس حد تک پورے ہوئے ہیں تو اس عمل کو ترجمہ میں ناپ تول کا معیار Quality assessment کہا جاتا ہے۔

ترجمہ میں معیار کی یقین دہانی Quality assurance

زیر بحث اصطلاح کا تعلق براہِ راست درج بالا اصطلاح سے ہے۔ یوں کہا جائے کہ یہ اصطلاح جزواًدرج بالا اصطلاح ہی کا حصہ ہے تو درست ہوگا۔ جب کسی متن کے ترجمہ کے لیے

تقاضے اور توقعات ترجمہ نگار کو بتا دیے جائیں تو اُس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اُن توقعات اور تقاضوں کو پورا کرے۔ ترجمہ کے اِنہی تقاضوں اور توقعات کو پورا کرنے کا عمل ترجمہ میں معیار کی یقین دہانی Quality assurance کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مناسب وقت پر ترجمہ مکمل کرنا، معیاری پیش کاری کرنا یا ترجمہ کے متن کو بہت اچھی طرح تشکیل کرنا۔ معیار کی یقین دہانی ہی کی پیمائش یا معیاری ناپ تول کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ میں ترکیب و ترتیب Rank-bound translation

ترجمہ کا یہ تصور بہت عمومی اور کثرت سے زیر استعمال آنے والا آلہ Instrument نہیں ہے۔ جے۔ سی۔ کیٹ فورڈ J.C.Catford نے اپنی بہت ساری تحقیقی دریافتوں میں اس تصور کو بھی پیش کیا۔ اس اصول کے استعمال کی زیادہ تر ضرورت خاص ماحول، مظاہر، مقصد اور معاشرہ میں پیش آسکتی ہے۔ کیٹ فورڈ کا خیال تھا کہ لفظ، مرکب لفظ، جملہ، جملہ میں گرائمری ربط سب کی سب متن میں اکائیاں Units ہوتے ہیں۔

ترجمہ نگار ترجمہ کے عمل کے دوران اس اصول کا خاص خیال رکھتا ہے۔ وہ ہر طرح کی اکائیوں کو متن میں فہم کرتا ہے اور ترجمہ کر دیتا ہے۔ اکائی خواہ لفظ پر مبنی ہو یا جملے پر اُس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ذریعہ کے بعض متن ایسے ہوتے ہیں جن میں مفہوم سے مفہوم تک Sense to sense کے اصول پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اسے تن آسانی یا بے راہ روی سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے بجائے متن کی اکائی سے ترجمہ کی اکائی تک کا سفر درکار ہوتا ہے۔ بظاہر اس اصول سے یہ لگتا ہے کہ کیٹ فورڈ لفظی ترجمہ پر زور دے رہا تھا۔ عہدِ قدیم میں لفظی ترجمہ کا روایتی تصور کیٹ فورڈ کے سائنسی تصور سے بہت ہی مختلف اور مفید ہے۔

اس قسم کے تراجم عام طور پر پیشہ ورانہ تراجم کہلاتے ہیں۔ اشیا Goods کی خرید و فروحت کے لیے تشہیر کا اہتمام بعض اوقات اس طرح کے تراجم کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی اور مقدس تحریریں بھی اس طرح کے تراجم کی بنیاد پر ترجمہ کی جاتی ہیں۔

انگریزی کے کسی نامعلوم شاعر کی نظم "Cowards" کا اردو ترجمہ محمد ابراہیم نے ''بزدل'' کے عنوان سے کیا ہے۔ ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن کا موازنہ کیٹ فورڈ کی اکائیوں

Saqib Arbab e Zaid 0305-6406067

کے تصور پر سو فیصد قابلِ اطلاق نظر آتا ہے:

Cowards die many times before their death;
The valiant never tastes of death but once.
Of all the wonders that I yet have hard,
It seems to me most strange that men shoult fear;
Seeing that death, a necessary end;
Will come when it will come.

محمد ابراہیم، نامعلوم شاعر کی نظم کی اکائیوں کو اپنی اکائیوں میں اس طرح نظم کرتے ہیں:

جو بزدل ہیں وہ قبل از موت لاکھوں بار مرتے ہیں
بہادر موت کی لذت فقط ایک بار چکھتا ہے
اچنبھے جس قدر اب تک سنے ہیں اپنے کانوں سے
تحیر خیز سب میں یہ کہ انساں خوف کرتا ہے
یہ آنکھوں دیکھ کر موت انجام یقینی ہے
ضروری اس کا آنا ہے وہ آئے گی پر آئے گی

نظریۂ ارتباط Relevance theory

یہ نظریہ ترجمہ کا لسانیاتی سلیقہ ہے جس کے مطابق لفظوں کی معنویت اپنا سیاق وسباق رکھتی ہے۔ پیغام وصول کرنے والوں کو ادراک ہوتا ہے کہ ترجمہ کے پس منظر میں کیا عوامل تھے اور خود انھیں ترجمہ سے کیا کچھ چاہیے۔ اس مقصد کے لیے ایسی لغت استعمال کی جاتی ہے جو اپنے پس منظر میں بہت ہی واضح ہوتی ہے اور سننے والے پر از خود آشکار ہوتی چلی جاتی ہے۔ لفظ یا اُس کی آواز معنویت کی از خود وضاحت کرتے ہیں اور پیغام وصول کرنے والا بغیر کسی مشکل کے پیغام کو وصول کر لیتا ہے۔ اس نظریہ کے بنیادی اجزا ہی اسی طرح کے ہیں:

۱۔ سننے والے کو اس قابل بنا دیا جاتا ہے کہ متن کے معنی میں خیال یا پیغام از خود واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔ متن میں معنی یا لکھنے والے کا ارادہ سننے والے کو پیغام کی وصولی میں آسانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر پیغام دیا جاتا ہے: ''کمپیوٹر ٹھیک ہو گیا ہے۔''

اس چھوٹے سے جملے میں سب سے پہلے تو اس بات کا ابلاغ ہو جاتا ہے کہ پہلے کمپیوٹر خراب تھا اور کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اب وہی کمپیوٹر ٹھیک ہو گیا ہے اور اُس پر کام کیا جا سکتا ہے۔ اس جملے کے معنی میں ''ارادہ Intention'' یہ ہے کہ کمپیوٹر پر کام کر لیا جائے یا اب کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے تراجم میں معنی یا پیغام کا ابہام بالکل نہیں ہوتا۔ یہ ایک طرح کی مشق ہے جو ہم مسلسل جاری رکھتے ہیں؛ شعوری طور پر بھی اور لاشعوری طور پر بھی۔ اس کا ثمر یہ ہے کہ بغیر کسی رسمی جہد Effort کے سیاق وسباق کے حوالے سے معنویت ابلاغ ہو جاتی ہے۔ ایسے پیغام کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ پیغام کو متن کرنے والا جانتا ہے کہ پیغام وصول کرنے والے کی توقعات کیا ہو سکتی ہیں۔ وہ اپنے متن کو پیغام ہی اس انداز سے کرتا ہے کہ پیغام وصول کرنے والا اُس کے لیے پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ گویا پیغام کی پیش کاری اور وصول کو وصول کرنے کی توقعات آپس میں بہت اچھی طرح ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔ پھر بھی وقت، جگہ، ثقافت، معاشرہ، زبان، جغرافیہ وغیرہ کے فرق کی وجہ سے تھوڑا بہت فرق یا کمی بیشی ہو بھی سکتی ہے۔ تاہم جدید لسانیات میں اس طرح کے اصول وقواعد رسائے گئے ہیں کہ متن کے پیش کار، ترجمہ کار اور پیغام وصول کرنے والے کے درمیان ابلاغ کا ایک مشترک سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نظریۂ ارتباط کو اگر حوالہ کے نظریہ Reference theory کے ساتھ ملا کر بھی تجزیہ اور مطالعہ کیا جائے تو ایک جیسے یا ملتے جلتے سے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ میں نظر ثانی Revision

ہم جب بھی کچھ لکھتے ہیں تو وہ سب کچھ نہ تو مکمل طور پر درست ہوتا ہے اور نہ ہی مکمل۔ اُس میں کچھ نہ کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات املاء، عبارت، جملہ کی ساخت اور اقتباسات سازی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اُس عبارت کو دوبارہ مطالعہ کرنا اور اُس میں سے غلطیاں تلاش کر کے اُن کو درست کرنے کے عمل کو نظر ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ عمل ذریعہ کے متن کے متعلق بھی اُسی طرح درست ہے جس طرح ترجمہ کے متن کے متعلق۔ نظر ثانی کی مشق سے ذریعہ کا متن یا ترجمہ کا

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

متن غلطیوں سے پاک ہوجاتا ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ شفاف ہوتا ہے۔اس سے متن کے موضوعات یا مفاہیم میں خاص معیار قائم ہوجاتا ہے جو کہ متن میں کسی بھی قسم کے ابہام کو قبول نہیں کرتا۔

زبان کے قواعد وضوابط کا اطلاق اور اُن پر نظر ثانی بھی ترجمہ کے نتائج میں تبدیلی کا باعث ہوسکتی ہے۔اس سے ترجمہ کے متن میں مناسبت Accuracy پیدا ہوتی ہے۔متن سادہ اور سہل ہوجاتا ہے۔اسلوب، گرائمر، اصطلاحات، اعراب اور رموزِ اوقاف بھی متن میں نظر آتے ہیں اور اُن میں غلطیوں کا امکان بھی ہوتا ہے۔اس کی وجہ سے متن کے فہم میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ان عوامل پر نظر ثانی ایسی دشواریوں کو ختم کردینے کا باعث ہوتی ہے۔

عہدِ جدید میں تجارتی ادارے اپنے تراجم کے شعبے کھول لیتے ہیں۔اُن کے پاس کمپیوٹر اور اُس سے متعلق کی تمام تر سہولتیں موجود ہوتی ہیں۔کسی قسم کا متن بھی آزمائش Test کے عمل سے گزار کر اُس پر نظر ثانی کی جاتی ہے۔علمِ لسانیات کی زبان میں اس مشق کو ''عملِ آزمائش Functional test'' بھی کہتے ہیں۔اس کے لیے خاص پروگرام وضع Devise کیے جاتے ہیں جو خودکار Automatic انداز میں متن سازی پر یا ترجمہ کے متن پر نظریہ سازی کرتے رہتے ہیں۔اس مقصد کے لیے خاص قسم کے سوفٹ ویئر تیار کرکے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ری وائسنگ Revoicing

کمپیوٹر اور اُس سے متعلقہ بے شمار سہولیات زندگی کے ہر تقاضے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔مطالعہ کرنا، تحریر کرنا، تحقیق کرنا اور زندگی کا ہر میدان میں اس کی مدد کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔عہدِ جدید میں خواص علمی مقاصد کے علاوہ فلمی مقاصد کے لیے بھی کمپیوٹر اور اُس کی متعلقہ بے شمار سہولیات سے استفادہ کیا جاتا ہے۔جب فلم یا ڈرامہ یا اس صنف کا کوئی اور کام مکمل کرلیا جاتا ہے تو اُس کے بعد ری وائسنگ Revoicing کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔کوئی کردار کمپیوٹر پر ہی پردۂ سکرین پر اپنے آپ کو اور فلم کے مناظر کو دیکھ کر لکھے ہوئے مکالمات اس انداز میں دہراتا ہے کہ جب فلم اور مکالمہ اکٹھا کردیا جاتا ہے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منظر الگ سے فلمایا گیا تھا اور اُس کی آواز الگ سے۔بلکہ منظر میں حرکات اور آوازیں ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔

اسی سیاق وسباق میں ایک زبان کی فلم کو دوسری زبان کی فلم میں منقلب کرنے کے

لیے ڈبنگ Dubbing کا عمل کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر: انگریزی فلم اگر اردو انداز میں پیش کی جائے تو اردو بولنے والے لوگوں سے اُن کی آواز میں ڈبنگ کرائی جاتی ہے۔اس عمل کو ذرا سے اختلاف کے ساتھ جنبشِ لب Lipsing بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ میں بازتحریر Rewriting

ادب Literature زندگی کی تحریری تصویر ہوتا ہے۔لکھنے والے اپنے خیالات کو مختلف اصناف Generes میں پیش کرتے رہتے ہیں۔نقاد، محقق اور تجزیہ کار اُن کے متعلق اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔اس عمل کو نقد ونظر Criticism کہا جاتا ہے۔عہدِ جدید میں چیزیں اپنی بہت زیادہ سادہ شکل میں نہیں رہ سکتیں۔اُن میں نئے نئے عوامل اور تبدیلیاں در آتی ہیں۔مثال کے طور پر کسی ایک ادبی فن پارے کو روسی زبان سے امریکی اور فارسی یا عربی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت آسکتی ہے۔ایک ہی فن پارہ مختلف علاقوں میں اُن کی Idealogy کے مطابق ترجمہ کیا جاتا ہے۔تصور کیا جاسکتا ہے کہ روس میں لکھے گئے فن پارے پر اشتراکیت کے اثرات مرتب ہوں گے۔اشتراکیت اُس زبان اور معاشرے کی آئیڈیالوجی رہ چکی ہے۔تخلیقی فن پارے میں یہ صلاحیت اور قوت ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی علاقے میں اپنی معنویت سے قاری کو قائل کرلیتا ہے۔اُسی فن پارے کا ترجمہ امریکہ کی سامراجی اور سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی زبان میں ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔یہی عمل فارسی یا عربی تراجم میں بھی ضروری ہوسکتا ہے۔دنیا میں ایران واحد فارسی ریاست کہی جاسکتی ہے جس کے امریکہ کے ساتھ ہمیشہ سے بہت ہی جارحانہ تعلقات رہے ہیں، لیکن روسی فن پارہ امریکہ سے ہوتا ہوا ایران میں فارسی زبان میں ترجمہ ہوسکتا ہے۔اُس ترجمہ پر ایران کی آئیڈیالوجی کی مہر ثبت ہوگی۔اس عمل یا مجبوری کو ترجمہ میں ''بازتحریر Rewriting'' کہا جاتا ہے۔

مرکباتی ترجمہ Samantic translation

مرکباتی ترجمہ اور لفظی ترجمہ ایک ہی طرح کے سلیقے ہیں۔لفظوں اور مرکبات کو ذریعہ کے متن میں فہم کرکے ترجمہ کے متن میں اُسی طرح ابلاغ کردیا جاتا ہے۔عام طور پر یہ ترجمہ فوٹو گراف یا مصوری کے فن پاروں کی طرح ہوتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ ذریعہ کا متن ترجمہ کے

متن میں اپنی ہیئت اور معنویت کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ عہدِ جدید میں بڑے قائدین کی تقریریں، مبلغین کے خطبے، سوانح عمریاں اور ادب Literature کی بہت سی اصناف میں اس اصول کا تقاضا موجود رہتا ہے۔ ترجمہ میں اس اصول کا اطلاق جدید لسانیات کے اصول وضوابط کے مطابق کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ میں روایتی روگردانی اور اُس کی جزا وسزا کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہ ایک شفاف تحریر ہوتی ہے جو اپنی اصلیت Originality کے ساتھ قائم رہتی ہے۔

متن سے ترجمہ میں شفٹ Shift

جو معنی متن سے ہم ترجمہ کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں وہ متن سے ترجمہ میں تبدیلی کے عمل کی طرح ہوتے ہیں۔ ترجمہ متن سے تبدیلی کا عمل ہے۔ یعنی ایک متن سے دوسرے متن میں کسی تحریر یا فن پارے کو پیش کرنا۔ تخلیق متن کا ابتدائی عمل ہے اور ترجمہ اس کا دوسرا عمل۔ ایک سے دوسرے عمل کے فاصلے کو ''شفٹ Shfit'' کے نظریہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس فاصلے کو متن اور ترجمے کے مابین فاصلے کی بجائے ربط بھی کہا جاسکتا ہے۔ ترجمہ میں شفٹ Shift کا عمل Process ہر سطح پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سادہ جملوں سے لے کر پیچیدہ ترین تخلیقی جملوں، اشعار اور بیانات میں یہ تبدیلی وقوع پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اوّلین سطح پر متن اور ترجمہ کے تصور کے درمیان بھی شفٹ Shift کا عمل جاری رہتا ہے۔

بعد ازاں متن کی معنویت اور ترجمہ کی معنویت کے درمیان بھی۔ ذریعہ کی زبان کا متن ترجمہ کی زبان میں اسی سائنسی تصور یا آلہ Instrument کے سبب ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ تصور اس قدر قابلِ تصدیق وتوثیق ہے کہ اس تصور میں متن اور ترجمہ کے درمیان فاصلہ یا رابطہ کا تضاد بھی اپنی مکمل معنویت کے ساتھ منکشف ہوتا ہے۔ اس عمل کو اردو زبان میں کسی اصطلاح میں پیش نہیں کیا گیا۔ امکانی طور پر اس سے مراد تبدیلی یا تغیر کے لیے جا سکتے ہیں، مگر تبدیلی یا تغیر اردو زبان کے الفاظ ہیں۔ اردو زبان میں یہ سائنسی اصطلاحات نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شفٹ Shift کی اصطلاح کو اس بحث میں قبول کر لیا گیا ہے۔ شفٹ Shift بذاتِ خود انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، تبدیلی، تغیر، تبادلہ وغیرہ ہوسکتا ہے۔ مگر علمِ لسانیات میں اس کو اصطلاحی معنویت حاصل ہے۔ لسانیات کے سیاق وسباق میں اس تصور کا معنی

متن اور ترجمہ کے درمیان فرق، فاصلہ یا رابطہ ہے۔ فرق یا فاصلہ اس لحاظ سے کہ ترجمے کے عمل کے دوران متن ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔ رابطہ اس وجہ سے کہ متن سے ترجمہ میں انتقالِ معنی کے درمیان یہ تبدیلی ناگزیر ہے اور ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اس لیے اس کو رابطہ کہنا بھی اپنا جواز رکھتا ہے۔ مگر یہ سب امکانی معنویت Probable Connotations ہیں اور سائنسی اصطلاحات کا درجہ نہیں رکھتی۔ ہاں البتہ اردو زبان میں اگر علمِ لسانیات کو مستقبل میں ترقی اور ترویج ملی تو کسی لفظ کو بطور اصطلاح قبول کرنا ہوگا اور اس کی معنویت خالصتاً سائنسی اصطلاح کی طرح ہوگی۔ اصطلاح شفٹ کا اطلاق ترجمہ کے متن مختلف سطحوں پر کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر:

''وہ جاتا ہے۔'' "He goes"

متن کے جملے ''وہ جاتا ہے'' میں ایک سادہ ترین ''حرکت'' یا ''تحرک'' یعنی ''جانے'' کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ گویا متن ترجمہ کی طرف حرکت کر گیا ہے۔ متن سے ترجمہ کی طرف اسی ''تحرک'' کو "Shif" کی اصطلاح میں پیش کیا گیا ہے۔ اس تصور کے ابلاغ کے لیے تین مفرد الفاظ استعمال میں لائے گئے ہیں۔ اس کے موازنہ میں انگریزی متن "He goes" محض دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ اردو سے انگریزی میں تبدیلی کے سفر میں جملے کی معنویت مکمل طور پر ابلاغ ہو جاتی ہے۔ البتہ انگریزی میں گرائمری سطح پر فعل Verb"Go" کے ساتھ es کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ دراصل انگریزی میں فعل حال کے جملوں میں صیغہ واحد غائب کے ساتھ فعل کے آخر میں es کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ ان دو سادہ ترین جملوں میں ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن میں گرائمری سطح پر فرق ہے۔ یہ بھی شفٹ Shift کا عمل ہے۔ اس کے باوجود معنویت مکمل طور پر ایک زبان سے دوسری زبان میں ابلاغ ہوگئی ہے۔ یہ عمل بھی شفٹ Shift ہی کا نتیجہ ہے۔

وینے Vinay اور ڈاربل نیٹ Darbelnet اسلوبیات کے حوالے سے فرانسیسی اور انگریزی زبان کا موازنہ کر رہے تھے۔ انھوں نے 1958ء میں موازنے کا ماڈل Model یا سانچہ پیش کیا۔ وہ دو زبانوں میں متن اور ترجمہ کے مابین مصنف اور ترجمہ نگار کے اسلوب کا موازنہ کر رہے تھے۔ اس موازنہ کے درمیان رشتہ کی دریافت اُن کے موازنے کا ماڈل ہے۔ اُس نے اپنے نظریہ کی وضاحت کے لیے ترجمہ کے درج ذیل تصورات پیش کیے۔

Sadi Arbab e Zaiq 0305-6406067

براہِ راست ترجمہ Direct Translation

براہِ راست ترجمہ سے مراد متن میں معنویت کا آزادانہ ابلاغ ہے۔ معنی کے ابلاغ کے لیے ترجمہ نگار متن کی زبان سے نتائج اخذ کرتا ہے اور ترجمہ کی شکل میں پیش کر دیتا ہے۔

متوازی ترجمہ Oblique Translation

متوازی ترجمہ سے وینے اور ڈاربل نیٹ کی مراد لفظی ترجمہ تھا۔ لفظی ترجمہ میں ترجمہ نگار متن کی معنویت کو لفظ بہ لفظ لے کر چلتا ہے۔ اس عمل میں گرامر کے اختلافات بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مگر معنویت کا ابلاغ براہِ راست ترجمہ ہی کی طرح ہو جاتا ہے۔ گویا براہِ راست ترجمہ متوازی ترجمہ کا وہ متضاد تصور ہے جس میں معنویت کے ابلاغ کا اشتراک موجود رہتا ہے۔ اس عمل میں درج ذیل عناصر اہم اشتراک پیدا کر کے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

مستعار لغت Borrowing

کسی زبان میں جو واقعات، مظاہر یا اشیاء پیدا ہوتی ہیں وہیں کی زبان میں اُن کے نام رکھے جاتے ہیں۔ جب ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں ترجمہ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے تو ایسے مظاہر، واقعات اور اشیاء کے نام کو ترجمہ کی زبان میں قبول کر لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ترجمہ کی زبان میں یہ مظاہر، واقعات یا اشیاء کے نام موجود ہی نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر، ٹیلی فون، گلاس، پنسل، پین وغیرہ۔ چونکہ ان چیزوں کی ایجاد اور اختراع ہمارے ہاں نہیں ہوئی۔ اس لیے ان کی لغت بھی اردو زبان میں موجود نہیں ہے۔ ترجمہ کے عمل میں ایسی لغت کو ترجمہ کی زبان میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

کیلق Calque

کیلق لسانیات میں انگریزی زبان کی اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب ایسے اظہارات ہیں جن کا ترجمہ کی زبان میں متبادل نہیں ہوتا۔ اردو زبان میں اس اصطلاح کی کوئی لغت موجود نہیں ہے۔ مثال کے طور پہ: اگر ہم اپنے متن میں کرکٹ Cricket کو بطور اصطلاح استعمال کریں تو اس سے مراد ایسا عالمی کھیل ہے جس کو کسی ایک قوم نے اختراع اور مروّج کیا اور وہ بین الاقوامی سطح پر کھیلا جاتا ہے۔ کسی دوسری زبان میں اس کا تصور براہِ راست ابلاغ نہیں ہو سکتا۔ فرض کریں ہم کرکٹ کا تصور فرانسیسی زبان میں پیش کرنا چاہیں تو اُسے tour derace کہہ سکیں

گے۔ اگرچہ کرکٹ اور ٹور ڈی ریس میں تکنیکی تضادات موجود ہیں مگر اُن کا عالمی تصور اور قومی اختراع کا تصور دونوں اصطلاحات میں موجود ہے۔ کیلق اس طرح تصورات کی پیش کاری میں معاون اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

لفظی ترجمہ Literal Translation

وینے اور ڈاربل نیٹ لفظی ترجمہ کو اس کے روایتی سیاق و سباق میں دیکھنے کی بجائے، اُس کا اسلوب کے ساتھ تعلق کی دریافت کرتے ہیں۔ اس عمل سے متن کی زبان میں جو لغت استعمال کی جاتی ہے وہ ترجمہ کی زبان میں معنویت کا ابلاغ کرتی ہے۔ اصل فرق متن کی زبان کی ساخت اور گرامر میں ہوتا ہے۔

مفہوم کی ادائیگی Transposition

ترجمہ کے اصول اس تصور اور انداز پر اطلاق پذیر نہیں ہوتے۔ البتہ ترجمہ اور اس انداز کے درمیان مفہوم کی ادائیگی کا اشتراک برقرار رہتا ہے۔ مفہوم کی ادائیگی کے تصور میں ترجمہ کے عمل کی بجائے کسی بھی انداز، کسی بھی متبادل لغت میں مفہوم کو پیش کر دینا ہے۔ ذریعہ کے متن کا مطالعہ کر کے اُس کے ماخذ پر مبنی مفہوم کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر تجارتی کاروباری تحریروں کے متن اس انداز میں پیش کیا جاتے ہیں۔ تخلیقی اور فن کارانہ تحریروں کے مفہوم کی اس انداز میں ادائیگی خال خال ہی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ اندازِ ادائیگی سائنسی علوم، تجارت، کاروبار وغیرہ کے ضمن میں کارآمد ہوتا ہے۔ تخلیقی فنکاروں کے مفہوم کی اس انداز میں ادائیگی کو احسن اقدام نہیں سمجھا جاتا۔

ماڈل (سانچہ) بنانا Modulation

ذریعہ کی زبان سے ترجمہ کی زبان میں لغت بدل جاتی ہے۔ اس بدلاؤ کے پس منظر میں دو اہم عناصر ہوتے ہیں۔ اوّلاً لازمی Obligatory عنصر کارفرما ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: متن کی زبان میں وقت Time اُسی طرح ترجمہ میں منقلب ہو جائے گا جس طرح اصل متن میں تھا۔ ترجمہ کے عمل میں ایسی صورتِ حال بھی پیدا ہوتی ہے جہاں ترجمہ نگار کو لغت کے انتخاب کا اختیار Option استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر: انگریزی میں "It is not difficult to drive" کو اس اصول کے مطابق اردو ترجمہ میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ ''گاڑی چلانا

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

آسان ہے۔"

معنوی برابری Equivalence

اس اصول کے مطابق ترجمہ نگار دو زبانوں کی لغت کو سمجھ کر ذریعہ کی زبان کے مفہوم کو ترجمہ کی زبان میں پیش کر دیتا ہے۔ دونوں زبانوں میں مفہوم برابر یا مساوی ہوتا ہے۔ اس انداز میں بامحاورہ ترجمہ، کہاوتیں، ضرب الامثال، زبانِ خلق کے اظہارات میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

مفہوم کو اپنانا Adaptation

ترجمہ کا یہ اصول مفہوم کی ادائیگی سے ذرا مختلف ہے۔ مفہوم کی ادائیگی Transposition ترجمہ میں ادائیگی کے لیے متن کی لغت، جملوں کی ساخت، لفظوں کا انتخاب اور گرامر کا کوئی خیال نہیں رکھتی۔ اس کے برعکس Adaptation میں کسی متن کو ترجمہ کی زبان میں اپنا لیا جاتا ہے۔ اس سے متن میں پیش کاری اپنی ثقافت کے مطابق رہتی ہے اور ترجمہ میں ترجمہ نگار ترجمہ کی زبان کی ثقافت کا سہارا لیتا ہے۔ مثال کے طور پر، انگریزی میں "He was making faces" کو اردو لغت کی ثقافت میں "وہ منہ چڑا رہا تھا" کے انداز میں پیش کیا جائے گا۔

وینے اور ڈاربل نیٹ اپنی اس دریافت میں متن سے ترجمہ تک تبدیلی، سفر، فاصلہ یا رابطہ کو دریافت کرتے ہیں۔ وہ اس دریافت کو کسی اصطلاح کے انداز میں نام دینے کی بجائے اُس کی تشریح اور تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کے تصورات کے بنیادی مآخذ لازمی Obligatory اور انتخاب کے اختیار Option سے جنم لیتے ہیں۔

وینے اور ڈاربل نیٹ نے ترجمہ میں جس تبدیلی یا تغیر کو دریافت کیا اُس کو جے سی کیٹ فورڈ J.C.Catford نے اس تصور کو شفٹ Shift کی اصطلاح میں پیش کیا۔ اس نے اپنے تصور کی وضاحت کے لیے درج ذیل تصورات پیش کیے:

ہیئتی مطابقت Formal Correspondent

ہیئتی مطابقت کے تصور میں ترجمہ کی زبان میں لغت عناصر، اجزا، ساختیں، وہی مقام رکھتی ہیں جو کہ ذریعہ کی زبان میں ہوتا ہے۔

متن میں معنوی برابری Textual Equivalent

اس عمل میں ترجمہ کا وہی اصول کارفرما ہوتا ہے جو ذریعہ کی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس سے معنوی برابری کا ہدف حاصل کر لیا جاتا ہے۔

شفٹ کے عمل کے متعلق J.C.Catford درج ذیل تعریف پیش کرتا ہے:

> "By 'shifts' we mean departures from formal correspondence in the process of going from the source to the target language."
>
> "شفٹ سے ہماری مراد ذریعہ کی زبان میں ہیئتی مطابقت کو ترجمہ کی زبان میں لے جانے کا عمل ہے۔"

کیٹ فورڈ درج بالا مختصر تعریف میں شفٹ کا معنی سے لبریز تصور پیش کرتا ہے۔ اس نے ذریعہ کی زبان سے ترجمہ کی زبان میں تبدیلی کے عمل کو Departures کی اصطلاح میں پیش کیا ہے۔ یہ عمل متن اور اسلوب میں جس قدر پیچیدہ محسوس ہوتا ہے اپنے اطلاقی انداز میں اُسی قدر سادہ اور آسان بھی۔ سادہ سی حقیقت یہ ہے کہ عملِ ترجمہ کے دوران ہم متن سے ترجمہ کی طرف گریز، سفر، رخصتی، تبدیلی یا تغیر کے عمل کو اپناتے ہیں۔ شفٹ کا یہ عمل دو زبانوں یعنی ذریعہ کی زبان اور ترجمہ کی زبان کے درمیان اُس تبدیلی کی وضاحت کرتا ہے جو دونوں زبانوں کے مابین رابطے کا باعث بھی ہے۔ یہ شفٹ خاص اصولوں کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہے تو معنی خیز اور سائنسی اصول کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ اصولوں کے وہ اجزا جو شفٹ کے عمل میں کارفرما ہوتے ہیں اُن کو کیٹ فورڈ نے لیول شفٹ Level Shifts اور کیٹی گری Category Shifts کا نام دیا ہے۔ لیول شفٹ جملے کی سطحی ساختوں کے مطابق ترجمہ کی زبان میں ابلاغ ہو جاتی ہے۔ اس تصور میں ذریعہ کی زبان اور ترجمہ کی زبان کی گرامر سے گرامر، صوت سے صوت اور لغت سے لغت کے درمیان شفٹ کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ کیٹی گری شفٹ میں کسی گروہ، تصنیف، اقتباس وغیرہ کے درمیان شفٹ کا عمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، "The teacher is in the class" "استاد کلاس میں ہے" اس جملے میں استاد کا ٹیچر، میں کا In، کلاس کا کلاس یا جماعت سے موازنہ ہے۔ مگر کلاس ایک گروہ یا اجتماع کا نمائندہ لفظ ہے۔ کلاس سے جماعت کا ترجمہ کیٹی گری

شفٹ کے اصول کے تحت مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

شفٹ کے تصور کی تعریف جرمی منڈے درج ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

"When the two concepts diverge, a translation shift is deemed to have occurred."

''جب دو تصورات تبدیلی کے عمل میں ہوتے ہیں تو شفٹ کے عمل کا وقوع پذیر ہونا تصور کیا جاتا ہے۔''

جرمی منڈے کی یہ تعریف صرف لغت کی تبدیلی کے ساتھ کیٹ فورڈ کی تعریف سے مکمل مطابقت رکھتی ہے۔ شفٹ کے تصور سے جو نتائج کیٹ فورڈ اخذ کرنا چاہتا تھا وہی تجزیہ جرمی منڈے نے بھی کیا ہے۔ وہ کیٹ فورڈ کے شفٹ کے درج ذیل عناصر بیان کرتا ہے۔

ابتدائی سطح کی شفٹ A Level Shift

اس تصور سے مراد گرامر سے لغت یا لغت سے صوت کی شفٹ ہے۔ مثال کے طور پر، ''روپیہ پیسہ'' سے مراد مال، دولت، زر، سرمایہ، تموّل وغیرہ کی متبادل لغت پیش کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کی شفٹ کو ابتدائی سطحی شفٹ کہا جاتا ہے۔

ساختی شفٹ Structural Shifts

ایک زبان میں جملوں کی ساخت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کی زبان میں مفہوم کو بیان کر دینا ساختی شفٹ کا عمل کہلاتا ہے۔ اس تصور میں گرامر کے اصول بہت ہی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔

کلاس شفٹ Class Shift

کلاس شفٹ دراصل کیٹی گری شفٹ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس تصور میں کسی گروہ اجتماعیت یا کل کا تصور نمایاں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، "Showbiz People" سے مراد فلم، ڈرامہ، ٹیلی ویژن وغیرہ میں کام کرنے والے لوگوں کے گروہ، کلاس، کیٹی گری یا جماعت ہے۔

مفرد اور مرکب لغت کی شفٹ Unit Shifts or Rank Shifts

شفٹ کے اس تصور میں مفرد الفاظ اور مرکب الفاظ کی متن کی زبان میں فہم کرنا اور اسے ترجمہ کی زبان میں پیش کرنے کا عمل ہے۔

بینِ نظام شفٹ Intra-system Shifts

ذریعہ کی زبان میں گنتی، پیمائش اور وزن کی اصطلاحات ترجمہ کی زبان سے بالکل مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر: انگریزی کے لفظ Mile کو فارسی زبان میں فرسنگ کہا جاتا ہے۔ کسی زمانے میں ہندوستان میں کلوگرام کے وزن کو سیر کہا جاتا تھا۔ دراصل بعض خاص موضوعات پر ہر زبان اپنا مخصوص نظام رکھتی ہے۔ ذریعہ کی زبان میں یہ نظام ترجمہ کی زبان میں نظام سے مختلف ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کے عمل میں ترجمہ کی زبان کے نظام کو ذریعہ کی زبان کے نظام کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ نظام عالمی حیثیت بھی اختیار کر لیتے ہیں جیسے وقت کی پیمائش کا نظام وغیرہ۔

جرمی منڈے، کیٹ فورڈ کے شفٹ کے اصول کا نتیجہ درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"Of particular interest is Catofrd's assertion that translation equivalence depends on communicative features such as fucnction, relevance, situation and culture rather than just on formal linguistic criteria. "

''زیادہ دلچسپی کا باعث کیٹ فورڈ کی یہ دلیل ہے کہ ترجمہ میں معنوی برابری کا انحصار ابلاغی نقوش پر ہوتا ہے، جیسے عمل، ارتباط، صورتِ حال اور ثقافت، نہ کہ محض لسانیات کے رسمی اصول۔''

چیکوسلواکیہ میں جیری لیوی Jery Levy (۱۹۶۳ء) ترجمہ سے متعلق اپنے مباحث پر تحقیق کر رہا تھا۔ اس نے اپنا تحقیقی مقالہ یومنی پراک لاڈو Umeni Prekladu ادبی ترجمہ کے موضوع پر پیش کیا۔ وہ براہ ترجمہ میں شفٹ کے عمل کا اظہار کرنے کی بجائے شفٹ کے نتائج تک دسترس حاصل کر لیتا ہے۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک تصور کو سائنسی اصطلاحات میں

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

پیش کیا جا رہا ہو اور کسی اور جگہ اس تصور کی تشریح کی جا رہی ہو۔ اگر چہ جیری لیوی کیٹ فورڈ کی تحقیق سے واقف نہ تھا اور نہ اس نے کیٹ فورٹ کی طرح اصطلاحات وضع کیں مگر وہ اس تصور پر کام کر رہا تھا۔ اس کا خیال کہ ترجمہ نگار ایسے طریق وضع کر سکتا ہے جن سے ادبی ترجمہ میں متن کے تخلیقی اور جمالیاتی جواہر کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ جرمی منڈے نے اس موضوع پر جیری لیوی کے خیالات کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"In this book, Levy looks closely at the translation of the surface of the ST and TT, with particular attention to poetry translation, and sees literary translation as both a reproductive and a creative labour with goal of equivalent aesthetic effect."

''لیوی اس کتاب میں ذریعہ کی زبان اور ترجمہ کی زبان میں سطحی ساخت کو بڑی توجہ سے دیکھتا ہے۔ خاص طور پر شاعری کے ترجمہ کو۔ وہ ادبی ترجمہ کو باز تخلیقی اور تخلیقی محنت کی وجہ سے معنوی برابری اور جمالیاتی تاثر کا ہدف حاصل کر لینے کا عمل قرار دیتا ہے۔''

جیری لیوی کے تصورات کو جرمی منڈے بڑے سہل انداز میں پیش کر دیتا ہے۔ وہ وضاحت کرتا ہے کہ لیوی متن کی زبان اور ترجمہ کی زبان سے مشترک اقدار دریافت کر رہا تھا۔ اس کا نقطۂ نظر اس قدر شفاف اور پر یقین تھا کہ وہ ترجمہ میں تخلیقی جوہر کے حصول کا نظریہ پیش کر رہا تھا۔ یہ تصور شاعر اور تخلیقی ادب کے ترجمہ میں جمالیاتی تاثر کے انتقال کے بغیر قابلِ حصول نہیں۔ ترجمہ کی اقدار ایک زبان میں تخلیقی فن پاروں کی جمالیاتی اقدار کو ترجمہ کی زبان میں پیش کرنا اصل فن ہے۔ اگر چہ لیوی نے شفٹ کی اصطلاح اپنے نظریہ میں پیش کی مگر اس کا ماڈل کیٹ فورڈ کی طرح ہے۔ ممکن ہے لیوی نے کیٹ فورڈ کی تحقیق سے استفادہ کیا ہو یا شاید نہ کیا ہو، مگر ایک بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اگر اس نے کیٹ فورڈ سے استفادہ کیا ہوتا تو اس کے سائنسی تصور شفٹ کو اپنے تصورات کی وضاحت کے لیے اپنا سکتا تھا۔ اس طرح شفٹ کے تصور کو بیک وقت عالمی پذیرائی مل جاتی۔ لیوی اپنے تصورات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

"The translator resolves for that one of the possible solutions which promises a maximum effect with a minimum of effort. That is to say, he intuitively resolves for the so-called MINIMAX STRATEGY."

''ترجمہ نگار اس حل کے لیے تہیہ کر لیتا ہے جس میں کم کوشش کے باوجود زیادہ سے زیادہ اثر کا پیمان ہوتا ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ (ترجمہ نگار) وجدانی طور پر کم از کم سے زیادہ سے زیادہ کے طریقہ کو اپنا رہا ہوتا ہے۔''

جیری لیوی کا نظریہ شفٹ کی عمل کی بھرپور تصدیق و توثیق کرتا ہے۔ یہ عمل اس قدر اثر انگیز ہے کہ ترجمہ نگار وجدانی طور پر زیادہ سے زیادہ معنوی اور جمالیاتی تاثر پیدا کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ شفٹ کے نظریہ پر بہت سے محققین نے کام کیا اور نہایت معنی خیز نتائج برآمد کیے۔ وین لیووین زوارٹ Van leoven Zwart شفٹ کے اثر انداز ہونے کے لیے ماڈل تک تجویز کر لیا۔ وہ شفٹ کے عمل اور اس کی اثر انگیزی سے تجزیہ کے لیے درج ذیل دو ماڈل تجویز کرتی ہیں۔

۱۔ موازنہ کا ماڈل
۲۔ وضاحتی ماڈل

موازنہ کے ماڈل میں زوارٹ شفٹ کی ساختی جزئیات کا مطالعہ تجویز کرتی ہے۔ جیسے کسی ایک جملے کے ترجمہ اس کا ساختی تجزیہ۔ مثال کے طور پر ''جوں ہی میں نے اسے دیکھا وہ فوراً غائب ہو گیا'' کا انگریزی ترجمہ اس انداز میں ممکن ہے۔ The moment I saw him he disappeard. مثال کے اردو جملہ اور ترجمہ کے جملہ میں معنویت کی مکمل ہم آہنگی ہے، مگر انگریزی جملے نے ابہام پیدا کر دیا ہے کہ جسے دیکھا گیا وہ مرد تھا یا عورت، لڑکا یا لڑکی۔ اس جملہ کے تجزیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اردو میں صیغہ واحد غائب ''وہ'' تذکیر و تانیث کا امتیاز نہیں رکھتا۔ موازنہ کے ماڈل کو زوارٹ تین اجزا سے قابلِ عمل بناتی ہے۔

۱۔ ماڈل بنانا
۲۔ ترمیم کرنا

۳۔ املغما دینا

۱۔ ماڈل بنانے سے مراد اسے معیار یا اصول کا تعین ہے جس میں ذریعہ کے متن اور ترجمہ کے متن میں ساختی جزئیات کا موازنہ کیا جا سکے۔

۲۔ ترمیم کے عمل میں ذریعہ کے متن کو ترجمہ کے متن میں معنویت کے ابلاغ کے لیے ترمیم کیا جا سکتا ہے۔ دراصل ذریعہ کی زبان کی ثقافت اور ترجمہ کی زبان کی ثقافت سے مختلف ہوگی تو یہ طریقہ کار اپنانے کی ضرورت نہ صرف پیش آتی ہے بلکہ بہت اچھے نتائج کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ عموماً محاورات، مقولے، ضرب الامثال اور کہاوتیں وغیرہ اس انداز سے قابلِ مطالعہ ہوتی ہیں۔

املغم کا عمل ترجمہ میں عروج حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ذریعہ کا متن اور ترجمہ کا متن ایک دوسرے کے امین ہوتے ہیں۔ ساختی اجزا میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ معنوی سطحیں کامیاب انداز میں اپنا ابلاغ کر رہی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

"Give me your view point in blck and white."

''مجھے اپنا نقطۂ نظر تحریری شکل میں دیں''

اس طرح کے تراجم مشکل ہونے کے ساتھ کم تعداد میں بھی ہوتے ہیں، مگر یہ تراجم کا بہت ہی اعلیٰ معیار پیش کرتے ہیں۔

وضاحتی ماڈل Descriptive modle

جس طرح موازنہ کا ماڈل ساختی جزئیات کا مطالعہ کرتا ہے اسی طرح وضاحتی ماڈل میں کلی ساختی اجزا کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ موازنہ کے ماڈل میں تحریر میں جملہ یا نمونہ حاصل کر کے اس کے ترجمہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ وضاحتی ماڈل میں مکمل تحریر زیرِ تحریر آ جاتی ہے۔ جیسے کوئی مکمل کہانی، کتاب، نظم یا مجموعۂ کلام وغیرہ۔ زوارٹ اس میں شفٹ کے عمل اور اس کی اثر انگیزی کا کلی تجزیہ کرتی ہیں۔ ان کا یہ خیال ڈاربل نیٹ اور جیری، لیوی کے خیالات سے درجہ بدرجہ مماثل ہے۔

موسیقی کو روح کی غذا کہا جاتا ہے اور شیکسپیئر نے اس غذا کی لغت کو Power سے متبادل کر دیا ہے۔ شیکسپیئر اپنی اس نظم میں موسیقی کے متعلق ایک خیال سے دوسرے کی طرف شفٹ کرتا ہے۔ جیسے "But in his motion like an angel sings."

THE POWER OF MUSIC

"Look how the floor of heaven
Is thick inlaid with patines of bright gold;
There's not the smallest orb which thou behold'st
But in his motion like an angel sings,
Still quiring to the young ey'd cherubims:
Such harmony is in immortal souls;
But, whilst this muddy vesture of decay
Doth grossly close it in, we cannot hear it."

تلوک چند محرومؔ نے شیکسپیئر کی اس نظم کا شعری ترجمہ ''نغمۂ آسمانی'' سے کیا ہے۔

نغمۂ آسمانی

کیا شان ہے فرشِ آسماں کی
چنیاں ہیں جڑی ہوئی سنہری
ہے خرد تریں کرہ بھی اس کا
مانندِ فرشتہ نغمہ پیرا
گردش میں ہیں صاف گائے جاتے
اور سُر ہیں فرشتوں سے ملاتے
ہے ایسا ہی نغمۂ نہانی
جزوِ ارواحِ غیر فانی
جب تک ہے یہ خاک تن میں روپوش
محروم ہے اس سے پردۂ گوش

تلوک چند محرومؔ کے ترجمہ کی نظم میں شفٹ کے اصولوں کی عمل داری کو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

پی بی شیلے P.B. Shelley کی ایک مختصر نظم "A Thing of Beauty" میں شفٹ کا عمل بہت ہی نمایاں ہے۔ نظم کا متن یوں ہے:

Saqi Arbab e Zaid 0305-6406067

A Thing of Beauty

A thing of beauty is a joy for ever:
Its loveliness increases; it will never
Pass into nothingness.

اس متن میں Ever سے Never اور پھر Nothingness بہت ہی واضح شفٹ ہیں۔ حسن حیات تحرک میں ہے۔ اب سے ہمیشہ تک اور ازل سے ابد تک۔ اس نظم کا ترجمہ کسی نامعلوم شاعر نے ان اشعار کی صورت میں کیا ہے:

جمالِ شے

جمالِ شے سُرورِ قلب بن کر
نئی اک شان سے ہر دم عیاں ہے
وجود اس کا عدم سے ہے منزہ
ملی اس کو حیاتِ جاوداں ہے

ترجمہ میں مسلسل تبدیلی کا عمل ظہور پذیر ہے۔ جمالِ شے کا اپنی تجریدی حیثیت سے ’’سرورِ قلب بننا‘‘ اس شان کا ’’ہردم‘‘ ہمیشہ عیاں رہنا، ’’عدم‘‘ سے وجود کا منزہ ہونا اور ’’حیاتِ جاوداں‘‘ حیاتِ مسلسل کے سبب اشعار کے شفٹ کے عمل میں تحرک دکھائی پڑتے ہیں۔

ترجمہ میں سلاست Simplification

لازم نہیں کہ ہر ذریعہ کے متن کی لغت اور جملوں کی ساخت مشکل ہو۔ مگر ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ ایسا متن جس کی لغت اور جملوں کی ساخت مشکل ہو ترجمہ میں اُس کے لیے سلاست Simplification کے اصولوں کی اطلاق پذیری سے اچھے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ذریعہ کے متن کی معنویت اور موضوعات کو بہت اچھی طرح فہم کرنے کے بعد ترجمہ نگار سادہ ترین انداز میں ابلاغ کر دیتا ہے۔ وہ گرائمر، جملوں کی ساخت، لفظوں کے انتخاب اور دیگر ساختی عوامل پر توجہ صرف کرنے کے بجائے معنویت کے ابلاغ کو ضروری سمجھتا ہے۔ گویا علمِ لسانیات ذریعہ کے مشکل متن کے ترجمہ کے لیے سائنسی حل پیش کرتا ہے۔

سکوپوس اصول Skopos

کسی ایک نسل کے جانوروں کی ایک ہی طرح کی زبان ہوتی ہے جو ہماری فہم سے بالاتر اور محض آوازوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ مگر اُن کے اپنے درمیان ابلاغ کے لیے یہ آوازیں کسی بھی مستند زبان سے کم نہیں ہوتیں۔ وہ انھی آوازوں کی زبان میں اپنا ابلاغ مکمل کرتے ہیں۔ آواز نکال کر پیغام پہنچانے والے کی طرح آواز کو سننے والا بھی اُسی طرح پیغام کو وصول کر لیتا ہے۔ اُن کی آوازوں میں مشترک عمل زبان یا ذریعۂ ابلاغ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ دراصل آوازیں علامتوں Codes کی طرح ہوتی ہیں جنھیں جانور، پرندے، انسان کھول Decode کر کے پیغام کو ترسیل کرتے ہیں۔ اس سارے عمل میں کوئی ایسا اصول کارفرما ہے جو اپنی افادیت جانوروں پر بھی ثابت کر دیتا ہے۔

جو بھی بات چیت، کلام، مکالمہ، پیغام انسان ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں اُس میں انسانوں کا کوئی نہ کوئی مقصد، خواہش، ہدف، تقاضا یا احتیاج مخفی ہوتی ہے۔ بیسویں صدی کے ماہرینِ لسانیات نے اسی مقصد، ہدف اور مطلب جیسے متغیرات کو فعالی نظریات Functional Theories کی شکل میں پیش کیا۔ نظریہ سکوپوس بھی ترجمہ کا عملی نظریہ ہے۔ یہ نظریہ جرمنی کے ماہرِ لسانیات Hans J. Vermeer نے اپنے مقالہ Skopos and Commission in Translational Action میں پیش کیا۔ یہ مقالہ ورمیئر کے ساتھ کیتھرین رِیس Katherine Reiss نے Co-author کیا تھا۔ یہ نظریہ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں پیش کیا گیا۔ اس نظریے کے مطالعہ سے ایک بڑی دلچسپ صورتحال نظر آتی ہے کہ یہ نظریہ فلسفیانہ، فکری یا تجریدی انداز کی بجائے میکانکی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ متن میں ’’عمل Action‘‘ کو دریافت کرنے کے کچھ اصول اس نظریہ میں متعین کر دیے گئے ہیں۔ انھی اصولوں کا اطلاق نظریہ سکوپوس کہلاتا ہے جو اصولوں کی اطلاقی شکل اور نتیجہ ہے۔

Vermeer اپنے نظریہ کی تعریف Definition ان لفظوں میں کرتا ہے:

"Any form of translation, action, including therfore translation itself, may be conceived as an action, as

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

> the name implies. Any action has an aim, a purpose. The word skopos then, is a technical turn for the aim or purpose of translation. Further: an action leads to a result, a new situation or event, and possibly to a "new" object. Translational action leads to a "target text" ....Translatum."

> ''ترجمہ میں کوئی بھی عمل، یعنی ترجمہ میں اپنے عمل کے سمیت ایک ایسا عمل ہے جو کہ اپنے نام ہی سے ظاہر ہے۔ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی مقصد یا مفہوم۔ اس طرح لفظ سکوپوس ترجمہ میں مقصد یا مفہوم کے لیے تکنیکی لفظ ہے۔ مزید یہ کہ عمل کسی نئے نتیجے، نئی صورت حال یا واقعہ بلکہ ممکنہ حد تک ''نئی چیز'' کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ترجمہ میں ''عمل'' کا محرک ہمیں ترجمہ کا متن عطا کرتا ہے جسے Translation کہا جاتا ہے۔''

ورمیئر کی تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ ہر متن میں کوئی نہ کوئی عمل Action جاری رہتا ہے جس کو خاص اصولوں کے اطلاق کے ذریعے قابل حصول بنایا جاتا ہے۔ اس عمل کو لاطینی زبان میں Translatum یا Action in the text کا نام دیا جاتا ہے۔ سکوپوس کا کام متن میں اس ایکشن کو دریافت کرنے کا نام ہے۔ اس مقصد کے لیے جب بھی ایکشن کو دریافت کیا جائے گا تو اس کی دریافت سے یہ ثابت ہوگا کہ اُس عمل Action سے درکار کوئی مقصد یا مطلب یا ہدف وغیرہ ہے۔ اس بات کی سادہ ترین توضیح یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ کوئی بھی عمل بے نتیجہ یا بے مقصد نہیں ہوتا۔ ماہرِ لسانیات ترجمہ کے عمل میں طریقۂ کار کی دریافت کو نظریہ سکوپوس قرار دیتے ہیں۔ سکوپوس کے اصولوں کے اطلاق کا انحصار ترجمہ نگار پر ہوتا ہے اور ترجمہ نگار سے متعلق ورمیئر یہ بیان دیتا ہے:

> "The translation is "the" expert in translation action. He is responsible for the performance of the commissioned task, for the final translatum. Insofar as the duly skopos is defined from the translator's point of view, the source text is a constituent of the commission and as such the basis for all the hierarchically ordered relivant factors which ultimately determine the translatum."

> ''ترجمہ نگار ترجمہ کے عمل میں ماہر ہوتا ہے جو کام اسے دیا گیا ہو وہ اُسے کرنے کا پابند ہوتا ہے یعنی عمل کو انجام کار تک پہنچانا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سکوپوس کی تشریح ترجمہ نگار کے حوالے سے کی گئی ہے، کا جواب ہے کہ ذریعہ کا متن ترجمہ کے تقاضے کا حصہ ہے اور اس طرح ان تمام متعلقہ عوامل کی درجہ بندی اور اس طرح ان تمام متعلقہ عوامل کی درجہ بندی کے لیے بنیاد فراہم کرنا ہوتا ہے جو کہ بالاتر ترجمہ کے مقصد کا تعین کرتے ہیں۔''

ورمیئر سکوپوس اصولوں کے عناصر کی توضیح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ترجمہ کے عمل میں کچھ نہ کچھ درکار ہوتا ہے۔ یہ وہی عنصر ہے جسے Aim یا Purpose کا نام دیا جاتا ہے۔ کوئی فرد ترجمہ سے اپنے کسی احتیاج کا اظہار کرتا ہے تو ورمیئر کی زبان میں وہ ترجمہ کو Commission کر رہا ہوتا ہے۔ وہ فرد جو ترجمہ سے اپنے مطلب یا مقصد کا طلب گار ہوتا ہے اُسے Commissioner کی اصطلاح میں پیش کیا گیا ہے۔ درکار مقصد کا حصول Commissioned Text سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اس نظریہ میں یہ عناصر فعال کرداروں Functional Charachters کی طرح مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ مقصد، مطلب، ہدف Aim, Purpose, Goal وغیرہ Commissioned Text میں Translatum کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ سکوپوس اصولوں کے ماہرانہ اطلاق اور اُس کے نتیجہ میں دریافت شدہ ''عمل Action'' کے سبب ممکن ہوسکتا ہے۔ اس عمل میں شرط یہ ہے کہ ترجمہ نگار سکوپوس اصولوں کا اطلاق ذریعہ کے متن پر ماہرانہ انداز میں کرے تاکہ اپنا درکار ہدف یا مقصد حاصل کر سکے۔ ترجمہ نگار اُس ارادے Intention کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ترجمہ میں سے کوئی مقصد طلب کیا جاتا ہے۔ ترجمہ میں مقصد کے طلب گار کو ''گاہک Client'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ گاہک فرد بھی ہوسکتا ہے اور کوئی گروہ بھی۔ مثال کے طور

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

پر کرکٹ کے میچ کے دوران تبصرہ سننے والے پورا ایک گروہ تشکیل دیتے ہیں جو مختلف افراد پر مبنی ہوتا ہے۔ تبصرہ نگار فرد کی ضرورت کو اُس کی اجتماعی تسکین کی شکل میں پیش کر دیتا ہے۔ ترجمہ نگار فرد اور گروہ کی ثقافت کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور ذریعہ کے متن میں "عمل Action" کو دریافت کر کے پیغام، ابلاغ کرتا ہے۔ اس طرح ترجمہ نگار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف جانتا ہو کہ وہ کیوں ترجمہ کے عمل میں مصروف ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہو کہ لوگ اُسے کیا توقع رکھتے ہیں۔
ورمیئر اس موضوع پر رقم طراز ہے:

"An action as a particular sort of behaviour: for an act of behaviour to be called an action, the person performing it must be able to explain why he acts as he does althogh he could have acted otherwise."

"عمل" ایک خاص رویہ ہوتا ہے، ایسا خاص قسم کا رویہ جسے عمل کہا جاتا ہے جو آدمی اس "عمل" کا برتاؤ کرتا ہے، اس امر کی وضاحت کرنی چاہیے کہ اس نے کسی خاص انداز کا عمل کیوں اپنایا جبکہ وہ اس سے مختلف انداز بھی اپنا سکتا تھا۔"

ورمیئر اصرار کے انداز میں کہتا ہے کہ ترجمہ نگار کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اُس نے ایک خاص انداز کیوں اپنایا؟ وہ اس کا جواز بتانے کا پابند ہے تاکہ اُس کا ارادہ Intention قاری Client پر واضح ہو سکے۔ وہ اس بات پر مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کا رویہ کیوں اختیار کرتا ہے جب کہ وہ اُس سے مختلف رویہ اختیار کر سکتا تھا۔ دراصل فعالی نظریات کے مطابق کسی خاص موقع محل، صورتِ حال یا وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر ترجمہ نگار مخصوص رویہ اختیار کرتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی صحافی اخبار میں ایک ہی موضوع پر اپنی رائے جس انداز میں پیش کرتا ہے، ٹیلی ویژن پر اُس کو کوئی دوسرا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے۔ فعالی نظریہ، موقع محل، صورتِ حال اور خاص وقت کے تقاضوں کی ترجیحات کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ یہ بات اتنی اہم ہے کہ نہ صرف ورمیئر نے عہدِ جدید میں ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ قبل از مسیح ترجمہ نگار ٹائی ٹیلیئس سائس رو Titilius Cicero اپنے عہد میں کہہ رہا تھا:

"Some disadvantage, or some advantage is

neglected in order to gain a greater advantage or avoid a greater disadvantage."

"کسی برتری یا کمتری کو نظر انداز کیا جاتا ہے تاکہ بڑی برتری حاصل کی جائے اور بڑی کمتری سے احتراز کیا جائے۔"

سائس رو بہت ہی روشن خیالی بلکہ بے باکی سے کہتا ہے کہ کسی برتری یا کمتری کو نظر انداز کر دینا چاہیے تاکہ کوئی برتری حاصل کی جا سکے یا کسی کمتری سے بچا جا سکے۔ ترجمہ میں یہ منزلِ مقصود متن میں "عمل Action" کی دریافت سے ممکن ہے۔ سکوپوس اصولوں کے اطلاق کے نتیجہ میں ترجمہ نگار برتری اور کمتری کے خوف سے مکمل طور پر آزاد ہو کر اپنا کام کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ترجمہ کا درکار نتیجہ یعنی مقصد، مطلب یا ہدف حاصل کر لیتا ہے۔ درج بالا مباحث سے سکوپوس اصولوں کے درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

☆ ترجمے کا عمل اور اس کے نتیجہ میں ہدف کا حصول۔
☆ ترجمے کا نتیجہ اور Translatum کا عمل
☆ ترجمے کا انداز اور اُس انداز کے پسِ منظر میں سوچ یا ارادہ

سکوپوس اصولوں کے اطلاق کے نتیجہ میں ترجمہ نگاری میں سب سے پہلے مقصد یا ہدف کو تلاش کیا جاتا ہے جو کہ ترجمہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد یہ نتیجہ Translatum مقصد، مطلب یا ہدف کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ترجمے کا انداز متن میں مصنف کی سوچ اور ارادہ کی دریافت کی جاتی ہے اور اُسے ترجمہ کے متن میں پیش کیا جاتا ہے۔

جرمی منڈے Jeremy Monday سکوپوس اصولوں کو درج ذیل ترتیب میں پیش کرتا ہے:

1-A translatum (TT) is determined by its skopos.

2- A TT is an offer of information (Information sangebot) in a target culture and TL concerning an offer of information in a source cultur and SL

3- A TT does not intiat an offer of information. In

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

a clearly reversible way.

4- A TT must be internally coherent.

5- A TT must be coherent with the ST.

6- The five rules above stand in hierarchical order, with the skopos rule predominating.

۱۔ ترجمہ کے متن میں سکوپوس کے رجحان سے مقصد اور مفہوم کو واضح کیا جاتا ہے۔

۲۔ ترجمہ کا متن اطلاع کی پیش کش ہوتی ہے۔

۳۔ ترجمہ کا متن اطلاع کی پیش کش کو کبھی بھی قابل واپسی انداز میں پیش نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ ترجمہ کا متن اپنے دروں میں بہت ہی مربوط اور منضبط ہوتا ہے۔

۵۔ ترجمہ کے متن کو ذریعہ کے متن کے ساتھ بہت ہی مربوط ہونا چاہیے۔

۶۔ درج بالا پانچ اصول اپنی درجہ بندی کے مطابق موجود ہیں اور ان پر سکوپوس اصولوں کا برتر اطلاق ہے۔''

درج بالا اصولوں کا تجزیاتی مطالعہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ جو معنوی ارتباط ذریعہ کے متن میں ہو ترجمہ نگار وہی ربط ترجمہ کے متن میں پیش کردے۔ سکوپوس اصولوں کی اطلاق پذیری کا نتیجہ وہی ہے جسے عہدِ قدیم میں ترجمہ نگار کا ذریعہ کے متن سے دیانت داری کا اصول قرار دیا جاتا تھا۔ گویا جدید نظریات ہوں یا قدیم ترجمہ کی اقدار نے کوئی نہ کوئی اشتراک دریافت کیا جاسکتا ہے۔ سکوپوس اصولوں کے اطلاق کے ذریعے اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ:

☆ ذریعہ کے متن میں اطلاع ترجمہ نگار تک پہنچ جائے۔

☆ ترجمہ نگار اس اطلاع کی توضیح اور تشریح کرے۔

☆ ترجمہ کے متن میں وہ اطلاع پیش کی جاسکے۔

ورمیئر اس موضوع کو اپنے ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

"What the skopos states is that one must translate, consciously and consisently, in accordance with some priciple respecting the target text. The theory

does not state whtat the principle is: This must be decided separately in each specific case."

''سکوپوس یہی کہتا ہے کہ ترجمہ نگار، ترجمہ کے عمل میں شعوری طور پر استقلال اختیار کرے۔ یہ ذریعہ کے متن کے اصولوں کی عین مطابقت میں ہونا چاہیے۔ نظریہ یہ واضح نہیں کرتا کہ اصول کیا ہے: اس کا فیصلہ ہر معاملہ میں انفرادی طور پر کرنا چاہیے۔''

ورمیئر کے نظریہ کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ ہر متن کا کوئی نہ کوئی مطلب یا ہدف ہوتا ہے۔ اُس کے اس خیال پر کڑی تنقید کی گئی اور یہ دلیل پیش کی گئی کہ بہت سا تخلیقی ادب ''فن برائے فن Art for art sake'' کا مطالعہ کس طرح کیا جائے گا؟ اگر ہر متن اپنا مقصد یا ہدف رکھتا ہے تو فن برائے فن کے نظریے پر اس کا اطلاق ممکن نہیں۔ اگرچہ یہ دلائل بہت توانا ہیں مگر ورمیئر کے نظریہ میں اس کا شافی جواب موجود ہے۔ مثال کے طور پر فن برائے فن بذاتِ خود ایک مطلب، مفہوم یا ہدف ہے جو تخلیقی فن پارہ فن برائے فن کے نظریہ کے مطابق تخلیق کیا گیا ہو وہ اپنا مقصد، مطلب یا ہدف خود ہی ہوتا ہے۔ دراصل اس تنقید کی بنیاد ورمیئر کے نظریہ کے خلاف عینیت پسندی Idealism کے تضاد کا ردِّ عمل تھا۔ اُس کے ناقدین کا خیال تھا کہ عینیت پسندی کے نظریات پر مقصد کے تصور کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جب کہ ورمیئر کے نظریہ کے مفصل مطالعہ سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہر تخلیق اپنا مقصد Aim، مطلب Purpose اور ہدف Goal کی حیثیت رکھتی ہے۔

Skopos Theory (Skopostheories)

The skopos, in other words, is the overriding factor governing either the choices and decisions made during the translation process or the criteria based on which a translation is assessed. Translating is thus seen as a purposeful activity: it essentially means to have a skopos and accordingly transfer a [text] from its

Sadi Arbab e Zaad 0305-6406067

source-culture surroundings to target-culture surroundings. More specifically, translation is seen by Vermeer as an 'offer of information', or Informationsangebot, in the target language which imitates an offer of information in the source language.

As regards in particular the formal aspects of the ST, these are preserved as far as possible in the TT as long as they conform to the skopos. In some cases, the skopos may have to do precisely with the preservation of ST form, as happens in some types of documentary translation. Although it has been developed as a reaction to view of translation centered around the notion equivalence between the ST and the TT, skopos theory does not ultimately reject equivalence-it implies a change of focus such that equivalence between the ST and the TT is seen as hierarchically inferior to the purpose of the translated text. In other words, both in carrying out and in assessing a translation, the ST is always considered in light of the purpose of the translation, and these are linked primarily with target factors.

''سکوپوس ترجمہ نگار کے انتخاب اور ترجمہ کے معیار کے تعین پر واضح برتری حاصل ہوتی ہے۔ترجمہ بہرحال ایک بامقصد کام ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ

سکوپوس اس میں موجود رہتا ہے۔اس طرح ذریعہ کی ثقافت اور ماحول کو ترجمہ کی ثقافت اور ماحول میں منقلب کرتا ہے۔ورمئیر کے خیال کے مطابق ترجمہ ذریعہ کے متن کی اطلاع ترجمہ کی زبان کو پیش کرتا ہے۔ یہ اطلاع اسی طرح نقل ہوتی ہے جس طرح متن کی زبان میں ہوئی۔ جہاں تک ذریعہ کے متن کے پہلوؤں کا تعلق ہے یہ ترجمہ کے متن میں سکوپوس کی مطابقت محفوظ رکھے جاتے ہیں۔بعض حالتوں میں سکوپوس ذریعہ کے متن کی ساختوں کے مخصوص عمل اختیار کرتا ہے جیسا کہ دستاویزاتی ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ترجمہ متن اور ترجمہ کے متن میں معنوی برابری کے خلاف ردّعمل کے طور پر سکوپوس کو ادراک کیا گیا ہے۔مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔سکوپوس نظریہ معنوی مساوات کے نظریہ کی ہرگز نفی نہیں کرتا۔اس سے مراد معنوی برابری کی وجہ سے تبدیلی اور اسی حساب سے درجہ بندی ہے۔معنوی مساوات کو درجہ بندی میں سکوپوس میں متن کے مقصد کے مقابل کمتر اہمیت حاصل ہے۔دوسرے لفظوں میں ترجمہ کے عمل میں ذریعہ کے متن کو اس کے ''مقصد'' کی روشنی میں دیکھا جائے گا اور ان کا ربط ترجمہ کے متن سے رہتا ہے۔''

انسانی آبادیاں اپنے مختصر حجم کو مسلسل بڑھاتی پھیلاتی رہتی ہیں۔ اس پھیلاؤ سے حیات کے مسائل، پیچیدگیوں اور مسائل کا بھی اضافہ ہوتا ہے۔تھارنٹن وائلڈر Thornton Wilder نے اپنے ناول ہماری بستی "Our Town" میں انہی مسائل اور مصائب کی نہ صرف تشریح کی ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ جس طرح یہ دشواریاں بڑھتی رہتی ہیں اُسی رفتار سے انسان اُن کا حل بھی دریافت کرتے رہتے ہیں۔وائلڈر کے ناول کا درج ذیل اقتباس قابلِ مشاہدہ ہے:

"I think this is a good time to tell you that the Cartwright interets have just bugun building a new bank in Grover's Corners-had to go to Vermont for the marble, sorry to say. And they have asked a friend of mine what they should put in the cornerstone for people to dig up..... a thousand

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

years from now.....Of course, they have put in a copy of the New York Times and a copy Mr. Webb's Sentinel..... We are kind of interested in this because some scientific fellas have found a way of painting all that reading matter with a glue_a silicate glue_that'll make it keep a thousand-two thousand years.

We're putting in a Bible...and the Constitution of the United States-and a copy of William Shakespeare's plays. What do you say, folks? What do you think?

Y'know-Babylon once had two million people in it, and all we know about' em is the names of the kings and some copies of wheat contracts...and contracts for the sale of slaves. Yet every night all those families sat down to supper, and the father came home from his work, and the smoke went up the chimney-same as here. And even in Greece and Rome, all we know about the real life of the people is what we can piece together out of theems and the comedies they wrote for the theartre back then . So I'm going to have a copy of this play put in the cornerstone and the people a thousand years from now'll know a few simple facts about us-more than the Treaty of

Versailles and the Lindbergh flight."

اس معنی خیز ناول کا ترجمہ اردو ادب کے کہانی کار انتظار حسین نے کیا ہے۔ انتظار حسین کا تعلق تخلیقی کہانی کے فن سے ہے اس لیے وہ کسی بھی کہانی کے اندر کہانی پن اور اُس کی فکری بنیاد کو آسانی سے دریافت کر کے پیش کر دیتے ہیں۔ انھوں نے "Our Town" کا ترجمہ ''ہماری بستی'' کے عنوان سے کیا۔ مثال کی غرض سے درج بالا انگریزی متن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''میرے خیال میں اب آپ کو یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ کارٹ رائٹ کے کاروباری تقاضوں کے تحت گروورز کارنر میں ایک نیا بنک کھلنے والا ہے۔ مگر افسوس کی ہے کہ اس کے لیے سنگِ مرمر ورمونٹ سے آ رہا ہے۔ اور ان لوگوں نے میرے ایک دوست سے مشورہ طلب کیا ہے کہ اس کی بنیادوں میں کیا محفوظ کیا جائے کہ لوگ اسے ایک ہزار برس بعد کھود کر شوق سے نکالیں۔ ہاں انھوں نے نیویارک ٹائمز اور سینٹینل کی ایک ایک کاپی وہاں محفوظ کر دی ہے۔ ہمیں تو اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ چند سائنس دان حضرات نے ایک گوند ایجاد کیا ہے جسے کاغذ پر مل دینے سے وہ کاغذ دو ہزار برس تک سلامت رہتا ہے۔

ہم اس عمارت کی بنیادوں میں ایک انجیل کا نسخہ، ایک امریکا کے آئین کی نقل اور ایک کاپی شیکسپیئر کے کھیلوں کی محفوظ کریں گے......

آپ کو معلوم ہے کہ بابل میں کسی زمانے میں صرف بیس لاکھ آدمی تھے اور ان کے بارے میں لے دے کے بس اس حد تک جانتے ہیں کہ ہمیں ان کے بادشاہوں کے نام معلوم ہیں۔ یا گندم کے چند معاہدے اور غلاموں کی تجارت کے چند راضی نامے ہمارے علم میں ہیں، لیکن آخر وہاں بھی تو روز رات کو گھر کے لوگ کھانا کھانے بیٹھتے ہوں گے۔ باپ کام کر کے گھر واپس آتا ہوگا اور چمنیوں سے دھواں نکلتا ہوگا۔ یعنی اسی طرح جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے اور یونان و روما کے بارے میں بھی ہم کیا جانتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی حقیقی زندگی کے بارے میں تو بس اسی حد تک جانتے ہیں جس حد تک تھیٹر کے لیے لکھے گئے طربیہ کھیلوں اور مزاحیہ نظموں کو جوڑ کر کوئی نقشہ مرتب کرتے ہیں۔

تو میں اس کھیل کی ایک نقل اس بنیاد میں رکھ دوں گا اور ہزار برس

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

بعد لوگوں کو اس سے ہمارے متعلق موٹے موٹے حقائق و واقعات کا علم ہو جائے گا۔ معاہدہ ورسائی اور لنڈ برگ سے یہ بات زیادہ اہم ہے۔ دیکھیے میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ تو آج سے ایک ہزار برس بعد لوگ ہمارے متعلق سوچیں گے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں نیویارک کے شمالی صوبے میں لوگ اس طرح رہتے سہتے تھے۔ یہ ان کے طور اطوار تھے۔ یہ ان کے پلنے بڑھنے اور شادی بیاہ کی رسمیں تھیں۔ یہ ان کے مرنے جینے کے آداب تھے۔''

انتظار حسین اپنے علم اور تجربہ کی گہرائی سے متن میں وہ اصول دریافت کر لیتے ہیں جو متن کا اصل مقصد، مطلب، مدعا یا ہدف ہوتے ہیں۔ اس دریافت سے ترجمہ کے متن کی پیش کاری ذریعہ کے متن کو بہت ہی کامل انداز میں ابلاغ کرتی ہے۔

ذریعہ کا متن Source text

علمِ لسانیات میں جس متن کا ترجمہ درکار ہوتا ہے اُسے ذریعہ کا متن Source text کہتے ہیں۔ علمِ ترجمہ کا انحصار ذریعہ کے متن پر ہی ہوتا ہے۔ ترجمہ ذریعہ کے متن ہی سے جنم لیتا ہے۔ ہاں البتہ، ترجمہ کی زبان مختلف ہوتی ہے۔

خصوصی ترجمہ Specialist translation

بہت سے متن ایسے ہوتے ہیں جو بہت ہی خاص مقاصد اور اہداف کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ اسی نسبت سے اُن کے تراجم بھی بہت خاص اور خاص اہداف کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔ متن اور ترجمہ دونوں میں خاص اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں تاکہ مخصوص معنویت کا ابلاغ ہو سکے۔

عہدِ جدید میں تاریخ، فلسفہ، ادب اور صحافت وغیرہ کے علاوہ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، ریاضی اور دیگر طبعی علوم کے متن کی خاص زبان ہوتی ہے۔ اُن کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اصطلاحات کے خاص مفاہیم ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اُسی متن یا موضوع سے متعلق ہوتا ہے اور عمومی General نہیں ہوتا۔ طبعی علوم کے علاوہ تجارت، معاشیات، بینکاری، درآمدات و برآمدات بھی ایسے ہی خاص موضوعات ہیں جن کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ ذریعہ کے متن میں اُس زبان کو سمجھنا اور ترجمہ کے متن میں ابلاغ کر دینا کو خصوصی ترجمہ Specialist translation کہتے ہیں۔

ترجمہ میں اعمالِ کلام Speech acts

یہ بہت ہی دلچسپ اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح کے سیاق وسباق میں مطالعہ کیا جاتا ہے کہ جملہ میں کچھ ایسا کہا جائے کہ جیسے کوئی کام کیا جا رہا ہو۔ مثال کے طور پر'' آپ کو بھوک لگ رہی ہے کھانا کھا لیں۔'' اس جملے میں ماسوائے اس پیغام کے اور کوئی معنویت نہیں کہ کھانے کا عمل شروع کیا جائے۔ ایسے متن یا اُس کے جملوں میں معنویت کی بجائے عمل Action اُس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جتنے بھی اعمال ہوتے ہیں سب کو ادا کیا جاتا ہے۔ اسے لسانیات کی لغت میں Performative اعمال کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اس طرح کے اعمال کو ماہرینِ لسانیات تین اصطلاحات میں تقسیم کرتے ہیں:

☆ ترجمہ میں عمل کی طرزِ ادا Locutionary

یہ اعمال کی سادہ ترین قسم ہوتی ہے جس کو ایسی لغت میں ابلاغ کیا جاتا ہے کہ اس سے صاف صاف واضح ہو جائے کہ اُس عمل کے پس منظر میں معنویت کے بجائے صرف اعمال ہو سکتے ہیں۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ معنویت کی جگہ پر اعمال موجود ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر '' مجھے پانی لا دو۔'' اس مختصر سے جملے میں پانی لا دینے کا عمل ہے، یا پانی مانگنے کا عمل ہے اور اس کے علاوہ کسی قسم کی کوئی معنویت نہیں ہے۔

☆ ترجمہ میں عمل کا تحکم Illocutionary act

اعمالِ کلام میں کلام کی یہ ایسی قسم ہوتی ہے جس میں کسی عمل کے لیے حکم، ہدایت، نصیحت، وعدہ یا توقع کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر،'' آج رات اپنا کام مکمل کر کے سونا۔'' اس جملے کی ہیئت سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی کو کوئی کام کرنا ہے اور اُس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اُس کام کو مکمل کرے۔ اُس کی تکمیل کے لیے عمل کا حکم اس جملے کا آخری حصہ ہے: '' مکمل کر کے سونا۔''

اس سادہ سے عمل میں ایک اور امر بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جملے میں ہدایت یا حکم تو موجود ہے مگر اُس ہدایت یا حکم کے اجرا کے لیے خاص طاقت، قوت Power کا اظہار مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

Saqi Arbab e Zaib 0305-6406067

☆ ترجمہ میں عمل کی نصیحت Perlocutionary act

اسے کلام میں اعمال کی تیسری قسم کہا جاتا ہے۔ زیرِ بحث اصطلاح کے مطابق جملے میں اس طرح کی لغت استعمال کی جاتی ہے جس میں کسی کو کوئی کام کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ اُسے قائل کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام کرے یا نہ کرے۔ اسی طرح جملے میں آمادہ Persuade کرنے کا عنصر ہوتا ہے۔ اس طرح کے جملوں میں بیان کرنے والا کلام پر اختیار Control رکھتا ہے۔ گویا ترجمہ میں عمل کی نصیحت سے مراد صاحبِ کلام اپنے اختیار کی طاقت سے دوسرے کردار کو کسی کام کے لیے آمادہ، قائل یا انکاری کرتا ہے۔

درج بالا اصطلاح کے تینوں اجزا کا آسان ترین تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ

۱۔ پہلی قسم میں لغت کسی عمل کے ہونے کا اظہار کرتی ہے۔
۲۔ دوسری قسم میں کچھ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں کوئی عمل سرانجام پاجاتا ہے۔
۳۔ تیسری قسم میں نصیحت کا عنصر غالب ہوتا ہے جس کے مطابق کسی کو کوئی عمل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے، آمادہ کیا جاتا ہے یا انکاری کر دیا جاتا ہے۔

اسلوب Style

ادب کے طالب علم ایک خوبصورت بحث کو ہمیشہ جاری رکھ سکتے ہیں کہ اسلوب کیا ہے؟ یہ بحث تخلیقی فن پاروں کی طرح ناقابلِ تحدید اور ناقابلِ اختتام ہے۔ کسی نتیجے پر پہنچنے کیلئے اگر ہم ''اسلوب کیا ہے'' کے متوازی کوئی نظریہ سازی کرنے کی کوشش کریں کہ ''اسلوب کیا نہیں ہے'' تو بھی ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ کیا اس بحث سے مراد یہ ہے کہ یہ کوئی بے نتیجہ گفتگو ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس کو جاری و ساری رکھنے میں کیا معنی۔

روز مرہ کی زندگی میں ہم بے شمار چیزوں کو ان کی اصلی حالت کی بجائے کسی دوسری حالت میں دیکھتے ہیں، انھیں پہچان لیتے ہیں، اور قبول کر لیتے ہیں اور اسی حالت میں ان چیزوں سے متعلق خیالات کو دوسرے لوگوں تک ابلاغ کر دیتے ہیں۔ یہ سب کیسے ممکن ہو جاتا ہے۔ جب کہ ہمیں اصل حقیقت کا بھی علم ہوتا ہے اور جس نئی حقیقت میں کسی چیز کو دیکھتے ہیں اس کا بھی ادراک رکھتے ہیں تو پھر اصل حقیقت کی موجودگی میں کسی اور حقیقت کی کیا ضرورت اور اہمیت ہو سکتی ہے۔

چیزیں، اشیا، مظاہر، حالات، تاریخ تخلیق، اپنے وجود اور روح سے مکمل ہوتی ہیں۔ روح سے مراد کسی چیز کی وہ صلاحیت ہے جس سے وہ کائنات کے ساتھ اپنا ربط اور رشتہ برقرار رکھتی ہے۔ وجود وہ وسیلہ ہے جو روح اور کائنات کو آپس میں مربوط کرتا ہے۔ اسلوب کے مطالعہ کے لیے روح اور وجود کے فلسفیانہ یا صوفیانہ تجزیے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ضرورت اس لیے اہم ہو جاتی ہے کہ ہم اسلوب کی پہچان کے لیے اس مفروضے کو تجزیہ کی دنیا میں پھینک دیتے ہیں اور پھر اسلوب کے تصور، تجزیہ، اسلوب سازی وغیرہ کا مطالعہ آسان کر لیتے ہیں۔

ہم روز مرہ کی کھانے کی چیزوں کو اصل حالت میں کھانے کی بجائے کسی خاص انداز میں پکا کر کھاتے ہیں۔ تیار شدہ کھانے میں وہ چیزیں، سبزیاں، دالیں، گوشت یا اناج اصل حالت میں تو دکھائی نہیں دیتا مگر ان کی اصل ہمارے ذائقوں کی حسوں تک کس طرح پہنچ جاتی ہیں۔ ان کی اصل حقیقت ظاہر نہ ہونے کے باوجود وہ کسی نئی حقیقت کے روپ میں ہمارے کام و دہن کے لیے لذت اور اطمینان کا باعث بن جاتی ہیں۔ فطرت نے انسان کو وہ صلاحیت عطا کی ہے جس کے بل بوتے وہ ازل سے فطری اور خام اشیاء کو حسین تر بنانے کی جہد embellishment میں مصروف ہے۔ ہم انسان کی اس شعوری آرزو، جہد اور تسلسل کو فن Art کا نام بھی دے سکتے ہیں جو کہ ایک پھیلی ہوئی تخلیقی کائنات کے مترادف ہے۔ اس میں فن کی ان گنت اصناف اور اقسام موجود ہیں۔ موسیقی، شاعری، مجسمہ سازی، فنِ تعمیر سے لے کر تخلیقی ادب تک یہ کائنات مسلسل پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ تخلیقی ادب میں کہانی، افسانہ، قصہ، داستان، ناول، اساطیر وغیرہ سب کچھ شامل ہیں۔ جب کہ ہماری بحث کا مرکزہ focus فکشن کا اسلوب ہے۔ فکشن کے اسلوب میں بنیادی کردار درج ذیل عوامل ادا کرتے ہیں۔

۱۔ زبان Language
۲۔ لسانیات Linguistics
۳۔ الفاظ Lexicans
۴۔ مرکبات Phrases
۵۔ گرائمر Grammer
۶۔ خیال Idea

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

۷۔ ترتیب Order

۸۔ صنف Form

۹۔ جمالیات Aesthetics

۱۰۔ پیش کاری Presentetion

درج بالا مختصر اور غیر مکمل فہرست ان تمام اجزاء کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جس سے تخلیقی فن پارے تیار ہونا ممکن ہو جاتے ہیں۔ بہت سی ان دیکھی دنیا کی طرح ہر فنکار کے ذہن میں بے شمار لوگوں کو اذہان موجود ہوتے ہیں اور ہم ان سب کے نتیجے کو کسی فن پارے کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں جب کہ اس کا مکمل تجزیہ مشکل عمل ہے۔ کیا ہم ''حسن کے لباس'' کے تجزیہ کو تخلیق اور اسلوب سے تشبیہ دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اس قسم کی تشبیہی تشریح سے ایک آسانی ممکن ہو سکتی ہے کہ ہم جس چیز کو سمجھ رہے ہوں اور بیان نہ کر سکتے ہوں اس کے بیان میں آسانی کے لیے متوازی مثالیں پیش کر سکیں، مگر اس سب عمل کی وجہ سے یہ مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ حُسن جسے ہم نے تخلیق کی لغت عطا کی اُسے اس خیال سے بے لباس کر کے دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم ''تخلیق کے اسلوبی تجزیہ'' کے آرزو مند ہیں۔ اس اہم، نازک اور پیچیدہ سوال کا جواب ماہرِ لسانیات لیو سپائزر Leo Spitzer نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں اس طرح دیا ہے۔

"I would maintain that to formulate observation by means of words in not to cause the artistic beauty to evaporate in vain intellectualities; rather , it makes for a widening and deepening of the aesthetic taste. It is only a frivolous love that cannot survive intellectual definition; great love prospers with understanding".

''میرا تو خیال ہے کہ لفظوں کے ذریعے تشکیل پانے والے مشاہدات کسی بھی صورت میں بے معنی دانش کاری کی وجہ سے حسن کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اس کے جمالیاتی ذوق میں وسعت اور گہرائی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ تو فضول

محبت ہے جو دانش وارنہ تعریف "Defination" کے سامنے ٹھہر تک نہیں سکتی۔ عظیم محبت تو فہم و فراست کے ساتھ پھلتی پھولتی ہے۔''

سپائیزر کا نقطہ نظر اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ جب ہم کسی فن پارے کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کی جمالیات مسخ ہو جاتی ہے۔ بالعموم اس قسم کی غلط فہمی پر انحصار کیا جاتا ہے کہ تجزیہ تخلیق کے حسن کو تحلیل کر دیتا ہے۔ سپائیزر اس قسم کے نقطہ نظر کے برعکس تجزیہ و تنقید کے حق میں بہت ہی مثبت دلیل پیش کرتا ہے۔ وہ ایسی تخلیق کی تضحیک بھی کرتا ہے جو نقد و نظر یا تجزیہ کے سامنے ماند پڑ جائے۔ نقد و نظر یا تجزیہ اُسی فہم و فراست کا جزو ہیں جس سے تخلیق ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لیے تنقید و تجزیہ تخلیق کے حسن کو مسخ کرنے کی بجائے اُس کو دریافت کرنے اور نکھارنے کی صلاحیتوں کی طرح ہے۔

شاعری میں اسلوب کے نقوش واضح، قبول شدہ اور زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ عموماً صنائع بدائع، جملوں کی ساخت اور دیگر لسانی خصائص سے بنتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ، علامت، کنایہ اور دیگر نقوش شاعری میں روزمرہ کی زبان کے انداز میں پیش کیے جاتے ہیں اس لیے ان کو شعری زبان میں تلاش کرنا نسبتاً آسان ہے۔ اس کے مقابل فکشن کے اسلوب کا انحصار درج بالا تخلیقی نقوش کے ساتھ ساتھ اور بہت سے عوامل پر ہوتا ہے۔ فکشن کے اسلوب میں منظر نامہ، پلاٹ، واقعات، مکالمات، کردار، نقطہ نظر، دلائل جیسے عوامل پر ہوتا ہے اور یہ عوامل بہت بڑے پھیلے ہوئے متن میں اس طرح پوشیدہ ہوتے ہیں جیسے سمندر میں موجود سیپیاں اور گھونگھے۔ جنھیں ہم تلاش کر کے ہی ثابت کر سکتے ہیں ورنہ وہ سمندر کے لامتناہی پن میں ہمیشہ کے لیے بے نقش ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس نظریہ کی وضاحت۔ جی۔ این۔ لیش G.N .Leech نے درج ذیل طویل اقتباس میں کی ہیں۔

"Effect of prose style, and their sources in the language, are often more unobtrusive than those of poetic language. While a condensed poetic metaphor, or a metrical pattern will jump to the attention as something which distinguishes the

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

language of poetry from everyday language. The distinguishing features of a prose style tend to become detectable over longer stretches of text, and to be demonstrable ultimately only in quantitative terms. And the sheet bulk of prose writing is intimidating; linguistic techniques are more readily adapted to the miniature exegesis of a lyric poem, than to the examination of a full - scale novels. In prose , the problem of how to select - what sample passages, what features to study - is more actue, and the incom- pleteness of even the most detailed analysis more apparent. Because of these difficulties of scale and concentration, it is understandable that the study of prsoe style has tended to suffer from 'bittiness' . A writer's style has all too frequently been reduced to one feature, or a handful of features. Some aspects of style, such as methods of speech presentation , have been recongnized as ' interesting', and have been intensively studied, where others have been neglected. And where the data are so vast and varied, there is the inveitable temptation to retreat into vague generalization. Although the 'new stylistics' has brought illuminating studies of this or that stylistic feature

of this or that work or writer ,no adequate theory of prose style has emerged.

نثری اسلوب کے اثرات اورزبان میں ان کے ذرائع شاعری کی نسبت بہت ہی دھیمے ہوتے ہیں جبکہ ایک گتھا ہوا استعارہ یا متوازن بحر اس طرح جاذب توجہ ہوجائیں گے جس طرح شاعری کی زبان تمام بوچال کی زبان سے ممتاز ہوجاتی ہے۔نثری اسلوب کے اہم نقوش تو نثر کے پھیلاؤ میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ ان کو واضح طور پر ظاہر کرنے کے لیے آخرکار مقداری شرائط ہی قابل عمل ہوتی ہیں۔نثر کا بڑھتا ہوا فہم دباؤ کا باعث ہوتا ہے۔لسانیاتی تکنیک شعری تفہیم کے لیے فوراً قابل عمل ہوجاتی ہے جبکہ ایک مکمل ناول کے تجزیہ کے لیے یہ کارگر ثابت نہیں ہوسکتی۔نثر میں انتخاب کا مسئلہ،کون سا اقتباس، کن نثری نقوش کا مطالعہ، زیادہ پیچیدہ عمل ہے۔یہاں تک کہ مفصل ترین تجزیہ بھی بظاہر ہر عدمِ تکمیل کا شعار نظر آتا ہے۔حجم اور ارتکاز کی ان مجبوریوں کی وجہ سے یہ بات قابل فہم ہوجاتی ہے کہ نثری اسلوب کے مطالعہ میں کوئی ''چھوٹا پن bittiness'' سی چیز در آتی ہے۔اکثر وبیش تر تو کسی نثر نگار کے اسلوب کو کسی ایک یا چند خصوصیات تک محدود کردیا جاتا ہے۔اسلوب کے چند پہلو جیسا کہ ''بیانیہ''، ''خطابیہ'' کو دلچسپی کا سامان سمجھا جاتا ہے اور ان کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے جبکہ دیگر بہت سے پہلو نظر انداز کردیئے جاتے ہیں۔جب مطالعہ کا مواد بہت ہی وسیع اور متنوع ہو تو اسے مبہم سی تعمیم کے انداز میں پیش کرنے کی زبردست ترغیب ہوتی ہے۔اگرچہ جدید ''اسلوبیات'' میں مختلف نثر نگاروں یا نثر پاروں کا بہت اچھا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے پھر بھی نثری اسلوب کا کوئی اہم نظریہ جنم نہیں لے سکا۔

جی۔این۔لیش کا درج بالا طویل اقتباس ایک مکمل موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ شاعری کا مطالعہ نثر کی نسبت کافی آسان ہوتا ہے۔شاعری کی گتھی ہوئی زبان میں لفظیات ، اظہارات ، تشبیہات ، استعارات ، علامات یا بحور وعروض کا استعمال معمول کے انداز میں نظر آتا ہے۔نہ صرف شاعران جمالیاتی متغیرات کے استعمال میں خود طاق ہوتا ہے

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

بلکہ قارئین بھی مسلسل مطالعہ کی وجہ سے ان چیزوں سے خاصے مانوس ہو چکے ہوتے ہیں۔ شاعری انسانی آرزوؤں کا عمومی تقاضا ہے جو موسیقی سے مربوط ہونے کی وجہ سے کبھی بھی انسان کی قوت فہم و سامعہ سے بعید نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ نثر نگاری کی نسبت شاعری زیادہ مقبولِ عام تخلیقی عمل ہے۔ نثر چونکہ شاعری کے متذکرہ بالا اوصاف سے اس انداز میں متصف نہیں ہوتی اس لیے اس میں موجود لفظیات، اظہارات، تشبیہات، استعارات، علامات وغیرہ نثری پھیلاؤ میں گم ہو جاتے ہیں۔ ان کو تلاش کرنے کے لیے خاص طور سے شعوری محنت درکار ہوتی ہے۔ یہ شعوری محنت جس طرح نقاد یا تجزیہ کار کے لیے ضروری ہے اُسی انداز میں قاری بھی اس کو سرانجام دیتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہر قاری یا نقاد ایک ہی تخلیقی فن پارے کو مختلف نقطہ نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کس قسم کی نثر کا انتخاب، کس اقتباس کا انتخاب یا کن نثری نقوش وغیرہ کا مطالعہ ایسے سوالات ہیں جو فکشن کے اسلوب کے تجزیہ کے دائرہ کو مسلسل وسیع کرتے جاتے ہیں۔ نثر میں تحریر کا حجم لفظیات، نثری نقوش، بیانیہ، خطابیہ، منظر نامہ ایسے متغیرات ہیں جو نثر کی نقد و نظر کی بنیاد اور انتخاب کی گنجائش فراہم کرتے ہیں۔ یہ پھیلاؤ چونکہ مسلسل بڑھتا جاتا ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ پھیلاؤ ہمارے ادراک اور شعور کے دائرے میں نہ آسکے تو اس کے کیا معنی۔ یہ ایک غیر تخلیقی سوال ہے کیونکہ جیسے جیسے فکر و فن وسعت اختیار کرتے ہیں ان کے مطالعہ اور مشاہدہ سے انسانی ادراک اور شعور مسلسل بڑھتے، پھلتے، پھولتے اور ترقی کی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے فکشن کے اسلوب کا مطالعہ آپ کو نثر کی بے پایاں وسعتوں کی مسافت میں ڈال کر کہانی کے تحیّر اور تغیر کے طلسمات کو آشکار کرتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کو منضبط definitive انداز میں پیش نہیں کیا جاسکتا ہے مگر ادب کے طالب اس کا ایک واضح تصور پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جب ایک تصور لامحدود ہے تو اس کو دائرہ ادراک میں رکھا جاسکتا ہے۔ ادب اور اس کا مطالعہ اس سوال کا بھی بہت شافی جواب دیتا ہے۔ دراصل تخلیقی عمل کی طرح قاری بھی مطالعہ کے عمل کی بار بار ریاضت کرتے ہیں۔ لازم نہیں کہ ایک ہی تحریر کا بار بار مطالعہ کیا جائے بلکہ مختلف تحریروں کا مطالعہ بھی ایسی ہی ریاضت ہے جو اُسے ہر طرح کی تحریر سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت سے بہرہ ور کرتی ہیں۔ جی۔ این۔ لیش اس موضوع پر نہایت دلچسپ انداز میں اختیار کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے۔

"How often ,with all the theoretical experience of method accumulated in me over the years, have I stared blankly, quite similar to one of my beginning students, at a page that would not yield its magic. The only way out of this state of unproductivity is to read and reread.

''برس ہابرس سے اپنی مجموعی نظریاتی تجزیہ کے باوجود بعض اوقات میں کسی تحریر سے بالکل غیر متاثر رہتا ہوں جیسے کسی نئے طالب علم پر کسی صفحہ پر تحریر سحر انگیزی نہ دکھا سکے۔ اس کے نتیجہ کی کیفیت سے باہر نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مطالعہ اور مزید مطالعہ۔''

یہ ایک نفسیاتی عمل ہے جو تخلیق یا فن پارے کی وساطت سے قاری کی مسلسل تربیت کرتا ہے۔ قاری اپنی فہم، انتخاب، اقدار کے معیارات تعمیر کرتا ہے اور دورانِ مطالعہ ان کا اطلاق تخلیقی فن پاروں پر کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمِ نفسیات، عمرانیات یا فلسفہ کی تشریح کے لیے لسانیاتی اصطلاحات ہی اپنائی جاتی ہیں کیونکہ فکشن رائٹر کی طرح اُس کا قاری بھی انہی اصطلاحات سے مانوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لسانیاتی اصطلاحات termininology of lingustics اسلوب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ علم نفسیات، عمرانیات اور فلسفہ میں مشترکہ انداز میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس موضوع پر جی۔ این۔ لیش کا یہ مشاہدہ بہت ہی معنی خیز ہے۔

"There have been new new ways of looking at language in psychological, sociological, and philosophical terms, and their application to literature has been tentatively explored."

''نفسیات، فلسفہ اور عمرانیات کی اصلاحات کو دیکھنے کے لیے نئے لسانیاتی طریقے مظہر ہوئے ہیں اور ادب پر ان کا اطلاق ممکنہ حد تک دریافت کیا جاسکتا ہے۔''

اسلوب کے مطالعہ کے لیے مختلف طریق یا نظریات دریافت یا پیش کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مقداری، اقداری، ساختی وغیرہ۔ اس کی افادیت یوں واضح کی جاسکتی ہے۔ کہانی

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کے کردار، منظر نامہ، مکالمہ اور دیگر نقوش انسانوں کے رویوں کی تمثیل ہوتے ہیں۔ گویا ہمارے اعمال acts ہی رویوں کی تمثیل بھی بن جاتے ہیں اور زبان کی بنیاد بھی۔ جیسے گاؤں ''جہاں گائے والے رہتے ہوں'' گوالا ''گائے کے دودھ کی فراہمی کرنے والا'' گیہوں ''گائے سے پیدا کیا ہوا اناج'' وغیرہ۔ تجزیہ کا ساختی طریقہ کار بھی اسی قسم کے نتائج پر منتج ہوتا ہے۔ جیسے درج ذیل بیان Statement میں کہا گیا ہے۔

"Europen structuralism, sees the same structural principles of contrast and pattern as underlying varied forms of human activity, and so as equally manifested in language, art , and Other cultural forms."

''یورپ کا ساختی طریقہ کار نمونہ کے انہی متضاد اور نمونوں کے اصولوں کو دیکھتا ہے جو انسانی اعمال کی متنوع بنیادوں میں کارفرما ہوتے ہیں۔ وہ اسی طرح زبان، فن اور ثقافت کی اشکال میں موجود رہتے ہیں۔''

لسانیات linguistics انہی عوامل کا مجموعی مطالعہ کرتی ہیں جس میں ہمارے اعمال acts، خیال Thoughts، الفاظ lexicans شامل ہوتے ہیں۔ ان کے ذریع ہم مختلف خیالات مناظر اور کرداروں کی پیشکش کر سکتے ہیں۔ یہ پیش کاری تواتر سے زیر عمل رہنے کے بعد مستقل رویوں stable behaviour کی بنیاد بن جاتے ہیں اور مزید پختگی اور تواتر کے عمل سے گزر کے ثقافت بن جاتے ہیں۔ ان کا فنی artistic اور عمرانیاتی Sociological عمل ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہونے کے باوجود اشتراکی اقدار سے بھی معمور ہوتا ہے۔ لسانیات کی تعمیمات امتزاجی نوعیت کی ہوتی ہے جبکہ تخلیقی فنون میں یہ مشترک ہونے کے باوجود ہر تخلیق کار کے لیے منفرد بھی ہوتی ہیں۔ اسلوب ان تمام تنازعات controversaies کو اُٹھا لے چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ اگر کسی کے لیے پیچیدہ، مشکل یا بظاہر نا قابلِ فہم بھی نظر آئے تو بھی درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اس تصور کو سلیس ترین انداز میں یوں پیش کیا گیا ہے۔

"In its most general interpretation the word

STYLE has a fairly uncontroversial meaning; it refers to the way in which language is used in a given context,by a given person,for a given purpose, and so on".

''لفظ اسلوب کوئی پُر پیچ معانی نہیں رکھتا بلکہ یہ عام سی وضاحت ہے۔ اس سے مراد تو یہ ہے کہ زبان کو کسی خاص سیاق وسباق کے اظہار کے لیے کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص آدمی اُسے کیسے استعمال کرتا ہے اور کس خاص مقصد کے لیے۔''

ساسر Sausser کا نظریہ زبان Language اور اسلوب کے ممکنہ پیچیدہ تصور کو مزید آسان کر دیتا ہے۔ وہ زبان کے اُس حصے کو ''زبانِ خاص Parole language'' کہتا ہے جو خالص حقیقت کو کھرے انداز میں پیش کر دے۔ جیسے روزمرہ کی زبان میں ''تازہ ہوا''، ''ٹھنڈی رات''، زبانِ خاص Parole language کے انداز میں استعمال ہوئی ہے۔ اسلوب کا تعلق ساسر Sausser کے خیال میں لسانِ خاص Parole language پر مبنی لسانی اجزا کا انتخاب ہوتا ہے۔ بالعموم انتخاب کے دائرہ کار یا اسلوب کے مطالعہ میں خطابیہ اسلوب، نثری اسلوب یا بیانیہ کا اسلوب، فکشن کے اسلوب کے مطالعہ کا محور ہوتا ہے۔

"Style, then , pertains to parole; it is selection form a total linguistic repertoire that constitutes a style."

''اسلوب زبان خاص سے متعلق ہوتا ہے ''لسان خاص'' لسانی اجزا کا انتخاب ہوتا ہے جس سے اسلوب خمیر ہوتا ہے۔''

خاص مصنف کے اسلوب کے مطالعہ کی زبان:

ہر فکشن رائٹر اپنی مخصوص شخصیت، تربیت، طبیعت، تعلیم، ماحول، ثقافت اور اپنی ذاتی اقدار رکھتا ہے اور اُس کی تحریر پر ان عوامل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اپنی اِسی خصوصیت کی وجہ سے نہ صرف وہ منفرد رہتا ہے بلکہ نہایت منفرد انداز میں قابل شناخت بھی۔ مثال کے طور پر بہت سے تخلیق کار اپنی تحریروں کے توسط سے آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک مشّاق قاری بتا سکتا ہے

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کہ اُس کے زیرِ مطالعہ کس تخلیق کار کی تحریر ہے۔ سعادت حسن منٹو، قرۃ العین حیدر، شمس الرحمٰن فاروقی اور دیگر نمایاں فکشن رائٹر نہایت آسانی سے اپنی تحریروں میں اپنی پہچان کرا لیتے ہیں۔

خاص تحریر میں اسلوب کے مطالعہ کی زبان:

ہر تحریر کسی خاص موضوع، نقطۂ نظر، رائے یا مقصد پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے اُسلوب کی ساخت میں خاص کردار ادا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی منظر نامہ قدرتی ماحول سے متعلق ہو تو مصنف کے اُسلوب میں نہ صرف فطرت سے متعلق لفظیات ہونگی بلکہ جملوں کی ساخت پر بھی تحریر کا موضوع اثر انداز ہوگا۔ مثلاً میر امن کی ''باغ و بہار'' پر قاری کو ایسے ہی اثرات واضع طور پر نظر آتے ہیں۔ انتظار حسین کے افسانوں کے اسلوب پر تقسیم ہندوستان کی وجہ سے ہجر و فراق اور اندوہ نے اُس کے اسلوب پر گہرے نقوش مرتب کیے ہیں۔ شیکسپیئر کے المیہ، طربیہ، رومانوی اور تاریخی ڈراموں کے اُسلوب پر ان کے موضوعات نہ صرف اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ اسلوب سازی کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ میکبتھ Macbth اور ہیملٹ Hamlet اپنے موضوعات کی گمبھیرتا کی وجہ سے شیکسپیئر کے اسلوب کو بھی اُسی طرح دھندلا یا ناقابلِ فہم بنا دیتے ہیں۔ ڈراموں کے اندر کا ماحول کرداروں کی نفسیات اور شیکسپیئر کے اسلوب پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔

خاص مکتبہ فکر کے اسلوبی مطالعہ کی زبان:

فکشن رائٹر کے اسلوب پر اُس مکتبہ فکر کا اثر بھی بہت گہرا ہوتا ہے جس سے اُس کا فکری تعلق ہوتا ہے۔ مکتبہ فکر School of thought سے مراد ایسا فکری اور فنی اشتراک ہے جس کی بنیاد پر اُس کو خاص شناخت بنا دیا جاتا ہے۔ مثلاً دبستانِ دہلی اور دبستان لکھنؤ ادب اور شاعری کے دو منفرد اور قابلِ شناخت مکتبہ فکر ہیں۔ سیاسی، مذہبی، معاشی خیالات بھی مکتبۂ فکر کو تشکیل دیتے ہیں اور فکشن رائٹر کے اسلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً اشفاق احمد، بانو قدسیہ کا اسلوب عبداللہ حسین کے فکشن کے اسلوب سے یکسر مختلف ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اول الذکر اپنی روایات کے احترام میں کسی قسم کی تبدیلی کو گمراہی تصور کرتے ہیں جبکہ عبداللہ حسین اُس قسم کے احترام میں بسے ہوئے ظلم، تشدد، غم اندوہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح شوکت صدیقی کے اسلوب پر اُس کی مارکسی Marxist مکتبۂ فکر کی چھاپ نظر آتی ہے۔ سجاد ظہیر، رشید جہاں اور فیض احمد فیض کے اسلوب پر بھی ان کے مخصوص مکتبۂ فکر کے اثرات وضاحت سے نظر آتے ہیں۔

عصرِ خاص کے اسلوبی مطالعہ کی زبان:

ہر عہد یا زمانہ اپنے خاص نقوش رکھتا ہے اور مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ فکشن رائٹر کے اسلوب پر اس کے عہد کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چونکہ زمانہ حاضر اپنے حالات، اثر انگیزی اور انفرادیت کی وجہ سے ناگزیر ہوتا ہے اس لیے اُس کے اثرات کسی بھی تخلیق کار کے اسلوب پر گہرے نقوش مرتب کرتے ہیں۔ جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم کے دوران اور مابعد لکھا جانے والا بین الاقوامی ادب اس حقیقت کی تشریح کرتا ہے کہ قتل و غارت، جنگ و جدل، خون ریزی، بارود کی افراط، دھواں دُھند اور دھماکے رائٹر کی اسلوب سازی میں بنیادی عناصر کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ T.S.Eliot کی شاعری اس انتشار کے اسلوب پر مبنی ہے جو زندگی کو لایعنیت کی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے۔ امن کی بجائے جنگ زندگی پر غالب آجاتی ہے اور انسانی ذہن اپنی خاص ترتیب سے محروم ہونے لگتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے ناول تقسیم ہند، جنگ عظیم دوئم اور انگریز حاکمیت کے اسلوب کے نقوش بناتے ہیں۔ ہندوستان کے تہذیبی سفر میں قدم قدم سانحات کو فکشن کرتی نظر آتی ہیں۔ قحط اور قحط سالی، معاشی خوشحالی، امن و امان، جنگ و جدل یہ سب چیزیں اپنے عہد کے اہم نقوش ہوتے ہیں اور فکشن رائٹر عصر حاضر سے اپنی اسلوب سازی کرتا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ فکشن رائٹر ہمیشہ عصر حاضر میں مقید رہتا ہے بلکہ وہ ماضی کو بھی ایک عہد کے طور پہ ''حاضر'' رکھتا ہے۔ جیمز جوائس James joyce کا اُس کے مشہورِ زمانہ ناول یولیسس Ulyssuss میں اسلوب ماضی کے ان گنت زمانوں کو حاضر لا رکھتا ہے۔ ماضی اور حال کے تمام عہد اس کے اسلوب اور کہانی کی تکنیک کی وجہ سے اکھٹے ہو جاتے ہیں اور یہ منفرد، الگ الگ اکائیاں ایک نئی اور منفرد اکائی کو جنم دیتے ہیں۔ اسی طرح کا اسلوب ٹو۔ دی۔ لائٹ ہاؤس To the Light House میں Virginia woolf کا ہے۔ ماضی اور حال کی طرح مستقبل کی کہانی بھی لکھی جا رہی ہے۔ اس قسم کے ادب کو مستقبلی Futuristic کہا جاتا ہے۔ خاص طور سے سائنس فکشن میں اس قسم کے ادب یا کہانی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

خاص صنفِ سخن، تحریر، کلام کے اسلوب کے مطالعہ کی زبان:

کہانی، قصہ، افسانہ، ناول، داستان اور اس قبیل کی دیگر اصناف رائٹر کے اسلوب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ''ہزار داستان'' میں طلسماتی فضا کی موجودگی اس لیے ضروری ہے کہ منظر نامے کو

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

مسلسل ناقابلِ یقین رکھا جائے جس کیلئے ایسی لفظیات، جملوں کی ساخت، اظہارات، تاثرات سے طلسم کی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ دورِ جدید میں جے۔ کے۔ راؤلنگ J.K.Rowling نے بچوں کے لیے لکھے ہوئے اپنے مشہور زمانہ ناول ہیری پوٹر Harry Potter میں اُسی قدیم تکنیک کا جدید استعمال کیا ہے جس کا ''طلسم ہوش رُبا'' میں کیا گیا تھا۔ ان کا ناول بچوں کے علاوہ ہر عمر کے قارئین کے لیے اتنا ہی مرغوب ہے۔ اس ناول میں موجود تمام طلسماتی کہانیوں پر فلم بھی تیار کر کے پیش کی گئی ہے۔ اسی طرح شاعری میں میر انیس کا اسلوب سانحہ کربلا سے ساختہ ہے۔ میر تقی میرؔ اس عہد کے حالات، رویے، آشوب، واماندگی سے اپنی شاعری کی اسلوب سازی کرتے ہیں۔ سعادت حسن منٹو شعوری یا لاشعوری طور پر سگمنڈ فرائڈ Sigmand Freud کے شرح کیے ہوئے جنسی رویوں، اعمال اور فلسفے کا اپنی اسلوب سازی استعمال میں کرتے ہیں۔

درج بالا موضوعات کے مطالعہ سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلوب سازی میں کن کن عوامل کی موجودگی کا امکان ہوسکتا ہے۔ ان خصائص کو دورانِ مطالعہ پیشِ نظر رکھا جائے تو فکشن رائٹر کا اسلوب اِس طرح منفرد، انوکھا اور قابلِ شناخت ہوتا ہے جس طرح کسی کا ''نشانِ انگوٹھا Thumb Impression''۔ خاص مطالعہ دیگر اشخاص، فن پاروں کو مطالعہ سے منہا کر دیتا اور اپنے مخصوص موضوع، فن پارے اور اعمال پر توجہ مرکوز کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے درج ذیل دو اہم نتائج ہوتے ہیں۔

۱۔ خاص متن کے لسانی خصائص

ہر متن اپنی لسانیات کا استعمال کرتے ہوئے مخصوص خصائص پیدا کرتا ہے یعنی موضوع اسلوب کے لیے اُس کی لسانیات کے تعین میں مدد اور آسانی فراہم کرتا ہے۔

۲۔ لسانی اسلوبیات:

زبان کا کیا استعمال کیا جاتا ہے؟ لسانی تجزیہ میں محبت کیا، کیوں، کہاں اور کیسے کے اردگرد گھومتی رہتی ہے۔ مثلاً Hamingway کے ناول ''Old Man and the Sea'' ''بوڑھا اور سمندر'' میں مصنف کا اسلوب سمندر کی لفظیات، علامات، استعارات اور تشبیہات پر مبنی ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے۔

"Literary Stylistics has, implicitey or explicitey,

the goal of explaining the relation between language and artistic finction."

''ادبی اسلوبیات کا مقصد، ظاہراً یا بہ باطن زبان اور تخلیقی فکشن کی زبان کے درمیان کے رشتے کی تشریح کرنا ہوتا ہے۔''

اسی وجہ سے ہم بعض نثر نگاروں کو ان کے اسلوب سے پہچان لیتے ہیں۔ ان کے اظہار کی عادت اور نمونے patterns اس قدر واضح اور قابلِ شناخت ہوتے ہیں جیسے اُن کی اپنی ذات۔ اسی تصور کو درج بالا اقتباسات میں مصنف کے ''نشانِ انگوٹھا thumb impression'' کے تصور سے واضح کیا گیا ہے۔

ادبی اسلوبیات مخفی ہوں یا زیادہ واضح، اس کا مقصد زبان اور تخلیق کاری کے رشتہ کو تشریح کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ ادبی اسلوبیات کا مطالعہ زیادہ دل چسپی کا باعث ہوتا ہے۔ لسانی اسلوبیات کے ماہر کا کام نہ صرف لسانی اسلوبیات پر ختم ہو جاتا ہے بلکہ فن پارے کے متعلق نقاد کے جمالیاتی مطالعہ کی نقد و نظر بھی کرتا ہے۔

لسانی تجزیہ اور ادبی نقطۂ نظر کے مابین کس طرح اسلوبی تفاعل ہوتا ہے؟

دراصل ادبی نقطۂ نظر عمل جمالیات کے مطالعہ پر مرکوز ہو جاتا ہے اور اسی اثنا میں لسانی تجزیہ اس کی لسانی شہادتوں کی تلاش میں چل نکلتا ہے۔ یہ کہنا اسی لیے ناممکن ہو جاتا ہے کہ ادبی نقطۂ نظر اور لسانی تجزیہ میں سے کون سا عمل دوسرے پر اوّل اور مقدم ہے۔ انسانی رویے خطابیہ، بیانیہ، کردار نگاری، اسلوبیات کے حوالہ سے دائروں کی اندر دائرے اور پھر دائروں کے باہر دائروں کی طرح میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی لاحاصل بحث میں وقت کے ضیاع سے بہتر بات یہ کہ اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ ہر فن پارہ اپنی جمالیاتی قدر و قیمت کی وجہ سے نہ صرف نقد و نظر کی ترغیب کا باعث بنتا ہے بلکہ لسانی تجزیہ کے لیے دلچسپی کا سامان۔

شام ہی سے چشمے کی روانی
نہ جانے کس کو روتی پھر رہی ہے

اسلوب اور موضوع: Style and Subject

فلابئیر Flambert کا کہنا ہے'' It is like body and soul; for and

Sadir Arbab e Zauq 0305-6406067

content to me.'' ۔''میرے لیے موضوع اور ساخت جسم اور روح کی طرح ہے۔'' اس نقطۂ نظر کو اسلوب بطور لباسِ خیال کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے۔

اسلوب کی ثنویت: Dualism in Style

جب اسلوب یا اندازِ نگارش میں کسی ایک تحریر میں ایک یا ایک سے زیادہ موضوعات کا انتخاب کیا جاتا ہے تو اسلوب ہر موضوع کے مطابق اپنی شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ چارلس ڈکنز Charles Dickens کے ہاں ایک ہی تحریر میں مختلف موضوعات، مناظر، کیفیات، کرداروں کی مناسبت سے اسلوب اپنے آپ کو ان کی مطابقت میں پیش کرتا ہے۔ خاص طور سے اس کے ناول ''بلیک ہاؤس'' Bleak House میں اس انداز اسلوب کے بہت واضح نقوش نظر آتے ہیں۔ ڈکنز کے ناول ''ہارڈ ٹائمز'' Hard Times بھی اس اُصول کی وضاحت کی شاہکار مثال ہے۔ اردو ادب میں یہی طریقہ کار شوکت صدیقی نے اپنے ناول ''خدا کی بستی'' میں اختیار کیا ہے۔

یک جہتی اندازِ نگارش کا انتخاب: Monoism in Style

اس طریقہ کار میں مصنف بالعموم ایک ہی منظبط، مترتب اور مربوط موضوع کو ایک ہی اسلوب میں پیش کرتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ ناول یا کہانی کے پلاٹ میں کافی تنوع اور اتار چڑھاؤ آتا ہے مگر وہ سب کسی ایک نسب العین پر مرکوز ہوتا ہے۔ اس کی مثال آفاقی ناول نگار ''پاؤلو کوئلھو'' Paulo Koelho کے ناولوں میں ملتی ہے۔ عصر جدید کا یہ ناول نگار اپنے تمام ناولوں میں یک جہتی اندازِ نگارش کا بخوبی اور بے حد کامیاب استعمال کرتا ہے۔ اس کے ناولوں میں ''الکیمسٹ'' Alchemist، ''الیون منٹس'' Eleven Minutes اور اس کے علاوہ دیگر درجن ناولوں میں بھی اسی اسلوب کے استعمال کی شاہکار مثال پیش کرتا ہے۔ ممکن ہے اردو فکشن میں ابھی تک اس کی کوئی مثال موجود نہ ہو۔ تاہم یہ امر تحقیق کا متقاضی ہے۔

کثیر سمتی مکتبہ فکر: Pluralist School of thought (HALLIDY)

ہیلی ڈے کے خیال میں اسلوب کثیر سمتی عمل ہوتا ہے جو بیک وقت زبان، خیال، عمل، اشیا اور دیگر سمتوں سے متعلق رہتا ہے۔ کہانی نویسی کے دوران کہانی کار ایک ہی تحریر میں ہزاروں، لاکھوں امکانات کو یکجا کر دیتا ہے جو کہ کسی بھی صورت میں یک سمتی نہیں ہوتے۔

عملِ خیال: Indeational Function:

ہر تحریر کسی نہ کسی خیال پر مبنی ہوتی ہے۔ خیال کی آفرینش اسلوب سے مقدم ہے البتہ اسلوب خیال سازی کے عمل کے بعد کا خمیری یا تعمیری عمل ہے۔ لازم نہیں کہ خیال اسلوب کی تعمیر کرے مگر یہ حقیقت ہے کہ خیال اسلوب میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو جسم میں روح کی ہوتی ہے۔

متن کا عمل: Textual Function:

اظہارِ خیال کے لیے لفظوں کا انتخاب متن سازی کا کردار ادا کرتا ہے۔ متن سازی کے لیے گرائمری، نحوی ترکیب اور لسانی اجزا کا استعمال کیا جاتا ہے۔

بین افرادی عمل: Interpersonal Fuction:

اسلوب کے مطالعہ کے لیے ہمیں تحریر کے بینِ افرادی، تفاعل کے عمل کے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہیں۔ ایک ہی تحریر میں بہت سے کردار باہم، مماثل، مخالف اور متضاد ہو سکتے ہیں مگر ان سب کا آپس میں کوئی نہ کوئی تعلق ہوتا ہے جسے فکشن کا تعلق Fictional Relation کہا جاتا ہے۔ اس کا مطالعہ کہانی کے اندرونی کرداروں کے علاوہ قاری اور فکشن رائٹر کے درمیان کا تعلق بھی ہو سکتا ہے۔

اسلوب کے درج بالا اجزا اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ فکشن کے اسلوب میں کوئی چیز یک سمتی نہیں ہوتی بلکہ کثیر سمتی میں مرکوز ہو کر کسی فن پارے کی تخلیق کا باعث ثابت ہو سکتی ہیں۔

دو سمتی مکتبہ فکر: Dualist School of thought (OHMANN)

دو سمتی مکتبہ فکر میں موضوع اور موضوع کے اظہار کے لیے مرکب افعال کی ساخت کا بنیادی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

موضوع: Content

ہر کہانی کا مجرّد abstract حصہ موضوع مفہوم یا نقطۂ نظر کہلاتا ہے۔ اس سے مراد وہ خیال، فکر، خواہش یا وہ تقاضا ہے جس کے لیے ہم کہانی کاری کے فن کا سفر کرتے ہیں۔ جیسے عبداللہ حسین کے ناول ''اُداس نسلیں'' میں ''تہذیبی انتشار ناول کا موضوع ہیں یا قرۃ العین کے ناول ''آگ کا دریا'' میں تقسیم ہند کو تہذیبی تقسیم کے موضوع کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

Sadi Arbab e Zaid 0305-6406067

مرکب افعال کی ساخت: Phrase structure:

موضوع کی تلاش، تعمیر، اظہار اور نمائندگی کے لیے ہمیں افعال کو مرکب انداز میں تشکیل دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ ہم موضوع کے اظہار میں پیش رفت کرسکیں۔ اس مقصد کیلئے الفاظ Lexicans کو مرکب اشکال دی جاتی ہیں۔ جیسے ''خوف زدہ''، ''آبِ رواں'' ان افعالی مرکبات میں اسم اور کیفیت جیسی کوئی بھی لفظیات استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے ہم اسلوب میں اظہار expression کے مرحلے میں داخل ہوجاتے ہیں۔ کس بات کا کس مخصوص انداز میں اظہار کیا جائے اس کا تعین تو نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی حکم نامہ صادر ہوسکتا ہے۔ البتہ فکشن رائٹر اختیاری ترسیل optional transfer کا طریق استعمال کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اظہار expression کے لیے فکشن رائٹر کے پاس انتخاب کے کتنے امکانات ہیں اور وہ ان میں سے کس کا انتخاب کرتا ہے۔ تاہم یہ نتیجہ ضرور نکالا جاسکتا ہے کہ جس امکان کا وہ انتخاب کرتا ہے فکشن رائٹر کی نظر میں وہ کہانی سے بہت ہی متعلق ہوتا ہے۔

کثیر مرحلاتی مطالعہ اسلوب: Multy stage approaches:

اسلوب کا مطالعہ اس کے مرحلاتی تجزیہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ مرحلاتی تجزیہ سے مراد وہ درجات ہیں جو کسی فکشن رائٹر کے ہاں اس کے اسلوب میں لازم اجزا کی طرح نظر آتے ہیں۔ خیال، خیالی تغیر، کہانی کا منظر نامہ، کہانی میں احساس وادراک، اظہاری تغیر کے لیے لسانیاتی تعمیر اور خمیر سازی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تخلیق کاری میں اسلوب کیوں ناگزیر ہوتا ہے؟ اور کیا اس کا فیصلہ تخلیقی فن پارے کی تخلیق سے پہلے کیا جاتا ہے یا بعد میں یا ازخود اس کے تخلیقی عمل کے ساتھ ساتھ نشو ونما پاجاتا ہے۔ دراصل اسلوب ایک ایسا امتزاجی نتیجہ ہے جس کی فہم تو کی جاسکتی ہے جبکہ تعریف Definition متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر فکشن رائٹر تخلیقی عمل میں داخل ہونے سے پہلے بھی وہی آدمی، ذہن یا نفسیات ہوتا ہے۔ ابلاغ کے لیے اس کے اپنے شعار ہوتے ہیں۔ تخلیقی عمل میں داخل ہونے کے بعد ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تخلیقی فن پارے سے پہلے اسلوب کے نقوش نہیں ہوتے بلکہ جزوی طور پر ہر حال میں موجود رہتے ہیں۔ جب کوئی تخلیق مکمل ہوجاتی ہے تو اس کے اسلوب کا تجزیہ نسبتاً آسان ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں فکشن رائٹر کا اسلوب، پختگی کے بہت سے مراحل سے

گزر کر اپنے نقوش جما چکا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کوئی متعین determined عمل نہیں ہوتا بلکہ تخلیقی عمل جس طرح جاری رہتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلوب بھی اپنی شکلیں بناتا اور نقوش کو پختہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو تخلیق کے عمل سے پہلے بھی فکشن رائٹر کے ہاں خام حالت میں موجود ہوتا ہے، تخلیقی عمل کے دوران مسلسل تواتر کے ساتھ اپنے نقوش بناتا ہے اور فن پارے کی تکمیل کے بعد اپنے خصائص زیادہ واضح اور پختہ انداز میں ظاہر کرتا ہے۔ اسلوب، شخصی خصوصیت بھی ہوتا ہے کیوں کہ اچھا فکشن رائٹر اپنی تخلیقی عادات کی وجہ سے خود بخود پہچانا جاتا ہے۔ اس کے باوجود کوئی فکشن رائٹر مکمل طور انفرادی individualistic شناخت نہیں رکھ سکتا کیوں کہ اس کے ذہن میں اور بہت سے اذہان شامل ہوتے ہیں۔ اس کے مزاج میں بہت سے مزاجوں کے رنگ ہوتے ہیں اور اس کی شخصیت کو بہت سے اشخاص اپنے اثر ونفوذ سے تعمیر کرتے ہیں۔

اسلوب کے متعلق جو بات یقین سے کہی جاسکتی ہیں وہ یہ ہوسکتی ہیں کہ کسی فکشن رائٹر یا فن پارے میں تو اسلوب کے خصائص نمایاں کیے جاسکتے ہیں جبکہ اس کی عمومی تعریف definition کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود کہ یہ موضوع آسانی سے قابل گرفت نہیں ہے بلکہ صرف قابلِ ادراک ہے پھر بھی اس کا مطالعہ بے معنی نہیں رہتا بلکہ قارئین کے ذہن میں اپنے فن کار کے اسلوب کا ایک واضح تصور موجود ہوتا ہے۔ عمومی قارئین کی نسبت محققین اور طلبا اس موضوع میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسلوب کا تصور بظاہر جتنا پیچیدہ محسوس ہوتا ہے اتنا ہی آسان بھی ہے کیونکہ اگر ہم اس کو اپنے احاطہ ادراک میں اپنے مطالعہ کی کمی اور سطحیت کی وجہ سے نہیں لا سکتے تو یہ پیچیدہ ترین تصور ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آسان ترین بات یہ ہے کہ ہم اپنے مطالعہ میں وسعت اور گہرائی پیدا کر کے اسلوب کا بہت ہی آسان اور واضح تصور پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ وہ مشکل بات ہے جو فکشن کے محنتی طالب علموں کے لیے بہت ہی آسان ہوسکتی ہے۔

ترجمہ میں ماتحت عنوان Subtitling

بعض اوقات متن عمومی تحریروں سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ ایسا متن کے موضوع کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے اور مصنف کے اسلوب کی وجہ سے بھی۔ اس طرح کے متن ترجمہ کرتے وقت مختلف چھوٹے چھوٹے موضوعات میں تقسیم کردیے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے عمل میں اس انداز کو

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

ماتحت عنوان subtitling کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، درآمدات Imports و برآمدات Exports ایک بہت بڑا تجارتی عمل یا طریقہ کار ہے۔ اس کے متعلق متن کو ممکنہ طور پر درج ذیل ماتحت عنوانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اشیا، اشیا کی خرید، اشیا کی قیمت کا تعین، اشیا کی برآمد وغیرہ۔ وہ تمام چیزیں جو ایک ملک سے دوسرے ملک برآمد کی جاتی ہیں وہ وصول کرنے والے ملک میں درآمدات Imports کہلاتی ہیں۔ تجارتی عمل کا یہ درآمدی حصہ بھی کافی مراحل اور مدارج پر مبنی ہوتا ہے۔ درآمدات کی طرح ان کے بھی ماتحت عنوان پیش کیے جا سکتے ہیں۔ عام طور پر متن کی پیچیدگی، مصنف کے اسلوب کی دشواری، ترجمہ وصول کرنے والے معذور لوگ جو نہ سن سکتے ہوں اور نہ بول سکتے ہوں؛ عام طور پر اس طرح کے تراجم اور ترتیب سے استفادہ کرتے ہیں، مگر یہ ہر حال میں لازم نہیں ہے۔

ترجمہ میں سرِعنوان Surtitling

عہدِ جدید میں ڈرامہ یا اوپیرا Opera کی پیش کاری کے دوران سٹیج کے پیچھے دیوار پر اُس کا عنوان لکھا ہوتا ہے۔ بعض اوقات عنوان کے علاوہ اور بھی تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ اس طرح کی پیش کاری کو ترجمہ میں ''سرِعنوان'' کہا جاتا ہے۔

ترجمہ کا متن Target text

ذریعہ کا متن Source text پر ترجمہ نگار کام کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ کو ترجمہ کا متن Target text کہتے ہیں۔ ذریعہ کا متن اور ترجمہ کا متن جس طرح لازم و ملزوم ہیں اُسی طرح ایک دوسرے سے مختلف بھی۔

مرکزِ اصطلاحات Term bank

عہدِ جدید میں کمپیوٹر کے نظام میں اتنی گنجائش اور وسعت پیدا کر دی جاتی ہے کہ جس میں کئی زبانوں کی مکمل لغت سما سکتی ہے۔ کمپیوٹر کی سہولیات میں اس طرح کی گنجائش کو مرکزِ اصطلاحات Term bank کہا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ کام بڑے بڑے سرکاری ادارے یا نجی ادارے اپنے اپنے مقاصد اور اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اس طرح کے مراکز کمپیوٹر میں سما دیتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جس کو جو لغت درکار ہوتی ہے کمپیوٹر کا ایک بٹن

دبانے پر دستیاب ہو جاتی ہے۔ سرکاری اداروں اور نجی اداروں کی ضروریات کے تراجم کے لیے ایسے مراکز Term bank بہت ہی ضروری ہیں۔

ترجمہ میں اصطلاحات کی بنیاد Term base

علمِ ترجمہ میں یہ بہت ہی سادہ تصور ہے جو بظاہر کافی مشکل لگتا ہے۔ دراصل اس کا تعلق عہدِ جدید کے کمپیوٹر کی ایجاد اور اُس سے متعلقہ بےشمار سہولیات سے ہے۔ زندگی کے کسی بھی موضوع پر مخصوص لغت جمع کر کے کمپیوٹر میں ڈال Feed کر دی جاتی ہے۔ اُس موضوع پر کمپیوٹر میں تلاش کرنے سے درکار لغت فوری طور پر دستیاب ہو جاتی ہے۔ ہر موضوع کی لغت دوسرے موضوعات سے مختلف اور مخصوص ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، علمِ طب Medical science کی اصطلاحات کی بنیاد Term base معاشیات Economics کی اصطلاحات کی Term base سے مختلف ہو گی۔ طبعی علوم، تجارتی علوم اور معاشرتی علوم کی بےشمار شاخیں ہوتی ہیں۔ ہر شاخ ایک نیا اور مخصوص علم ہوتا ہے، جس کی لغت بھی مخصوص ہوتی ہے۔ کمپیوٹر میں اس طرح کی ہر شاخ کی متعلقہ لغت ڈال دی جاتی ہے جو تلاش کرنے پر فوری طور پر دستیاب ہو جاتی ہے۔

اصطلاحات Terminology

اصطلاحات سے مراد کسی خاص چیز، واقعہ، مظہر یا تصور کی خاص علامت ہوتی ہے۔ کوئی بہت بڑی اور وسیع معنویت ایک آدھ لفظ کی تخصیص میں سمو دی جاتی ہے۔ دنیا بھر کے طبعی، معاشرتی اور تجارتی علوم کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔

نظامِ اصطلاحات Terminology mangement system

علمِ ترجمہ کی زیرِ بحث اصطلاح کا مکمل تعلق کمپیوٹر کے علم سے ہے۔ اسے ہم برقیاتی نظام Electronic بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہر سائنس کی اصطلاحات کے لیے مختلف نظامِ ترتیب و ترکیب دیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مصوری Painting میں رنگوں اور برش یا اُس کے علاوہ دیگر ضروریات کی بہت ساری لغت سوفٹ ویئر کے ذریعے کمپیوٹر میں Feed کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح اُسی کمپیوٹر میں علمِ معاشیات Economics کی اصطلاحات کے ساتھ بھی ایسا بھی سلوک کیا جاتا ہے۔ مگر دونوں موضوعات کی اصطلاحات کو کمپیوٹر میں Feed کرنے کا نظام ایک

دوسرے سے مختلف ہوگا۔

ترجمہ میں متن کی اقسام Text typology

ترجمہ کے عمل میں مختلف موضوعات کے تراجم درکار ہوسکتے ہیں۔ ادب کے موضوعات کے تراجم کا انداز، اسلوب اور لغت کا انتخاب خاص ہوتا ہے۔ اُس کے مقابلے میں طبعی علوم کے تراجم کے لیے لغت بھی مختلف ہوتی ہے اور اسلوب بھی۔ بعض ذریعہ کے متن صرف اعمال کا اظہار کرتے ہیں۔ جن کے لیے معنویت کی لغت استعمال نہیں ہوتی بلکہ محض اعمال کی لغت کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ''ادب زندگی ہے اور زندگی ادب۔'' یہ جملہ معنویت سے معمور ہے۔ ایسے جملوں کو لسانیات کی زبان میں Connotative کہتے ہیں۔ اسی کے موازنے میں اعمال کی لغت کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے متعلق ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ''علم کو پھیلانا چاہیے۔'' اس جملے کی لغت میں ایک نصیحت، ہدایت، آمادہ کرنے کی خواہش اور یہ سب کچھ کہہ گزرنے کی طاقت کا اختیار بھی موجود ہے۔ کسی بھی متن یا اُس کے ترجمہ کو ان اصولوں کے مطابق جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو اُس کے لیے Text typology کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

تھیٹر ترجمہ Theater translation

ترجمہ کی یہ قسم جس قدر نئی ہے اُس سے زیادہ پرانی بھی ہے۔ نئی اس لیے کہ عہدِ جدید میں تھیٹر پرفارمنگ آرٹس کی سائنس Science of performing arts کی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ترجمہ کی تھیٹر میں نئی شکل ہے۔ اس کے پس منظر میں اس بات کو کسی بھی لحاظ سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ تھیٹر انسانی حیات کی طرح پرانا ہے اور اس کی پرفارمنگ میں تبدیلیاں، اصلاحات اور ترقیاتی مراحل طے ہوتے رہے ہیں۔ بے جا نہ ہوگا کہ اگر یہ کہا جائے کہ آج کا جدید تھیٹر قدیم تھیٹر ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

ادبی فن پاروں کا ترجمہ اور سماجی علوم کے علاوہ طبعی علوم کے تراجم کے تقاضے، معیارات اور نتائج مختلف ہوتے ہیں۔ تھیٹر ایک مختلف صنفِ ادب ہے۔ اس میں سامعین کی موجودگی، سامنے سٹیج کا ہونا، سٹیج پر مختلف مناظر دکھانے کے لیے سیٹ Set کا تیار کرنا اور اُسے مسلسل تبدیل کرتے رہنا، اداکاروں کی موجودگی، اُن کے کرداروں اور لباس میں مسلسل تبدیلی،

کرداروں کے مکالمات اپنی زبان سے بیان کرنا اور ہر منظر کے مطابق اُس میں تبدیلیاں کرتے رہنا، اور اس کے علاوہ بے شمار ایسے عوامل ہیں جو تھیٹر کے ترجمہ کو دیگر اقسام کے تراجم سے یکسر مختلف ثابت کرتے ہیں۔

تھیٹر کے تراجم میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ اصل اور زندہ ہوتا ہے۔ کہانی کے کردار، دیکھنے والوں کے سامنے اپنا کردار ادا کررہے ہوتے ہیں۔ کرداروں کی حرکات وسکنات اور مکالمات کی ادائیگی ابلاغ کے بہت اعلیٰ معیار کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سٹیج پر کرداروں، کہانی اور سامعین کے درمیان کوئی ابلاغی رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تھیٹر کا ترجمہ نگار مکالمات میں خاص قسم کا ارتباط Cohesion اور سادگی پیدا کرتا ہے۔ اُس کے لفظوں کا انتخاب تھیٹر کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اُس کے ترجمہ میں معنوی گہرائی بہت ہی فنکارانہ انداز میں پیغام کی جاتی ہے۔ سٹیج پر ہونے والی مسلسل تبدیلیاں اور مکالمات کے درمیان ایک رشتہ قائم رکھا جاتا ہے۔ وہ تھیٹر کے لیے ترجمہ کی پیداوار Product میں مختلف ادبی عناصر کا استعمال بھی کرسکتا ہے۔ جیسے جملوں میں ظرافت، شک اور بے یقینی Suspense وغیرہ۔ یہ سب کچھ تھیٹر کے ترجمہ میں لفظوں کا کھیل ہوتا ہے۔ لفظوں کا یہ کھیل تھیٹر کی زبان میں نقاب Mask کہلاتا ہے۔ گویا ترجمہ نگار جو کچھ پیش کرتا ہے، تھیٹر کے سٹیج پر اُسی کی پیش کاری کی جاتی ہے اور تھیٹر کے کردار ترجمہ کے پیچھے ترجمہ کا نقاب پہن کر اپنے کردار کی ادائیگی کرتے رہتے ہیں۔

عہدِ جدید میں کمپیوٹر اور اُس سے متعلق بے شمار سہولیات نے ترجمہ نگار کے لیے زبان کے خزانے کمپیوٹر میں محفوظ کردیے ہیں اور ترجمہ نگار حسبِ ضرورت اُن سے استفادہ کرسکتا ہے۔ ترجمہ نگار اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تھیٹر میں پرفارمنگ کے معیار کو بہت اچھی طرح برقرار رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ میں اطلاع کی روانی Theme/rheme

ذریعہ کا متن ہو یا اُس کے ترجمہ کا متن، ہر متن میں جملے ہوتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی اطلاعات کے مجموعے ہوتے ہیں۔ ایک متن میں بہت سے جملے؛ بہت سی اطلاعات کے بڑے مجموعے ہوتے ہیں۔ جملوں، اور جملوں پر مبنی متن میں ایک ہی اطلاع ہوتی ہے۔ ترجمہ نگار اپنی مہارت اور ریاضت سے لسانیات کے مختلف اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے اطلاع کو روانی سے

Sadi Arbab e Zaud 0305-6406067

پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس کی اس گراں قدر کوشش کو ترجمہ کی روانی Theme and Rheme کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح دو لفظ نہیں ہیں بلکہ دو الفاظ پر مبنی ایک اصطلاح ہے۔

عمومی زبان میں Theme سے مراد ترجمہ کا مرکزی مفہوم ہے۔ علمِ لسانیات کی رُو سے اس سے مراد متن کا وہ جوہر ہے جو ''بیان'' کیا گیا ہے۔ اس میں لغت، مرکبات، لغت پر مبنی جملے اور جملوں پر مبنی متن میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اُسے Theme کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ ایک نتیجہ ہے۔

علمِ لسانیات اس نتیجہ پر معنی خیز سوال اٹھاتی ہے کہ یہ نتیجہ کیسے حاصل کیا گیا۔ اس نتیجہ یا ترجمہ کے اسباب تو نظر آتے ہیں لیکن کس ''طریقے، سلیقے'' سے یہ نتیجہ تیار اور پیش کیا گیا؛ اُس امر کا مطالعہ Rheme کہلاتا ہے۔ اس تصور کو تھوڑے سے تکرار کے ساتھ مزید سادگی سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ Theme کسی متن میں کہی گئی بات یا اُس کے موضوعات ہوتے ہیں اور Rheme اُس کہی گئی بات یا موضوعات کو پیش کرنے کے طریقے، سلیقے ہوتے ہیں۔ ایک اصطلاح کے دونوں لفظوں کی فہم، استعمال اور اطلاق کے نتیجے میں متن میں معنی کی روانی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

ترجمہ میں تیسری علامت Third code

ہر متن لفظوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر لفظ حروفِ ابجد پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر حروفِ ابجد ایک ایک علامت ہوتا ہے۔ یہی علامات ترجمہ کے متن میں اُسی طرح موجود رہتی ہے۔ مطالعہ کرنے والوں کو ان علامات کی خاص فہم ہوتی ہے اور وہ ان کے ساتھ خاص مانوسیت Familiarity محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح متن اور ترجمہ میں علامات کی دو تہیں واضح ہوجاتی ہیں۔

علمِ لسانیات نے ابجد کی علامات کے علاوہ Semiotics کا نظام متعارف کرایا ہے۔ یہ بھی علامات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ علامات ابجد کی علامات سے مختلف ہوتی ہیں۔ جب مطالعہ کرنے والے اِن علامات سے دوستی کر لیتے ہیں اور مانوس ہوجاتے ہیں تو یہ علامات ابجد کی علامات سے بھی آسان ترین محسوس ہوتی ہیں۔ ''الف'' کے لیے اور علامت ہوتی ہے جو کہ حرف کے بجائے کسی نشان کی طرح ہوتی ہے۔ ''ب''، ''پ''، ''ل''، ''س''، ''ک'' کے لیے الگ علامات Signs ہوتے ہیں۔ دراصل یہ مختصر علامات Signs متن میں نمایاں پن Signifier کا باعث

ہوتے ہیں۔

حروفِ ابجد کی ایک علامت متن میں ہوتی ہے؛ دوسری اُس کے ترجمہ میں اور تیسری علمِ لسانیات کی فراہم کردہ اصطلاح ''تیسری علامت Third code'' کہا جاتا ہے۔

ٹرانس کوڈنگ Transcoding

ذریعہ کے متن کی خاص لغت ہوتی ہے جو کہ متن میں پیغام یا اطلاع کو ابلاغ کرتی ہے۔ ترجمہ کے متن میں بھی خاص لغت ہوتی ہے جو ترجمہ کے متن میں پیغام یا اطلاع کو ترسیل کرتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ذریعہ کے متن کی لغت کی طرح ترجمہ کے متن کی لغت بھی اُتنی ہی معنی خیز اور طاقت ور ہوتی ہے۔ گویا متن اور ترجمہ کی لغت میں ابلاغی طاقت کا خاص اشتراک پایا جاتا ہے۔ ایسے متن کا ترجمہ متن ہی کی طرح لگتا ہے۔ اس کو لفظی ترجمہ تو نہیں کہنا چاہیے مگر بظاہر لگتا ایسا ہی ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ متن کی لغت جس طرح بامعنی اور قابلِ ابلاغ ہوتی ہے اُسی طرح ترجمہ کی لغت بامعنی اور آسانی سے قابلِ ابلاغ ہوتی ہے۔

ترجمہ میں اہلیت Translatability

ترجمہ کی سائنس میں یہ بہت ہی سادہ سی اصطلاح ہے۔ ذریعہ کے متن میں پیغام اور اطلاع ہوتی ہے۔ اُن کی ترسیل کے لیے لغت اور جملے استعمال کیے جاتے ہیں۔ متن میں معنویت کے معیار کو ''ترجمہ میں اہلیت Translatability'' کہتے ہیں۔ اُس متن کے ترجمہ میں بھی یہ معیار برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

یہ خیال ترجمہ کے ہر قاری اور ترجمہ نگار کے ذہن میں رہتا ہے کہ وہ ترجمہ کے جس متن کا مطالعہ کر رہا ہے اُس کا مفہوم کتنی آسانی سے ابلاغ ہو رہا ہے۔ ترجمہ کے متن کا ابلاغ جتنی آسانی سے ہو رہا ہوتا ہے اُسی کو ''ترجمہ میں اہلیت Translatability'' کہتے ہیں۔

گُتھا ہوا ترجمہ Thick translation

ترجمہ کے بعض متن میں لغت بہت ہی خاص ہوتی ہے۔ عمومی لغت کا استعمال نہیں ہوتا۔ اس بات کا خیال بھی نہیں رکھا جاتا کہ ترجمہ کے متن میں اطلاع یا پیغام ترسیل ہو سکے گی یا نہیں۔ بلکہ اُس کے بجائے ترجمہ نگار ایسے معیارات قائم کرتا ہے اور اپنے ترجمہ کے متن پر اُن کا

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

اطلاق کرتا ہے کہ ترجمہ کی لغت، جملے اور متن اس قدر گُتھے Dense/Thick ہوتے ہیں کہ ابلاغ کی ترسیل لازم نہیں رہتی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے متن خاص مقصد، انفرادیت، فیشن اور شہرت کے لیے تیار کیے جاتے ہوں گے۔

ترجمہ میں ٹیپ Think-Aloud Protocol (TAP)

ترجمہ کرنے کے عمل میں ترجمہ کار کا واسطہ بہت ہی مختلف صورت حال سے ہوسکتا ہے۔ خاص طور سے امورِ خارجہ کے معاملات، مختلف قوموں کے وفود کی گفتگو، تجارت سے متعلق مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کی بات چیت ترجمہ کار کے لیے بہت سی مشکلات پیدا کردیتی ہے۔

عہدِ جدید میں علمِ لسانیات نے ترجمہ کار کی اس دشواری کا بہت ہی معنی خیز حل پیش کیا ہے۔ اس طرح کی صورتِ حال میں ترجمہ نگار کسی دوسری زبان میں بات چیت کو سنتا ہے اور اُس کا ترجمہ بولتا رہتا ہے۔ اس ترجمہ کو سمعی Audio ترجمہ کہتے ہیں۔ بعض حالات میں ترجمہ کار کی پیش کاری کو فلمایا جاتا ہے۔ ایسے ترجمہ کو Visual کہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ترجمہ کار کے پاس لفظوں کے انتخاب اور اُن کو آزادی سے بیان کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

اس طرح کی ترجمہ کاری کو بعد میں خاص سوفٹ ویئر کے ذریعے شفافیت کے عمل میں ڈالا جاتا ہے۔ اس طرح کا ترجمہ اُس سوفٹ ویئر میں سے فلٹر Filter ہوتا ہے۔ اس عمل کے لیے سوفٹ ویئر میں خاص اصول اور معیارات اطلاق پذیر ہوتے ہیں۔ اِن معیارات اور اصولوں کو ''ترجمہ میں ٹیپ Think-Aloud Protocol (TAP)'' کہا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی جدید اصلاح اور اضافہ ہے۔ مختلف قسم کی پیچیدہ صورتِ حالات میں TAPs معیارات، قوانین، نظام، اصولوں اور طریقوں سلیقوں کی طرح کارآمد ہوتے ہیں۔

ترجمہ Translation

دنیا مختلف معاشروں، نسلوں، زبانوں، جغرافیوں، خطوں اور ممالک میں تقسیم شدہ مجموعہ ہے۔ عہدِ جدید میں ان سب مختلف متغیرات کو ایک نظر سے دیکھا جاسکتا ہے اور ایک شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس عمل کو آفاقیت Globalization کہتے ہیں۔ اس آدرش کو حاصل کرنے کا طریقہ ترجمہ کی سائنس ہے۔ ترجمہ کی سائنس کی بنیاد علمِ لسانیات کی مہارت اور ریاضت

ہے۔ کسی بھی زبان کا متن علمِ لسانیات کے اصولوں کے مطابق جب ترجمہ کردیا جاتا ہے تو اُس طریقہ کار کو ''ترجمہ کی سائنس Translation'' کہا جاتا ہے۔ اس کا کوئی ایک پہلو نہیں بلکہ یہ کثیر جہت علم ہے۔ دوسرے علوم کی طرح یہ علوم بھی ہر طرح کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے مختلف تصورات اور اصول پیش کرتا ہے۔

ترجمہ کے آلات Translation aids

ترجمہ ایک سائنسی عمل ہے۔ اس کے لیے بہت سے آلات کی ضرورت ہوتی ہے۔ لغاتیں، تھیزارس، اصطلاحات کے مجموعے، انسائیکلوپیڈیاز وغیرہ اس کے آلات کے بنیادی عناصر ہیں۔ اس کے علاوہ عہدِ جدید میں کمپیوٹر اور اُس سے متعلقہ تمام ترسہولیات ترجمہ کی سائنس کے آلات ہیں۔ ترجمہ کی سائنس کے نتائج حاصل کرنے کے لیے بھی ضروری ہے اور اس کے لیے ترجمہ کی تحقیق گاہیں Laboratories بھی قائم کی جاتی ہیں۔

ترجمہ میں اختصاریہ Translation brief

کسی زبان کے متن کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیا جاتا ہے۔ بعض حالات میں ترجمہ کا پورا متن پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ خاص طور سے بین الاقوامی وفود اور امورِ خارجہ کے ماہرین اس طرح کے اختصاریے تیار کراتے ہیں اور ترجمہ کا پورا متن پڑھنے کے بجائے اختصاریے میں اپنا پیغام جامع کردیتے ہیں۔ یہی عمل تجارتی، بینکاری اور کاروباری معاملات میں قابلِ عمل ہوتا ہے۔

ترجمہ میں تنقید Translation criticism

ذریعہ کے متن سے ترجمہ کا متن تیار کیا جاتا ہے۔ اس بات کی جانچ پڑتال اور ناپ تول بہت ضروری ہے کہ کیا ترجمہ وہ سب کچھ بیان کر رہا ہے جو ذریعہ کے متن میں بیان کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے ترجمہ میں تنقید کا اصول علمِ لسانیات کی عطا ہے۔ اس کے مطابق ترجمہ کی لغت، جملوں کی ساخت، مجموعی متن، پیغام اور پیغام کی ترسیل پر تنقید Criticism پیش کیا جاتا ہے۔ اس عمل سے ترجمہ کے عمل میں شفافیت کا عنصر زیادہ اُجاگر ہوتا رہتا ہے۔

ترجمہ میں یادداشت (میموری) Translation memory

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کمپیوٹر کی ایجاد اور استعمال نے علم کی نئی سمتیں اور نئی جہتیں کھول دی ہیں۔ اس کی سہولتوں میں یادداشت Memory اُس کی ہارڈ ڈسک Hard disk میں ہوتی ہے۔ یادداشت کی گنجائش محدود ہوتی ہے یا قابلِ پیمائش۔ تاہم اب یادداشت کی سہولت ہارڈ ڈسک سے میموری کارڈ Memory card تک جا پہنچی ہے۔ یہ بہت ہی مختصر سا پُرزہ Component ہوتا ہے اور اس کی یادداشت کی گنجائش بہت ہی زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ذریعہ کی سیکڑوں زبانیں اور ترجمہ کی اُس سے بھی زیادہ زبانیں سما جاتی ہیں۔ ذریعہ اور ترجمہ کی زبانوں کے مترادفات اور متبادلات یادداشت میں محفوظ ہوتے ہیں۔ جب بھی کمپیوٹر کے ماہر ترجمہ کار کام کرتے ہیں تو مختلف زبانوں کے مترادفات اور متبادلات از خود Automatically متن سازی کر دیتے ہیں۔

کمپیوٹر اور اس کی یادداشت تو بہت وسیع و عریض موضوع ہے۔ اب تو موبائل فون میں بھی اس طرح کی سہولتیں مل جاتی ہیں۔

ترجمہ کے مسائل Translation problems

ترجمہ کی سائنس کا سب سے بڑا موضوع ترجمہ کے مسائل ہیں۔ ترجمہ دو زبانوں میں موجود اطلاع یا پیغام ابلاغ کرتا ہے۔ ذریعہ کی زبان، اُس کی ثقافت، لغت، جملے، ساختیں، گرائمر اور دیگر اجزا ترجمہ کی زبان سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنیاد پر ترجمہ میں مسائل جنم لیتے ہیں جن کی وجہ سے درست ابلاغ تکمیل نہیں پا سکتا۔ ترجمہ میں مشکلات کی فہرستیں تیار کی جا سکتی ہیں اور اُن کی درجہ بندی بھی کی جا سکتی ہے۔ یہ بہت ہی کارآمد اور جامع عمل ہے جس کی وجہ سے ترجمہ کے لامحدود مسائل کا ممکنہ حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

مطالعۂ ترجمہ Translation studies

ترجمہ کے مسائل کی طرح، مطالعۂ ترجمہ بھی بہت وسیع و عریض موضوع ہے۔ یہ ایک مکمل علم یا سائنس ہے۔ اس کا مطالعہ، طریقۂ کار، نفسِ مضمون، وسعتِ موضوع، آلاتِ کار، تحقیق کاری، نتیجہ خیزی جیسے عوامل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں اور کاروباری اداروں میں Translation studies کے شعبہ جات قائم کیے جاتے ہیں۔ علمِ لسانیات کے اصولوں کی روشنی میں ترجمہ کاری کی سائنس کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور نئے نظریات

دریافت کیے جاتے ہیں۔ افراد کی حصہ داری اور مشینوں کی پیداواری صلاحیتوں کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ کسی بھی فکری یا ایجادی موضوع کو ترجمہ کی وساطت سے آفاقی Global کر دیا جاتا ہے۔

ترجمہ کی اقسام Translation's types

علمِ ترجمہ کا بنیادی موضوع ترجمہ کی اقسام ہیں۔ ہر ترجمہ ایک نئی قسم ہو سکتا ہے یا کسی دوسری قسم کا حصہ۔ لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، سطر بہ سطر ترجمہ، نظریاتی ترجمہ، ایسے موضوعات ہیں جو ترجمہ کی نئی نئی اقسام کو جنم دیتے ہیں۔

علمِ لسانیات میں ترجمہ کی مختلف اقسام کو جن مسائل کا سامنا پیش آتا ہے اُن کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ترجمہ میں تحرک کا نظریہ، لیول شفٹ، ترجمہ میں عمل اور اس طرح کے بہت سے اصول اور نظریات۔

بُرا ترجمہ Translationese

بعض اوقات ذریعہ کے متن کا ترجمہ اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ نہ تو اُس میں پیغام یا اطلاع کا ابلاغ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ادبی قدروں کا اہتمام۔ اس طرح کے بدہیئت ترجمہ کو Translationese کہتے ہیں۔

ترجمے میں عمل Translatorial action

کسی ایک زبان میں متن کے مفہوم کے ابلاغ کا تقاضا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ متن کی زبان میں مفہوم پیش کرنے کا طریق غیر مرئی سا ہوتا ہے جسے مصنف شعوری یا لاشعوری طور پر اختیار کرتا ہے۔ ترجمہ نگار اُسی غیر مرئی ''عمل Action'' کی دریافت کرتا ہے۔ وہ بآسانی اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ متن کے مفہوم کا تقاضا، مدعا، مقصد، مطلب یا ہدف کیا ہے! وہ یہ سب کچھ متن میں ''عمل Action'' کی دریافت سے سرانجام دیتا ہے۔ وہ متن میں عمل کو دریافت کرتا ہے اور ترجمہ میں اُسی عمل کو بنیاد بنا لیتا ہے۔

جرمن ماہرِ لسانیات جستا ہولز مان تاری Justa Holz Mantari اپنے مقالہ Translatorisches Handeln: Theorie und Methode میں متن کے اس عمل

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067

کی تشریح کرتی ہیں۔ مان تاری اپنے نظریات کے رہنما اصولوں کی وضاحت کرتی ہیں۔ دراصل وہ ترجمہ کی پیشہ وارانہ Professional اقدار Values کی فہم کی بنیاد پر اپنا نقطۂ نظر پیش کر رہی تھیں۔ انھوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ ترجمہ ہمیشہ بامقصد ہوتا ہے، اُس کا ہدف قابلِ حصول ہوتا ہے، اُس کا نتیجہ ماخوذ کیا جاسکتا ہے اور یہ عمل متن اور ترجمہ کے درمیان اُسی انداز میں وقوع پذیر ہوتا ہے جس طرح دو افراد ایک دوسرے سے ہم کلام ہو کر یا اشاروں کنایوں سے اپنا اپنا ابلاغ کر رہے ہوں۔ مان تاری لکھتی ہیں:

"It is not about translating words, sentences or texts but is in every case about guiding the intended co-operation over cultural barriers enabling funcitonally oriented communication."

''یہ بات لفظوں، جملوں اور متن سے متعلق نہیں ہے بلکہ ثقافتی رکاوٹوں پر عبور پا کر عملی طور پر ابلاغ کو قابلِ عمل بنانے کے لیے ارادے کے تعاون کے لیے رہنما اصولوں کے متعلق ہے۔''

مان تاری اپنے ''عمل Action'' کے ماڈل کے اطلاق کے لیے درکار کرداروں اور متغیرات Variables کا تعین اس انداز میں کرتی ہیں:

❖**The Initiator:** The company or individual who needs the translation; ''ترجمہ کے آغاز کے محرکات''

❖**The Commissioner:** The individual or agency who contacts the translator; ''ترجمہ کا تقاضا رکھنے والے افراد یا ادارے''

❖**The ST Producer:** The individual(s) with in the company who write(s) the ST, and who are not necessarily involve in the TT production; ''ذریعہ کے متن کار جو کہ ترجمہ متن کاری میں شامل نہ رہے ہوں۔''

❖**The TT Producer:** The translator(s) and the translation

agency or department; ''ترجمہ کا پیداواری ادارہ یا محکمہ''

❖**The TT User:** The person who uses the TT--- for example, a teacher using a translated textbook or a rep(resentive) using sales brochures; ''ترجمہ کی پیداوار کا صارف: جیسے استاد کتاب کا استعمال کرتا ہے۔ کوئی تجارتی نمائندہ کتابچے وغیرہ استعمال کرتا ہے۔''

❖**The TT Reciever:** The final recepient of the --- for example, the students using the textbook in the teacher's class or client reading the translated sales brochures.

''ترجمہ کے وصول یابی کرنے والے افراد اور ادارے جیسے استاد کتاب کا استعمال کرتا ہے یا طالب علم اس کے صارف ہوتے ہیں۔''

مان تاری کا ماڈل چونکہ پیشہ ورانہ تقاضوں کی تسکین کرتا ہے اس لیے اُس کے ماڈل کی لغت بھی بالکل تکنیکی Technical یا تجارتی Commercial ہے۔ سب سے پہلے وہ افراد یا ادارے جن کا تقاضا کوئی ترجمہ ہوتا ہے وہ اپنا تقاضا ترجمہ کرنے والے فرد یا ادارے تک پہنچاتے ہیں۔ اس تقاضے کو مطالعہ کرنے کے بعد جو فرد یا دفتر ترجمہ نگار سے رابطہ کرتا ہے اُسے کمشنر کا نام دیا گیا ہے یعنی معاہدہ کار۔ اُس کے بعد ذریعہ کے متن کو ترجمہ نگار فرد یا ادارے کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ وہ درکار ترجمہ یا مقصد کو پورا کرے۔ اُس کے لیے لازم نہیں کہ یہ ترجمہ کار ذریعہ کے متن تیار کرنے میں حصہ دار رہے ہوں۔ بلکہ اُن کا اس ماڈل کے مطابق ترجمہ نگاری کا ماہر ہونا لازم ہے۔ ترجمہ نگار ادارہ یا فرد ترجمہ کی زبان میں متن کو مکمل کر دیتے ہیں۔ یہ متن اصل صارف یعنی جس نے اس کا تقاضا کیا تھا اُس تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ متن اشتہار، بروشر، پمفلٹ، لیفلٹ یا کتابچہ وغیرہ کی شکل میں ہوسکتا ہے۔ اس ترجمے کا متقاضی فرد یا ادارہ اس کا حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ترجمہ شدہ کتابوں کے حاصل کار Recipients محقق، نقاد، تجزیہ کار یا طالب علم ہوسکتے ہیں۔

مان تاری اپنے ماڈل کے اطلاق کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والے ''عمل Action'' کے نتیجہ کو اس انداز میں پیش کرتی ہیں:

Sadi Arbab e Zaidi 0305-6406067

"Translatorial action focusses very much on producing a TT that is functionally communicative for the receiver."

''ترجمہ میں 'عمل' ' ترجمہ کا متن پیش کرنے پر مرکوز ہوتا ہے جو کہ پیغام وصول کرنے والے کے لیے عملی طور پر قابلِ عمل ہوتا ہے۔''

"Holz-Manttari's concept of translatorial action is considered relevent for all types of translation and the theory is held to provide guidlines for every decision to be taken by the translator."

''ہولز مان تاری کا ترجمہ میں عمل کا تصور ترجمہ کے ہر نظریہ سے متعلق ہے جو کہ ترجمہ نگار کی فیصلہ سازی میں رہنما اصولوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔''

اس ماڈل کے اطلاق کا خاطر خواہ نتیجہ فعالی ابلاغ Functional Communication ہے۔ مثال کے طور پر دانت صاف کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ بنانے والے ادارے صارفین کے لیے ایسے اشتہار یا تحریریں پیش کرتے ہیں جو براہِ راست دانتوں کی صحت اور صفائی سے متعلق ابلاغ کرتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل شرائط کو نبھانے کا اہتمام ضروری ہوتا ہے:

1- Content — موضوعات

a: Factual Information — حقیقی اطلاع

b: Over all Communicative Strategy — مجموعی طور پر ابلاغی حکمتِ عملی

2- Form — ہیئت

a: Terminology — اصطلاحات

b: Cohesive Elements — ارتباط کے عناصر

ذریعہ کے متن میں سے موضوعات کو فہم کرنا اور ترجمہ میں اُن کو پیش کرنا ہی ترجمہ کا اصلِ ماحصل ہے۔ گویا ایک زبان میں کہی ہوئی بات اور دوسری زبان میں پیش کر دینا۔ یا ایک

متن میں سے مفہوم اخذ کر کے دوسرے متن میں سمو دینا۔ اس کے لیے ذریعہ کے متن میں موضوعات کا بہت ہی عمیق مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ متن میں موضوعات میں ایسی اطلاعات بھی ہوتی ہیں جو سو فیصد حقیقی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ٹوتھ پیسٹ کی ایک سوٹیوب۔ اس کے علاوہ موضوع کے مکمل ابلاغ کے لیے طریقۂ کار بہت ہی احتیاط سے اطلاق پذیر کیا جاتا ہے۔ ذریعہ کے متن سے موضوعات کے فہم کو ترجمہ کے متن میں پیش کرنے کے لیے اُس کی اصطلاحات اور تصورات کا استعمال اور فہم بے حد ضروری ہوتا ہے۔ اس سارے عمل کے نتیجہ میں ترجمہ کے متن میں ہر بات، خیال، سوچ، مقصد، مفہوم یا ہدف بہت ہی مربوط انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

مان تاری کے اس نظریہ پر کافی اہم تنقید کی گنجائش موجود ہے۔ مثال کے طور پر اُس کا نظریہ کا ماڈل مکمل طور پر پیشہ ورانہ Professional یا تجارتی Commercial مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مان تاری کا ماڈل پیشہ ورانہ تقاضوں تک محدود ہے اور اس کا اطلاق ادبی اور تخلیقی تحریروں پر ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر بہت ہی توجہ سے اس ماڈل کا مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس نظریہ میں لفظوں کی ثقافت اور سماج کی ثقافت کا فہم بنیادی شرط ہے۔ ہر لفظ اپنے معنوی ثقافت رکھتا ہے اور سماجی ثقافت کے اظہار کا امین بھی ہے۔

مان تاری کا نظریہ ایک آلہ Instrument کی طرح ہے۔ جس کی اہمیت کسی بھی صورتِ حال میں ثابت کی جا سکتی ہے۔ اس ثبوت کا انحصار آلہ کے استعمال پر ہے۔ مثال کے طور پر پیچ کس Screw Driver سے گاڑی کے پرزے کھولے اور مرمت کیے جا سکتے ہیں۔ اُسی آلے سے بجلی کی تنصیبات پہ کام کیا جا سکتا ہے اور یہ آلہ کسی بھی دیگر مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس ماڈل کی اہمیت کا انحصار ماڈل پر عمل کرنے والے کی استطاعت اور توفیق پر ہے۔ مزید برآں مان تاری کے تصور کی تشریح اس انداز میں کی گئی ہے:

"This is the label used by the German scholar and translator Justa Holz-Manttari for her theoretical model of translation, which is based on the process of translation as carried out at a professional level. Translation is seen by

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

Holz-Manttari as involving a complex of actions in which extra linguistic factors play a crucial controlling role. Holz-Manttari's model starts from the reality of translation work and sees the translator at the centre of a process in which other actors (the client, the TT readers) play important roles that have a direct bearing on the way translation is carried out. In particular, the translator is seen as an expert in text-design, which he or she carries out taking into account all the product requirements as agreed between the parties involved. The skills required of translators are thus not only linguistic but include, among others, the ability to search for relevant information and to estimate the appropriate degree of cultural adaptation. Translation is thus seen by Holz-Manttari as a form of intercultural communication taking place in a social context, and particular emphasis is placed on the function served by the TT in the target context, in line with other theoretical approaches that emerged in Germany in the same years."

”جرمن ماہر جسٹا ہولز مان تاری نے اپنے ترجمہ کے ماڈل کے لیے اس عنوان کو استعمال کیا ہے۔ اس کی بنیاد وہ عمل ہے جس میں ترجمہ کا عمل پیشہ ورانہ معیار

کے مطابق سرانجام دیا جاتا ہے۔ مان تاری نظریہ میں ترجمہ ایسا پیچیدہ عمل جس میں غیر لسانیاتی عوامل بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہولز مان تاری کا ماڈل ترجمہ کے حقیقی عمل سے آغاز کرتا ہے اور ترجمہ نگار کو اس کے مرکزی کردار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ترجمہ نگار اپنا کردار دیگر کرداروں، (ضرورمند ترجمہ کے متن کے قاری بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں جو کہ ترجمہ کے عمل براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ترجمہ نگار متن کی شکل بنانے میں ماہر ہوتا ہے۔ وہ ان تمام تقاضوں کا خاص خیال رکھتا ہے جن پر متعلقہ گروہ یا افراد اتفاق کر چکے ہوتے ہیں۔ ترجمہ نگار کو صرف لسانیاتی مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ متعلقہ اطلاع تک رسائی بھی لازم ہوتی ہے۔ اس مناسب حد تک کسی دوسری ثقافت کو اپنا لینے کا اندازہ بھی لگایا جاتا ہے۔ گویا مان تاری کی نظر سماجی سیاق و سباق میں ترجمہ بین الثقافتی ابلاغ کا کام سرانجام دیتا ہے۔ اس بات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے کہ ترجمہ کے متن میں ہدف کی زبان کا سیاق و سباق ترجمہ کے ان نظریات کی مطابقت میں ہوں۔ جو اسی برس جرمنی میں ظہور پذیر ہو رہے تھے۔“

ترجمہ میں سِہ سمتی Triangulation

بعض اوقات تحقیق کار مختلف زبانوں کی لغت کو اکٹھا کر کے اُن کا موازنہ کرتے ہیں۔ ہر زبان الگ اور منفرد بھی ہوتی ہے اور قابلِ موازنہ بھی۔ اس طرح کے تجربات سے تحقیقی نتائج اخذ کیے جاتے ہیں جو علمِ لسانیات اور ترجمہ کی سائنس میں بہت ہی کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ ترجمہ کے تحقیق کاروں کے لیے اس طرح کی تحقیق کاری بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، زبانی ترجمہ بمقابلہ ترجمہ میں ٹیپ Think Allowed Protocole وغیرہ کا موازنہ اور تضاد۔ یہ بہت ہی تکنیکی تحقیق ہوتی ہے اور نئے نظریات کی دریافت کے کام آتی ہے۔ عمومی زندگی میں طالب علموں کے لیے یہ مشکل طریق کار لازم اور آسان نہیں ہوتا۔

منفرد لفظوں کا ترجمہ Unique items hypothesis

Sadir Arbab e Zauq 0305-6406067

بعض اوقات ذریعہ کے متن میں ایسی لغت استعمال کی جاتی ہے جو منفرد ہوتی ہے اور اُس کے ترجمہ میں متبادلات یا مترادفات نہیں مل سکتے۔ اسی طرح کی صورتِ حال ترجمہ کی لغت میں بھی وقوع پذیر ہوسکتی ہے۔ منفرد لغت کو ترجمہ کے عمل میں نظرانداز کر کے محض پیغام یا اطلاع کو ابلاغ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک جدید نظریہ ہے جو منفرد لغت میں پھنسے ہوئے ترجمہ کار کو آزاد ہوجانے کے راستے بتاتا ہے۔

تشکرات

میں یہ تو کہتا ہوں ''عمر میری تھی مگر اِس کو بسر اُس نے کیا''، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ ذہن میرا تھا اور اُسے الیاس کبیر نے عبارت کیا۔ میرا کام میرے بہت سے احسان کرنے والوں کے حصے کا نتیجہ ہے۔ میرے دوست، اساتذہ اور بہت سے جاننے والے میری حوصلہ افزائی اور مدد کرتے ہیں۔ میں سب کو ذاتی حیثیت میں شکریے کا مستحق سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر محمد ساجد خان نے میری اس تحریر پر اپنی رائے سے نوازا، میں یہ کبھی نہیں بھول سکوں گا۔

ڈاکٹر نظام الدین اور ڈاکٹر انوار احمد کی کوششوں سے گجرات یونیورسٹی میں علمِ ترجمہ کا پاکستان میں پہلا شعبہ قائم کیا گیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جس کو ڈاکٹر ظہور القیوم (وائس چانسلر) نے مزید افزودہ کیا۔ میں اُن سب کو مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں۔ نوجوان اُستاد ڈاکٹر غلام علی علمِ ترجمہ کے ادارے کی روحِ رواں ہیں۔ میں نے اپنی اس کتاب کا انتساب پاکستان کے اسی اعزاز کے نام کیا ہے۔

اس کتاب کی تحقیقی مصروفیات کے دوران ڈاکٹر ساحر شفیق اور پروفیسر منور آکاش سے ملاقات رہی۔ وہ میرے اس کام سے خوش ہوکر ملتان سے لاہور تشریف لائے اور میری حوصلہ افزائی کی۔

میری بیگم کوثر خالد، بیٹا علی خالد، بیٹی عائشہ خالد اور سب سے چھوٹا بیٹا احمد خالد میری اس کتاب کے لفظ لفظ اور معنی معنی میں موجود ہیں۔ ہمارے گھر میں بھائی محمد اکرم (ڈرائیور) اور بہن بشریٰ سلطانہ نے کتاب کی تحقیق کے لمبے عرصے میں بڑے دھیرج کے ساتھ ہر آسانی بہم پہنچائی اور کسی مشکل میں میرا وقت ضائع نہ ہونے دیا۔ میں یہی سمجھا کہ میری زندگی ضائع نہیں ہوئی۔

خالد محمود خان

۴؍جولائی ۲۰۱۵ء

Sadi Arbab e Zauq 0305-6406067

کتابیات

1- Adab, B, "Translation into a second language: Can we, should we?", 2005

2- A. F. Tytler, (1797) Quoted by Jeremy Munday, "Introducing Translation Studies: Theories and Applications", Routledge, London UK, 2012

3- Andrew Benjamin, Translation in the Nature of Philosophy, Routledge, London, UK, 1989.

4- Anderman, G, "Europe on Stage", Translation and Theatre, London: Oberon, 2005

5- Appiah, K. A. "Thick Translation", Callaloo, Venuti, 2004.

6- Bassnett, S. and Lefevere, "Translation, History and Culture", London: Printer, 1990

7- Benedetto Croce: Quoted by Bijay Kumar Das, A Handbook of Translation Studies, New Delhi, 2005.

8- Baker and Hanna, Qouted Jeremy Mondy, "Introducing Translation Studies" 3rd Edition, Routledge, London, UK, 2012.

9- Catford, J.C. "A Linguistic Theory of Translation", London, Oxford University Press, 1965

10- Delisle. J, Woodsword. J, "Translation through History Amsterdam/Philadelphia: Benjamins/Unesco, 1995

11- Dilip Chitre, "Editor's Note" Critical Practice 1994, Quoted by Bijay Kumar Das, "A Handbook of Translation Studies", Atlantic

Publishers, B-2 Vishal Enclave, New Delhi, 2005.

12- Donald Davidson, "On The Very Idea of a Conceptual Scheme" Qouted Andrew Benjamin, Translation in the Nature of Philosophy, Routledge, London, UK, 1989.

13- Emanuel Kant "Idea of a Universal History with a Cosmopolitan Purpose" Quoted Andrew Benjamin, Translation in the Nature of Philosophy, Routledge, London, UK, 1989.

14- Gambier, Y. "Audiovisual Translation" 2004

15- Gouadec,D. "Translation as a Prefession", Amsterdam / Philadelphia: Benjamins, 2007.

16- Giuseppe Palumbo, "Key Terms in Translation Studies", Contiuum International Publishing Group New York / London, UK, 2009

17- George Steiner, After the Bable, quoted Jeremy Munday, Translation Studies: Theories and Applications, Routledge, UK, 2001.

18- Giuseppe Palumbo, "Key Terms in Translation Studies", Contiuum International Publishing Group New York / London, UK, 2009

19- Hans J. Vermeer, "Skopos and Commission in Translational Action", Translated by Andrew Chesterman, The Translation Studies Reader, Second Edition, Edited by: Lawrence Venuti, Routledge London, UK. 2002

20- Hans J. Vermeer, Quoted Jermy Munday, "Introducing Translation Studies, Theories and Applications" 3rd edition, Routledge London, Uk. 2012.

21- Holz-Manttari, "Translatorial Action", Quoted: Jermy Munday, "Introducing Translation Studies, Theories and Applications" 3rd

edition, Routledge London, Uk. 2012.

22- J.C.Catford. A Linguistic Theory of Translaton, Oxford Univesity press1965.

23- Jermy Munday, Trnaslatinon Studies, Theories and Applications P-60, Routledge U.K.2001.

24- Jiri Levy, qouted by Jeremy Munday, Trnaslatinon Studies, Theories and Applications, Routledge U.K.2001.

25- Krishaiswany et. al, Modern Applied Linguistics Madras; Macmillan 1992.(Quoted Bijay Das Kumar,A Handbook of Translation Studies: Delhi 2005.

26- Miss Swanski: Cited by Ross Amos Ph.D: in a Columbia University Dessestation An Early Theories of Translation, 1920. (Translation and Translation.)

27- Marcus Tillius Cicero, Qouted Jeremy Mondy, "Introducing Translation Studies" 3rd Edition, Routledge, London, UK, 2012.

28- Peter Newmark, Quote, Jermy Munday, Introducing Translation studies, Routledge U.K 2012

29- Roger T. Bell, "translation and Translating: Theory and Practice", Longman Group UK, 1991.

30- St. Jerome, Qouted Jeremy Mondy, "Introducing Translation Studies" 3rd Edition, Routledge, London, UK, 2012.

31- Schaffner, C. "Translation Research and Interpreting Research", Quoted: Jermy Munday, "Introducing Translation Studies, Theories and Applications" 3rd edition, Routledge London, Uk. 2012.

32- Werner Koller, Quote,Jermy Munday, Introducing Translation studies, Routledge U.K 2012

Saqi Arbab e Zauq
0305-6406067

خالد محمود خان

تصانیف

تحقیق و تنقید

- ☆ میرؔا جی
- ☆ میر تقی میرؔ کے شعری کردار
- ☆ فکشن کا اسلوب
- ☆ مارکسی ادبی تنقید: تحقیق و ترجمہ ٹیری ایگلٹن
- ☆ جدید تنقیدی نظریات
- ☆ تنقیدی مطالعات
- ☆ نظریہءِ تنقید افریقی، امریکی مطالعات
- ☆ سوانحی اَدب
- ☆ قانون ساز بادشاہ حمّورابی ترجمہ قوانینِ حمّورابی
- ☆ ہٹلر کی محبوبہ: سوانح اور ڈائری تحقیق و ترجمہ
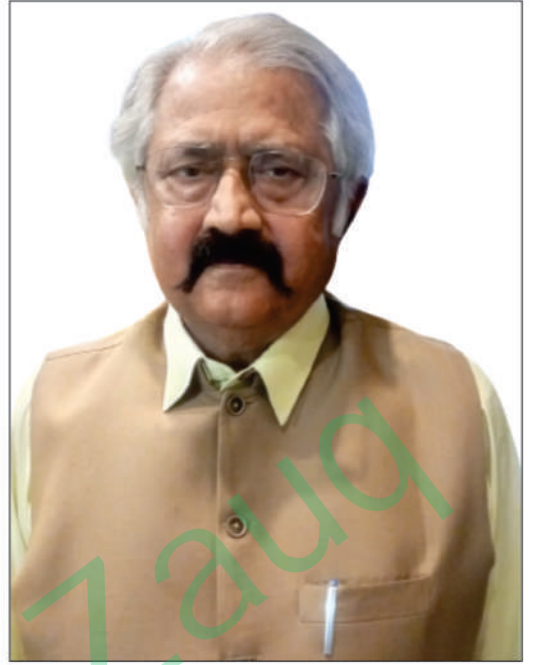
علمِ ترجمہ

- ☆ فنِ ترجمہ نگاری: نظریات
- ☆ فنِ ترجمہ نگاری،: لفظوں کی ثقافت کا نظریہ
- ☆ فنِ ترجمہ نگاری: اطلاقی جہات
- ☆ فنِ ترجمہ نگاری: تاریخ ترجمہ

لُغاتیات

- ☆ لُغات ادبیات
- ☆ لُغات لسانیات
- ☆ لُغات ترجمہ

تراجم

- ☆ آزادی کا طویل سفر نیلسن منڈیلا کی آپ بیتی
- ☆ الکیمسٹ پالو کوئیلھو: ناول
- ☆ یادِ یارِ مہرباں شخصی خاکہ

تخلیقی ادب

- ☆ تیری کہانی میری: افسانے
- ☆ ورق شاپ: ڈرامہ

Saqi Arbab e Zauq 0305-6406067